وَ مَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

''اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی اسے ہم اس کا اجر دو بار دیں گے اور ہم نے اس کے لیے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین سے فرمایا کہ جس طرح تمھارے لیے گناہ کا وبال دوگنا ہوگا، اسی طرح اگر تم نیک، صالح اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والیاں بن جاؤ گی تو تمھیں اجر بھی دوہرا دیا جائے گا، ایک تو اطاعت و تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے پر اور دوسرا نبی ﷺ کو خوش رکھنے اور ان کے ساتھ حسن اخلاق اور اچھے برتاؤ پر اور یہ بھی خوش خبری دی ہے کہ دوہرے اجر کے علاوہ اللہ تعالیٰ انھیں جنت میں عمدہ ترین روزی بھی دے گا۔ تو ساری امہات المومنین نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو پسند کیا تھا۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾

''اے نبی کی بیویو! تم عورتوں میں سے کسی ایک جیسی نہیں ہو، اگر تقویٰ اختیار کرو تو بات کرنے میں نرمی نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے طمع کر بیٹھے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو۔''

امہات المومنین کی مزید فضیلت بیان کرنے کے لیے اور انھیں اس بات کا احساس دلانے کے لیے کہ ان سے کوئی ایسا قول و فعل سرزد نہ ہو جس سے نبی ﷺ کی عزت پر آنچ آئے اور دنیا والوں کو آپ کے گھرانے کے خلاف چہ میگوئیاں کرنے کا موقع ملے، اللہ تعالیٰ نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا کہ اے میرے نبی کی بیویو! تم دنیا کی عام عورتوں سے مختلف ہو، تم بہت ہی معزز خواتین ہو، تمھارا مقام بڑا ہی اونچا ہے۔ تم خاتم النبیین کی بیویاں ہو، تمھیں اپنی قدر و منزلت کا پاس رکھنا چاہیے۔ تم اپنے مقام کی حفاظت اس صورت میں کر سکتی ہو کہ صلاح و تقویٰ کو اپنی زندگی کا شعار بنا لو۔ اس لیے اجنبی لوگوں سے باتیں کرتے وقت ایسا اسلوب اور انداز نہ اختیار کرو کہ جن کے دلوں میں فسق و فجور کی بیماری ہو، وہ تمھارے بارے میں غلط شبہ کرنے لگیں، صرف ضرورت کے مطابق بات کرو اور ایسا لہجہ اختیار کرو جو ہر شک و شبہ سے بالا ہو۔ یہ خطاب اگرچہ امہات المومنین کو ہے، لیکن یہ حکم ہر مسلمان عورت کے لیے عام ہے۔

وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ

وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿٣٣﴾

''اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔''

فرمایا اپنے گھروں میں رہا کرو، صرف ضرورت ہی سے باہر نکلا کرو اور جب نکلو تو ایام جاہلیت کی عورتوں کی طرح بن ٹھن کر بے پردہ نہ نکلا کرو۔ ''تبرج'' یہ ہے کہ عورت مٹکتی ہوئی اور زینت کا اظہار کرتی ہوئی چلے جس سے مرد اس کی طرف متوجہ ہوں، پھر یہ کہ وہ ایسا باریک، مختصر اور عریاں لباس پہنے جس سے اس کا جسم نظر آئے، گردن، ہار اور بالیاں وغیرہ لوگوں کو دکھائی دیں، نیز فرمایا کہ تم سب نماز قائم کرو، یعنی رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق پورے خشوع وخضوع کے ساتھ، صحیح اوقات میں پانچوں نمازیں ادا کرو، پھر فرمایا، اگر اللہ مال دے تو زکوٰۃ دو اور اللہ و رسول ﷺ کے تمام اوامر و نواہی کی پابندی کرو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ کیا کہ تمھیں جن اچھی باتوں کی نصیحت کی گئی ہے اور جن برائیوں سے روکا گیا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ تمھیں ایسے گناہ اور گندگی سے دور رکھا جائے، جو نبی کے گھرانے کے شایان شان نہیں ہے اور تمھیں ہر اس قول وفعل سے مکمل طور پر پاک کر دیا جائے جس سے روح کی بالیدگی متاثر ہوتی ہے۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ: یعنی اپنے گھروں ہی میں رہو اور ضرورت کے بغیر گھروں سے باہر نہ نکلو، ضرورتوں میں سے مسجد میں نماز ادا کرنا بھی ہے، بشرطیکہ اس کی شرائط کو پورا کیا جائے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں (میں جانے) سے منع نہ کرو، لیکن انھیں چاہیے کہ وہ (عام حالت میں) زیب وزینت کے بغیر نکلیں۔'' ایک روایت میں ہے: ''مگر ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں۔ (یعنی عورت کے لیے مسجد کی نسبت گھر میں نماز ادا کرنا بہتر ہے)۔'' [أبو داوٗد، کتاب الصلوة، باب ما جاء فی خروج النساء : ٥٦٥، ٥٦٧]

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى: یعنی جس طرح پہلے زمانۂ جاہلیت میں عورتیں اپنے محاسن اور بناؤ سنگھار کو ظاہر کرتی تھیں تم اپنے محاسن اور بناؤ سنگھار کو ظاہر نہ کرو۔ اسلام کے بعد زمانۂ جاہلیت والے کام کرنا بہت برا عمل ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک (مسلمانوں میں سے) سب سے زیادہ ناپسندیدہ وقابل نفرت لوگ تین طرح کے ہیں، ایک وہ جو حرم کی بے حرمتی کرے اور وہاں بے دینی پھیلائے، دوسرا وہ جو اسلام میں داخل ہونے کے بعد جاہلیت کی رسموں پر چلنا چاہے اور تیسرا وہ جو کسی آدمی کا ناحق خون کرنے کے لیے اس کے پیچھے لگے۔'' [بخاری، کتاب الدیات، باب من طلب دم امرئ بغیر حق : ٦٨٨٢]
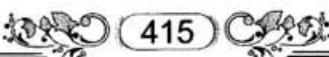
﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ : یہ آیت کریمہ نص ہے کہ ازواج مطہرات بھی نبی ﷺ کے اہل بیت میں شامل ہیں، کیونکہ ازواج مطہرات ہی اس آیت کے نزول کا سبب ہیں، پھر بیویاں اہل بیت میں شامل ہوتی ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ایک اہل بیت کے بارے میں ہے: ﴿ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴾ [ھود : ۷۳] ”انھوں نے کہا کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! بے شک وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔“

صحیح احادیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب نبی ﷺ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ولیمہ میں روٹی اور گوشت کھلایا گیا۔ مجھے لوگوں کو دعوت دینے کے لیے بھیجا گیا۔ ہوا یہ کہ کچھ لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے، پھر دوسرے لوگ آتے اور وہ بھی کھانا کھا کر چلے جاتے تھے۔ میں نے سب کو دعوت دی اور کوئی باقی نہ رہا۔ آخر میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اب تو کوئی باقی نہیں رہا کہ جس کو میں دعوت دوں۔ آپ نے فرمایا: ”اچھا اب کھانا اٹھا لو۔“ (تو سب لوگ چلے گئے صرف) تین شخص گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ (گھر سے) نکل کر عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گئے اور فرمایا: ”اے اہل بیت! السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، وعلیک السلام و رحمۃ اللہ اور پوچھا، آپ نے اپنی اہل بیت (یعنی بیوی) کو کیسا پایا؟ اللہ آپ کو برکت دے۔ اسی طرح آپ نے اپنی سب بیویوں کے حجروں کا دورہ کیا اور سب کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح سلام کیا اور سب نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ کو جواب دیا۔ [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ لا تدخلوا بيوت النبي ...... الخ ﴾ : ۴۷۹۳]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگائی گئی تو ان ایام میں ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا: ”اے مسلمانو! ایک ایسے شخص کے بارے میں کون میری مدد کرتا ہے جس کی اذیت رسانی اب میرے اہل بیت (یعنی میرے گھر والوں) تک پہنچ گئی ہے؟“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لو لا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات...... الخ ﴾ : ۴۷۵۰]

اگرچہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ”اہل بیت“ سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بھی اہل بیت میں شمار کیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، ایک دن صبح کے وقت نبی کریم ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ آپ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے، جس پر سیاہ بالوں سے کجاووں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اتنے میں سیدنا حسن (رضی اللہ عنہ) آئے، تو آپ نے ان کو چادر کے اندر کر لیا، پھر سیدنا حسین (رضی اللہ عنہ) آئے اور سیدنا حسن (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ وہ بھی چادر میں داخل ہو گئے۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں، تو

آپ نے ان کو بھی (چادر کے) اندر کر لیا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کو بھی اندر کر لیا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا﴾ [الأحزاب : ۳۳] ''اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أهل بيت النبي ﷺ : ۲۴۲۴]

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ خُم نامی ایک چشمے پر خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے، جو مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، وعظ و نصیحت کی، پھر فرمایا: ''لوگو! خبردار رہو، میں بشر ہوں، ممکن ہے کہ عنقریب میرے پاس میرے رب کا قاصد پیغام لے کر آ جائے اور میں لبیک کہہ دوں، (سنو!) میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ان میں سے پہلی چیز تو اللہ کی کتاب ہے، اس میں ہدایت اور نور ہے، پس اللہ کی کتاب لے لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔'' پھر آپ ﷺ نے کتاب اللہ کے بارے میں ترغیب اور شوق دلایا، پھر کہا: ''اور (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں، اپنے اہل بیت کے بارے میں میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں، اپنے اہل بیت کے بارے میں میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔'' تو حصین نے پوچھا، زید! آپ ﷺ کے اہل بیت سے کون مراد ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی بیویاں اہل بیت میں سے نہیں؟ انھوں نے جواب دیا، آپ کی بیویاں بھی اہل بیت میں سے ہیں، لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد (بھی) صدقہ حرام ہے۔ زید نے پوچھا، وہ کون لوگ ہیں (جن پر آپ کے بعد بھی صدقہ حرام ہے)؟ انھوں نے جواب دیا، وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم ہیں، انھوں نے پوچھا کہ کیا ان سب لوگوں پر صدقہ حرام ہے؟ زید نے جواب دیا، ہاں! [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضى الله عنه : ۲۴۰۸]

وَ اذۡکُرۡنَ مَا یُتۡلٰی فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَ الۡحِکۡمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیۡفًا خَبِیۡرًا ﴿۳۴﴾ ع

''اور تمھارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

اس آیت میں امہات المومنین کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کے گھروں میں قرآن کریم کی جن آیات کی تلاوت اور نبی کریم ﷺ کی جن سنتوں کا ذکر ہوتا رہتا ہے، جو خیر و برکت کا ذریعہ اور آداب و اخلاق عالیہ کا سرچشمہ ہیں، ان میں غور و فکر کرو اور ان سے نصیحت حاصل کرو، یا مفہوم یہ ہے کہ اس نعمت کو تم سب یاد کرتی رہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں نبی کے گھر میں جگہ دی ہے، جہاں قرآن و سنت کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔
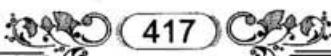
﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ (۳۵)

''بے شک مسلم مرد اور مسلم عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور عورتوں سے دنیا میں گناہوں کی مغفرت اور آخرت میں اجر عظیم یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور ان صفات کا ذکر کیا ہے جو ان کی زندگی کا لازمہ ہوتی ہیں۔ وہ لوگ، مرد یا عورتیں، اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوتے ہیں۔ ایمان کے تمام ارکان پر دل سے یقین رکھتے ہیں۔ اللہ کی عبادت و بندگی پر دوام برتتے ہیں۔ اپنے قول و عمل میں سچے ہوتے ہیں، یعنی ریا کاری سے دور رہتے ہیں۔ حادثات و مصائب اور اللہ کی بندگی میں جو تکلیف ہوتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں۔ ان کے دل اور ان کے اعضا و جوارح اللہ کے جلال اور اس کی کبریائی کے لیے ہمیشہ جھکے ہوتے ہیں۔ فقیروں اور محتاجوں پر خرچ کرتے ہیں کہ جن کے پاس روزی کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔ فرض اور نفل روزے رکھتے ہیں جو تقویٰ کا باعث ہوتے ہیں اور ان کے دلوں میں بھوکوں اور پیاسوں کے لیے جذبۂ رحمت کو جگاتے ہیں۔ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، یعنی نہ ننگے ہوتے ہیں اور نہ زنا کا ارتکاب کرتے ہیں اور اپنے اللہ کو شب و روز اپنے دلوں میں اور اپنی زبانوں سے خوب یاد کرتے ہیں۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کیا بات ہے کہ قرآن میں ہمارا ذکر نہیں کیا جاتا جس طرح مردوں کا کیا جاتا ہے؟ تو مجھے اس دن آپ کی کسی چیز نے خوف زدہ نہیں کیا، سوائے آپ کی ندا کے جو آپ نے منبر پر کی۔ میں اپنے سر میں کنگھی کر رہی تھی، میں نے اپنے بال لپیٹے، پھر میں اپنے گھر کے حجروں میں سے ایک حجرے میں گئی اور میں نے لکڑی کے پاس اپنے کان لگا دیے۔ آپ منبر پر فرما رہے تھے: ''اے لوگو! اللہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ آخر آیت تک: ﴿أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا

عَظِيْمًا ﴾ [الأحزاب : ٣٥] [مسند أحمد : ٣٠٥/٦، ح : ٢٦٦٥٩]

وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ : ''قنوت'' کے معنی سکون کے ساتھ اطاعت کرنے کے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ﴾ [الزمر : ٩] '' (کیا یہ بہتر ہے) یا وہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے عبادت کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے؟'' اور فرمایا: ﴿ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَ اسْجُدِيْ وَ ارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴾ [آل عمران : ٤٣] ''اے مریم! اپنے رب کی فرماں بردار بن اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔''

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ : سچ بولنا ایمان کی علامت ہے اور جھوٹ بولنا نفاق کی نشانی ہے۔ جس شخص نے سچ بولا وہ نجات پا گیا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سچ نیکی کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک آدمی سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں بہت سچا لکھ دیا جاتا ہے اور یقیناً جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی آگ کی طرف لے جاتی ہے اور ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب قول الله تعالى : ﴿ يأيها الذين آمنوا اتقوا الله و كونوا مع الصادقين ﴾ : ٦٠٩٤۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب قبح الكذب و حسن الصدق و فضله : ٢٦٠٧]

وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ : ''خشوع'' کے معنی سکون، طمانیت، تحمل، وقار اور تواضع کے ہیں اور اس کا سبب اللہ کا خوف اور اس کی نگہبانی کا تصور ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ''احسان کیا ہے؟'' تو آپ نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت اس طرح (خشوع وخضوع سے) کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو یہ تو سمجھو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔'' [بخاری، كتاب الإيمان، باب سؤال جبريل النبي صلی اللہ علیہ وسلم عن الإيمان ...... الخ : ٥٠۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام ...... الخ : ٨]

وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ : صدقہ ان محتاج اور کمزور لوگوں کے ساتھ احسان ہے جو کما نہیں سکتے اور جن کے لیے کوئی کمانے والا بھی نہ ہو، تو غنی لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا کی خاطر اپنے زائد مال انھیں بطور صدقہ دے دیتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنا سایہ نصیب کرے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔'' اور ان میں ایک وہ بھی ہے جو صدقہ دیتا ہے، لیکن اس طرح پوشیدہ طور پر کہ دائیں ہاتھ کے خرچ کی بائیں ہاتھ تک کو خبر نہیں ہوتی۔ [بخاری، كتاب الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلوة و فضل المساجد : ٦٦٠۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة : ١٠٣١]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ خطاؤں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔'' [ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی حرمة الصلوة : ۲٦۱٦۔ ابن ماجه، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتنة : ۳۹۷۳]

وَالصّٰٓئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ : روزہ شہوت توڑنے میں سب سے زیادہ معاون ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے نوجوانو! تم میں سے جسے طاقت ہو وہ نکاح کر لے، کیونکہ اس سے نگاہیں نیچی رہیں گی اور پاک دامنی حاصل ہو جائے گی اور جسے نکاح کی طاقت نہ ہو تو وہ روزے رکھے، کیونکہ وہ اس کی شہوت کو کم کر دیتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف علی نفسه العزبة : ۱۹۰۵۔ مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه إلیه : ۱٤۰۰]

وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ : یعنی وہ حرام اور گناہ کے کاموں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور صرف مباح صورت ہی کو اختیار کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴾ [المعارج : ۲۹ تا ۳۱] ''اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں پر، یا جس کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں، تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں۔ پھر جو اس کے علاوہ کوئی راستہ ڈھونڈے تو وہی حد سے گزرنے والے ہیں۔''

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستے میں چل رہے تھے کہ آپ جُمدان پہاڑ پر تشریف لے آئے اور فرمایا: ''تم چلتے رہو، یہ جُمدان ہے، ''مفرد لوگ'' سبقت لے گئے۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ ''مفرد لوگ'' کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الحث علی ذکر اللہ تعالٰی : ۲٦۷٦]

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ۝۳۶

''اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔''

یعنی کسی بھی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کا حکم صادر ہو جائے تو کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لیے یہ اختیار باقی نہیں رہتا کہ وہ اس کی مخالفت کرے اور اپنی یا کسی اور کی رائے پر عمل کرے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ

﴿ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [النساء : ٦٥] ''پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔''

وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِينًا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهٖٓ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [النور : ٦٣] ''سو لازم ہے کہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آ پہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔''

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِيٓ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشٰىهُ ۖ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِيٓ أَزْوَاجِ أَدْعِيَآئِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا ﴿٣٧﴾

''اور جب تو اس شخص سے جس پر اللہ نے انعام کیا اور جس پر تو نے انعام کیا کہہ رہا تھا کہ اپنی بیوی اپنے پاس روکے رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپاتا تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا، حالانکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تو اس سے ڈرے، پھر جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے تجھ سے اس کا نکاح کر دیا، تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ ہو، جب وہ ان سے حاجت پوری کر چکیں اور اللہ کا حکم ہمیشہ سے (پورا) کیا ہوا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے درمیان طلاق کا واقعہ بیان کیا ہے اور خبر دی ہے کہ طلاق کے بعد خود اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دی۔ فرمایا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جنھیں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اپنے نبی کے ساتھ جیسی نعمتوں سے نوازا اور جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احسان کیا کہ انھیں آزاد کر دیا، ان سے محبت کی اور اپنی پھوپھی زاد سے ان کی شادی کر دی۔ آپ ان سے کہتے تھے کہ تم اپنی بیوی کو طلاق مت دو اور اس کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ دراصل مزاجوں میں فرق کی وجہ سے میاں بیوی کے تعلقات خوشگوار نہ بن سکے اور اسی بنا پر ان کی آپس میں ان بن رہتی تھی، جس کا تذکرہ زید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے رہتے تھے اور طلاق کا عندیہ بھی ظاہر کرتے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں طلاق دینے سے روکتے اور نباہ کرنے کی تلقین فرماتے تھے،

حالانکہ آپ بذریعہ وحی اس بات سے خوب واقف تھے کہ طلاق ہو گی اور اللہ کے حکم کے مطابق آپ ﷺ کی شادی زینب رضی اللہ عنہا سے ہو گی، لیکن لوگوں کے اس طعنے کے ڈر سے کہ محمد (ﷺ) نے اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کر لی ہے، آپ زید کو طلاق دینے سے روکتے تھے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کے طعنوں سے ڈرتے ہیں، حالانکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔ مزید وضاحت کے لیے اللہ نے فرمایا کہ جب زید رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کر کے اپنی ضرورت و حاجت پوری کر لی، تو ہم نے بغیر ولی و گواہان اور بغیر مہر کے آپ کی شادی اس سے کر دی، تاکہ ہمیشہ کے لیے یہ بات واضح ہو جائے کہ منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے ان کے شوہروں کی موت یا طلاق دے دینے کے بعد شادی کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے اور اللہ کے فیصلے کو بہر حال انجام پانا ہی تھا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: ﴿ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ ﴾ [الأحزاب : ۳۷] زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و تخفى فى نفسك ما الله مبديه ...... الخ ﴾ : ٤٧٨٧]

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا : یعنی جب زید (رضی اللہ عنہ) نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی اور انھوں نے اس سے جدائی اختیار کر لی تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اس نکاح کا ولی خود اللہ تعالیٰ تھا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان سے میرا ذکر کرو۔ پھر جب زید رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو اس وقت وہ اپنے آٹے میں خمیر ملا رہی تھیں۔ زید رضی اللہ عنہ نے کہا، جب میں نے ان کو دیکھا تو میرے دل پر ان کی عظمت اس قدر چھا گئی کہ میں ان کی طرف نظر بھر کر دیکھ نہ سکا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ذکر کیا تھا۔ غرض میں نے اپنی پیٹھ موڑی اور اپنا منہ پھیر لیا اور کہا، اے زینب ! رسول اللہ ﷺ نے آپ کو پیغام بھیجا ہے اور وہ آپ کو یاد کرتے ہیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا، میں اس وقت تک کوئی کام نہیں کرتی جب تک اپنے رب سے مشورہ نہ کر لوں (یعنی استخارہ نہ کر لوں) پھر اسی وقت وہ اپنی جائے نماز پر کھڑی ہو گئیں، ادھر قرآن نازل ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں اجازت کے بغیر تشریف لے آئے۔ [مسلم، كتاب النكاح، باب زواج زينب بنت جحش ...... الخ : ١٤٢٨]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی دوسری ازواج پر فخر کیا کرتی تھیں، وہ فرمایا کرتی تھیں، تمھاری شادی تو تمھارے گھر والوں نے کی اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے کی۔ [بخاري، كتاب التوحيد، باب ﴿ و كان عرشه على الماء ﴾ ...... الخ : ٧٤٢٠]

لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ : سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، کیا روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ام سلمہ سے پوچھو!“ ام سلمہ نے کہا، رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے ہیں۔

عمر بن ابی سلمہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کو تو اگلے پچھلے ایسے تمام کاموں سے جن کا انجام برا ہو، محفوظ کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور خوف رکھنے والا ہوں۔'' [مسلم، كتاب الصيام، باب بيان أن القبلة في الصوم ليست محرمة ...... الخ : ١١٠٨]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان میں مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا اور لوگ بھی روزے سے تھے، یہاں تک کہ جب آپ کراع غنیم پہنچے تو آپ نے پانی کا پیالہ منگوایا۔ آپ نے اس کو بلند کیا، اتنا کہ سب لوگوں نے اسے دیکھ لیا، پھر آپ نے پانی پی لیا۔ بعد ازاں آپ سے عرض کی گئی کہ بعض لوگ ابھی روزے سے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ نافرمان ہیں، وہ نافرمان ہیں۔'' [مسلم، كتاب الصيام، باب جواز الصوم و الفطر في شهر رمضان للمسافر : ١١١٤]

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۟ۙ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَ لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝

''نبی پر اس کام میں کبھی کوئی تنگی نہیں جو اللہ نے اس کے لیے فرض کر دیا۔ یہی اللہ کا طریقہ ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزرے اور اللہ کا حکم ہمیشہ سے اندازے کے مطابق ہے، جو طے کیا ہوا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید اطمینان دلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے اپنے نبی کے لیے جس شادی کو حلال کر دیا ہے اور جسے اس نے انسانوں کے لیے آسمانی شریعت بنا دیا ہے، اس میں آپ کے لیے نہ کوئی قباحت ہے اور نہ کوئی گناہ کا کام ہے۔ تمام گزشتہ انبیاء کے سلسلے میں بھی اللہ کی یہی سنت رہی ہے کہ ان کے لیے ان کے رب کی جانب سے جو چیز مباح بنا دی گئی، اسے کر گزرنے میں شرعی اور اخلاقی طور پر کوئی حرج نہیں تھا۔ انھوں نے شادیاں کیں، لونڈیاں رکھیں اور مباح و حلال چیزیں کھائیں اور ان کا عمل ان کی امتوں کے لیے نقش راہ بنا۔

ان انبیائے کرام کی صفت یہ تھی کہ انھوں نے اللہ کے احکام اور اوامر و نواہی کو اپنی امتوں تک پہنچایا اور ہر حال میں اپنے رب سے ڈرتے رہے، اس کے سوا کسی سے نہ ڈرے اور نفاذِ شریعت کی راہ میں لوگوں کی باتوں اور ان کے ظالمانہ طعن و تشنیع کی پروا نہیں کی۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں کے اعمال کو خوب اچھی طرح ریکارڈ میں لا رہا ہے۔ ان پر ان کا محاسبہ کرے گا اور ان کا انھیں بدلہ دے گا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾

ع ۵

''محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں اور لیکن وہ اللہ کا رسول اور تمام نبیوں کا ختم کرنے والا ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

منافقین اور بعض دیگر کمزور ایمان والے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی سے متعلق چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے بیٹے زید کی مطلقہ سے شادی کر لی ہے۔ اسی قول قبیح کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تردید کی ہے کہ یہ بات قابل التفات اس وقت ہوتی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم زید کے حقیقی باپ ہوتے، لیکن آپ صحابہ میں سے کسی بھی مرد کے حقیقی باپ نہیں ہیں۔ آپ تو اللہ کے رسول ہیں، دنیا والوں کو اس کا پیغام پہنچاتے ہیں اور نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم ہو گیا ہے۔ اس لیے آپ کا لایا ہوا دین قیامت تک انسانوں کے لیے کافی اور وافی ہے۔

یہ آیت کریمہ نص ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے بارے میں بہت سی متواتر احادیث ثابت ہیں، جو حضرات صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہیں۔ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں تیس (۳۰) جھوٹے ہوں گے اور ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' [ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتی یخرج کذابون : ۲۲۱۹]

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے؟ مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة تبوك وهي غزوة العسرة : ۴۴۱۶۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه : ۲۴۰۴]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رسالت اور نبوت ختم ہو گئیں، لہٰذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہو گا اور نہ کوئی نبی۔'' یہ بات لوگوں پر گراں گزری، تو آپ نے فرمایا: ''لیکن مبشرات باقی ہیں۔'' لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''مسلمان کا (سچا) خواب اور یہ نبوت کے اجزا میں سے ایک جز ہے۔'' [ترمذی، کتاب الرؤیا، باب ذهبت النبوة و بقیت المبشرات : ۲۲۷۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا، سوائے مبشرات کے۔'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مبشرات کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نیک خواب۔'' [بخاری، کتاب التعبیر، باب المبشرات : ۶۹۹۰]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک گھر بنایا اور اسے ہر لحاظ سے بڑا خوبصورت بنایا، مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ اب لوگ اس گھر کو چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہیں اور (اس کی خوبصورتی پر) تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو (سنو!) میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔'' [بخاري، كتاب المناقب، باب خاتم النبيين ﷺ : ٣٥٣٥۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين : ٢٢٨٦/٢٢]

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کئی نام ہم سے بیان کرتے تھے، آپ نے فرمایا: ''میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور احمد، مُقفّی (آخر میں آنے والا)، حاشر، نبی التوبہ اور نبی الرحمہ ہوں۔'' [مسلم، كتاب الفضائل، باب في أسمائه ﷺ : ٢٣٥٥]

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے پانچ نام ہیں، میں محمد ہوں، احمد ہوں اور میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے سے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں کہ (قیامت کے دن) تمام انسانوں کا حشر میرے بعد ہوگا اور میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' [بخاري، كتاب المناقب، باب ما جاء في أسماء رسول الله ﷺ : ٣٥٣٢۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب في أسمائه ﷺ : ٢٣٥٤]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۙ﴿۴۱﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کو یاد کرو، بہت یاد کرنا۔''

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں ایک ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمھارے اعمال میں سب سے بہتر، تمھارے مالک (یعنی اللہ تعالیٰ) کو سب سے زیادہ پسند، تمھارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا، تمھارے لیے سونا اور چاندی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے سے بہتر اور اس بات سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن کا مقابلہ کرو اور تم ان کی گردنیں کاٹو اور وہ تمھاری گردنیں کاٹیں؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ عمل کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(وہ عمل) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔'' [ابن ماجه، كتاب الأدب، باب فضل الذكر : ٣٧٩٠۔ ترمذي، كتاب الدعوات، باب منه : ٣٣٧٧]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور وہاں اللہ کا ذکر نہ کریں تو وہ مجلس قیامت کے دن ان پر حسرت و افسوس کا باعث بنے گی۔'' [مسند أحمد : ٢٢٤/٢، ح : ٧١١٢]

وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۴۲﴾

''اور اس کی تسبیح کرو، پہلے پہر اور پچھلے پہر۔''

"بُكْرَةً" کے معنی صبح اور "أَصِيلً" کے معنی شام کے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴾ [الروم : ۱۷، ۱۸] "پس اللہ کی تسبیح ہے، جب تم شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو۔ اور اسی کے لیے سب تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور پچھلے پہر اور جب ظہر کے وقت میں داخل ہوتے ہو۔"

وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا : یہ ذکر کا شوق اور رغبت پیدا کی جا رہی ہے کہ تم اس کا ذکر کیا کرو، وہ تمھیں یاد کیا کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴾ [البقرة : ۱۵۱، ۱۵۲] "جس طرح ہم نے تم میں ایک رسول تمھی سے بھیجا ہے، جو تم پر ہماری آیات پڑھتا اور تمھیں پاک کرتا اور تمھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور تمھیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ سو تم مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری مت کرو۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے کسی محفل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے محفل میں یاد کرتا ہوں، جو اس کی محفل سے بہتر ہوتی ہے۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالٰی : ﴿ و یحذرکم الله نفسه ﴾ ...... الخ : ۷٤۰۵۔ مسلم، کتاب الذکر و الدعاء، باب الحث علی ذکر الله تعالٰی : ۲٦۷۵]

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝

"وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے، تاکہ وہ تمھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائے اور وہ ایمان والوں پر ہمیشہ سے نہایت مہربان ہے۔"

اس آیت کریمہ میں ذکر الٰہی پر مداومت کی بہت زیادہ رغبت دلائی گئی ہے کہ اللہ تمھیں یاد کرتا ہے، اس لیے تم لوگ بھی اسے یاد کرتے رہو۔ یہاں "اللہ کی صلاۃ" سے مراد اس کی رحمت و مہربانی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں پر رحم کرتے ہوئے انھیں بھلائی کی طرف بلاتا ہے، اپنے آپ کو خوب یاد کرنے کی نصیحت کرتا ہے اور نمازوں اور دیگر نیکیوں پر مداومت کی دعوت دیتا ہے، "فرشتوں کی صلاۃ" سے مراد یہ ہے کہ وہ مومنوں کے لیے اللہ کے حضور دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ انھیں کفر و معاصی اور شبہات و اخلاق سیئہ کی ظلمتوں سے نکال کر ایمان و اتباع سنت
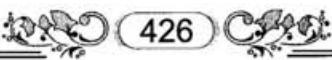
اور اخلاق حسنہ کے نور سے بہرہ ور کرے، اس لیے کہ وہ مومنوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔

فرشتوں کی "صلاۃ" کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگوں کے لیے دعا اور استغفار کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [المؤمن : ٧ تا ٩] "وہ (فرشتے) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے ارد گرد ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، تو ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے اور انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب! اور انھیں ہمیشہ رہائش والی ان جنتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کو بھی جو ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے لائق ہیں۔ بلاشبہ تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور انھیں برائیوں سے بچا اور تو جسے اس دن برائیوں سے بچالے تو یقیناً تو نے اس پر مہربانی فرمائی اور یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔"

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا : یعنی دنیا و آخرت میں مومنوں کو اپنی رحمت و شفقت سے نوازے گا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے، ان قیدیوں میں ایک عورت بھی تھی جس کی چھاتیاں دودھ سے بھری ہوئی تھیں اور وہ (اپنے بچے کی تلاش میں ادھر ادھر) بھاگ رہی تھی۔ جب اس نے قیدیوں میں اپنے بچے کو ڈھونڈ لیا تو اس کو پکڑا، اپنے سینے سے لگایا اور اسے دودھ پلانے لگی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: "تمھارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟" ہم نے جواب دیا، نہیں! جب تک اسے قدرت ہوگی یہ اپنے بچے کو آگ میں نہیں پھینک سکتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے جتنی مہربان یہ عورت اپنے بیٹے پر ہے۔" [بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته : ۵۹۹۹۔ مسند أحمد : ۱۰۴/۳، ح : ۱۲۰۲۴]

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ۝٤٤

"ان کی دعا، جس دن وہ اس سے ملیں گے، سلام ہوگی اور اس نے ان کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔"

یعنی جس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں سلام کہے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴾ [یٰس : ۵۸] "سلام ہو۔ اس رب کی طرف سے کہا جائے گا جو بے حد مہربان ہے۔"

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دی ہے کہ اس نے اپنے مومن بندوں کے لیے جنت جیسی عظیم نعمت تیار کر رکھی ہے، جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل نے اس کا تصور کیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝

”اے نبی! بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے اذن سے اور روشنی کرنے والا چراغ۔“

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کی وہ صفات بیان کی گئی ہیں جو آپ کی پیغام رسانی کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہد بنا کر مبعوث کیا ہے، جو لوگ آپ کی تصدیق کریں گے اور آپ پر ایمان لائیں گے، قیامت کے دن آپ ان کے لیے خیر کی گواہی دیں گے اور جو لوگ آپ کی تکذیب کریں گے اور آپ پر ایمان نہیں لائیں گے، ان کے خلاف آپ کفر و معصیت کی گواہی دیں گے۔ آپ ﷺ مومنوں کو اللہ کی رحمت اور اجر عظیم کی بشارت دینے والے اور کافروں اور گناہ گاروں کو جہنم سے ڈرانے والے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی وحی کے مطابق لوگوں کو اس کے دین، اس کی بندگی اور اس کی وحدانیت کے اقرار کی دعوت دینے والے ہیں۔ آپ سیدھی راہ کی طرف لوگوں کی راہنمائی کے لیے اللہ کا روشن چراغ ہیں۔

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا: آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی، یعنی اس بات کی گواہی دینے والے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور روز قیامت لوگوں کے اعمال کی بھی گواہی دینے والے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾ [النساء : ٤١] ”پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [البقرة : ١٤٣] ”اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قرآن میں (رسول اللہ ﷺ کے بارے میں) ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴾ (اور ایسی ہی آپ ﷺ کی بعض صفات تورات میں بھی بیان کی گئی ہیں) تورات میں ہے، اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوش خبری دینے والا اور ان پڑھوں (عربوں) کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ (اس کے

علاوہ یہ صفات بھی ہیں کہ) وہ بدخو اور فحش کلام نہیں ہیں، نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے، بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا، جب تک کہ ان کے ذریعے سے کج قوم (عرب) کو سیدھا نہ کر لے، یعنی جب تک وہ قوم ''لا الٰہ الا اللہ'' کا اقرار نہ کر لے، تو اس کلمۂ توحید کے ذریعے سے وہ اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔[بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ إنا أرسلنك شاهدًا و مبشرًا و نذيرًا ﴾ : ٤٨٣٨]

وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ : یعنی اللہ کے حکم سے اللہ کی مخلوق کو اپنے رب کی عبادت کی دعوت دینے والے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴾ [النحل : ١٢٥] ''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کر جو سب سے اچھا ہے۔ بے شک تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے گمراہ ہوا اور وہی ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَ اسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾ [الشوریٰ : ١٥] ''سو تو اسی کی طرف پھر دعوت دے اور مضبوطی سے قائم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی مت کر اور کہہ دے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل فرمائی میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ دَعْ اَذٰىهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

''اور ایمان والوں کو خوشخبری دے کہ بے شک ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔ اور کافروں اور منافقوں کا کہنا مت مان اور ان کی ایذا رسانی کی پروا نہ کر اور اللہ پر بھروسا کر اور وکیل کی حیثیت سے اللہ کافی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ جو لوگ مجھ پر ایمان لے آئیں اور عمل صالح کریں، آپ انھیں میری طرف سے گناہوں کی مغفرت اور جنت کی بشارت دے دیں اور کافروں اور منافقوں کی باتوں میں آکر دین کی تبلیغ میں سستی نہ کریں، حق کی آواز بلند کرنے اور لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے میں کوتاہی نہ کریں اور ان کی ایذا رسانی پر عفو و درگزر سے کام لیں اور اپنے تمام امور میں اللہ پر بھروسا کریں، اس لیے کہ وہ بحیثیت وکیل و کارساز ان کے لیے کافی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انھیں طلاق دے دو، اس سے پہلے کہ انھیں ہاتھ لگاؤ تو تمھارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں، جسے تم شمار کرو، سو انھیں سامان دو اور انھیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا۔''

اس آیت میں ایسی عورت کی عدت کا حکم بیان کیا جا رہا ہے جسے نکاح کے بعد بغیر مباشرت کے طلاق دے دی جائے۔ ایسی عورت پر عدت گزارنا واجب نہیں ہے۔ اس لیے کہ عورت عدت اس لیے گزارتی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کے رحم میں کوئی بچہ ہے یا نہیں اور مذکور بالا صورت میں یقینی طور پر عورت کا رحم بچہ کے وجود سے پاک ہے۔ اب اگر اس کا مہر مقرر کر دیا گیا تھا تو اسے نصف مہر ملے گا اور کچھ مال بطور دلجوئی دے دینا مستحب ہے اور اگر اس کا مہر مقرر نہیں ہوا تھا تو شوہر کی مالی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے کچھ مال دے دیا جائے گا اور بغیر اذیت پہنچائے اسے اس کے گھر والوں کے پاس جانے دیا جائے گا۔

اس آیت کا حکم اس وقت ہے جب کوئی مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اگر مہر مقرر کر دیا گیا ہو تو پھر نصف مہر دینا ہوگا۔ مندرجہ ذیل آیات میں اس کی تصریح موجود ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖۚ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۚ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [البقرة : ۲۳۶، ۲۳۷] ''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو، جب تک تم نے انھیں ہاتھ نہ لگایا ہو، یا ان کے لیے کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو اور انھیں سامان دو، وسعت والے پر اس کی طاقت کے مطابق اور تنگی والے پر اس کی طاقت کے مطابق ہے، سامان معروف طریقے کے مطابق دینا ہے، نیکی کرنے والوں پر یہ حق ہے۔ اور اگر تم انھیں اس سے پہلے طلاق دے دو کہ انھیں ہاتھ لگاؤ، اس حال میں کہ تم ان کے لیے کوئی مہر مقرر کر چکے ہو تو تم نے جو مہر مقرر کیا ہے اس کا نصف (لازم) ہے، مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں، یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور یہ (بات) کہ تم معاف کر دو تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو، بے شک اللہ اس کو جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔''

وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا : اچھے طریقے سے چھوڑنا سے مراد یہ ہے کہ ان کو روک کر بلاوجہ انھیں تکلیف نہ دی جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَ لَا
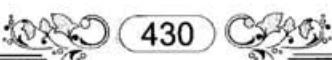
تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ؗ وَّ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ۲۳۱] ”اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انھیں اچھے طریقے سے رکھ لو، یا انھیں اچھے طریقے سے چھوڑ دو اور انھیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکے رکھو، تاکہ ان پر زیادتی کرو اور جو ایسا کرے سو بلاشبہ اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور اللہ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ اور اپنے آپ پر اللہ کی نعمت یاد کرو اور اس کو بھی جو اس نے کتاب و حکمت میں سے تم پر نازل کیا ہے، وہ تمھیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

سیدنا سہل بن سعد اور سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا، پھر جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تو انھوں نے اسے ناپسند کیا، تو آپ نے ابو اسید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کا سامان تیار کر دیں اور انھیں رازقیہ کے دو کپڑے بھی دے دیں۔“ [بخاری، کتاب الطلاق، باب من طلق و هل یواجه الرجل امرأته بالطلاق ؟ : ۵۲۵۶، ۵۲۵۷]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَ بَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنٰتِ خَالِكَ وَ بَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ؗ وَ امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾

”اے نبی! بے شک ہم نے تیرے لیے تیری بیویاں حلال کر دیں جن کا تو نے مہر دیا ہے اور وہ عورتیں جن کا مالک تیرا دایاں ہاتھ بنا ہے، اس (غنیمت) میں سے جو اللہ تجھ پر لوٹا کر لایا ہے اور تیرے چچا کی بیٹیاں اور تیری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں، جنھوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے اور کوئی بھی مومن عورت اگر وہ اپنا آپ نبی کو ہبہ کر دے، اگر نبی چاہے کہ اسے نکاح میں لے لے۔ یہ خاص تیرے لیے ہے، مومنوں کے لیے نہیں۔ بے شک ہم نے جان لیا جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور ان عورتوں کے بارے میں فرض کیا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں، تاکہ تجھ پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اے میرے نبی! جن عورتوں کو آپ نے مہر دیا ہے وہ آپ کے لیے

حلال ہیں، چاہے تعداد میں وہ کتنی ہی ہوں اور اسی طرح وہ عورتیں بھی آپ کے لیے حلال ہیں جو مال غنیمت کے طور پر آپ کے حصہ میں آئی ہوں۔ سیدہ صفیہ اور جویریہ رضی اللہ عنہا آپ کے حصہ میں آئی تھیں، آپ نے انھیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا اور ریحانہ اور ماریہ قبطیہ ام ابراہیم رضی اللہ عنہ بھی آپ کے حصہ میں آئی تھیں۔ ان کے علاوہ وہ عورتیں بھی آپ کے لیے حلال ہیں جو آپ کی ملکیت ہوں یا جن عورتوں نے اپنا نفس آپ کے لیے ہبہ کر دیا ہو، تو یہ میمونہ بنت الحارث، زینب بنت خزیمہ ام المساکین، ام شریک بنت جابر اور خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہن ہیں۔ آیت میں مال غنیمت کے طور پر حاصل شدہ عورت کی قید محض فضیلت بیان کرنے کے لیے ہے، یعنی ایسی عورتیں آپ کے لیے ان عورتوں سے افضل ہیں جو خریدی گئی ہوں اور آپ کے لیے ان چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد عورتوں سے شادی جائز تھی جو ہجرت کر کے مدینہ آ گئی تھیں۔ ﴿ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ میں اس بات کی صراحت کر دی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر ولی اور نکاح کے کسی عورت سے شادی کرے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے مومنوں پر نکاح سے متعلق جو شرائط عائد کی ہیں، ان کی پابندی لازم ہے اور جو باتیں اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں، وہ عام مسلمانوں کے لیے مثال نہیں بن سکتی ہیں۔ آیت کے آخر میں آپ سے کہا گیا ہے کہ مذکورہ تمام عورتیں آپ کے لیے اس لیے حلال کی گئی ہیں تاکہ آپ نکاح کے معاملہ میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں۔

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ : سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میں اپنا نفس (آپ کے لیے) ہبہ کرتی ہوں۔ پھر وہ دیر تک کھڑی رہی تو ایک صحابی نے کہا، یا رسول اللہ! اگر آپ اس سے نکاح کا ارادہ نہیں رکھتے تو اسے میرے نکاح میں دے دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تمھارے پاس مہر دینے کے لیے کوئی چیز ہے؟“ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس میرے تہ بند کے سوا اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”یہ اگر تم اسے دے دو گے تو خود تہ بند کے بغیر رہ جاؤ گے، سو کچھ اور تلاش کرو۔“ اس نے کہا، میں اور کچھ نہیں پاتا۔ آپ نے فرمایا: ”تلاش تو کرو، اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔“ انھوں نے ہر چند کوشش کی، لیکن کچھ بھی نہ پایا۔ آپ نے فرمایا: ”کیا قرآن کی کچھ سورتیں تمھیں یاد ہیں؟“ اس نے کہا، ہاں! فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”بس تو انھی سورتوں پر میں نے اسے تمھارے نکاح میں دیا۔“ [بخاری، کتاب النکاح، باب السلطان ولی : ۵۱۳۵]

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ

يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾

”ان میں سے جسے تو چاہے مؤخر کر دے اور جسے چاہے اپنے پاس جگہ دے دے اور تو جسے بھی طلب کر لے، ان عورتوں میں سے جنھیں تو نے الگ کر دیا ہو تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں اور وہ سب کی سب اس پر راضی ہوں جو تو انھیں دے اور اللہ جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، بڑے حلم والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بیویوں کے رکھنے، چھوڑنے اور ان کے درمیان باری کی تقسیم کے سلسلہ میں پورا اختیار دے دیا تھا اور یہ سب کچھ آپ ﷺ کے لیے اللہ کی انتہائی محبت کی دلیل تھی۔ آپ کو اجازت دے دی گئی تھی کہ اپنی بیویوں میں سے جس سے چاہیں بغیر طلاق کے علیحدگی اختیار کر لیں اور جس کے پاس چاہیں رات گزاریں اور مباشرت کریں۔ ان احکامات کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب آپ کی بیویوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ اختیارات آپ کو اللہ نے دیے ہیں تو سب مطمئن ہو جائیں گی اور جنھیں آپ نے چھوڑ رکھا ہے وہ غمگین نہیں ہوں گی اور آپ کی مرضی اور خواہش پر راضی ہو جائیں گی۔

اس کے بعد اللہ نے مومنوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ وہ تمھارے دلوں کی پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے، تم اپنی بعض بیویوں کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہو اور بعض کی طرف کم اور اس نے بطور اعزاز و اکرام اپنے رسول کو وہ اختیار دے دیا ہے، جس کی تفصیل ابھی بیان ہوئی ہے۔

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِيْۤ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ان عورتوں پر غیرت کیا کرتی تھی جو اپنا نفس رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیتی تھیں اور مجھے بڑا تعجب معلوم ہوتا تھا کہ عورتیں (خود ہی) اپنا نفس ہبہ کرتی ہیں؟ جب یہ آیت اتری : ﴿ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِيْۤ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ﴾ ”ان میں سے جسے تو چاہے مؤخر کر دے اور جسے چاہے اپنے پاس جگہ دے دے اور تو جسے بھی طلب کر لے، ان عورتوں میں سے جنھیں تو نے الگ کر دیا ہو تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔“ تو میں نے کہا (اے اللہ کے رسول!) اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش کو بہت جلد پورا فرما دیتا ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ترجی من تشاء منهن ...... الخ ﴾ : ۴۷۸۸۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب جواز هبتها نوبتها لضرتها : ۱۴۶۴]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس آیت کے نازل ہو چکنے کے بعد بھی اللہ کے نبی ہم سے اجازت لیا کرتے تھے۔ جب مجھ سے دریافت فرماتے تو میں کہتی، یا رسول اللہ! اگر یہ اجازت آپ مجھ سے لے رہے ہیں تو میں تو اپنی باری کسی دوسری پر ایثار نہیں کر سکتی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ترجی من تشاء منهن ﴾ : ۴۷۸۹۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب بیان أن تخییر امرأته لا یکون طلاقًا إلا بالنیة : ۱۴۷۶]

وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جانا چاہتے تو اپنی عورتوں میں قرعہ ڈالتے، جس عورت کا نام قرعہ میں نکلتا اس کو ساتھ لے جاتے اور ہر عورت کے پاس باری باری ایک دن رات رہتے، سوائے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے کہ اس نے اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کر دی تھی، تاکہ اس کام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں۔ [بخاری، كتاب الهبة، باب هبة المرأة لغير زوجها : ۲۵۹۳]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری سخت ہو گئی تو آپ نے دوسری بیویوں سے بیماری میں میرے گھر رہنے کی اجازت چاہی تو انھوں نے اجازت دے دی۔ [بخاری، كتاب الهبة، باب هبة الرجل لامرأته والمرأة لزوجها : ۲۵۸۸]

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ : یعنی دل میں جو بعض کی طرف زیادہ میلان ہے اور جسے ختم کرنا ممکن نہیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ''یا اللہ! یہ میری تقسیم ہے، جو میرے اختیار میں ہے، لیکن جس چیز پر تیرا اختیار ہے، میں اس پر اختیار نہیں رکھتا، اس میں مجھے ملامت نہ کرنا۔'' [أبو داوٗد، كتاب النكاح، باب في القسم بين النساء : ۲۱۳۴۔ مسند أحمد : ۱۴۴/۶، ح : ۲۵۱٦٤]

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾

ع۶

''تیرے لیے اس کے بعد عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ تو ان کے بدلے کوئی اور بیویاں کر لے، اگرچہ ان کا حسن تجھے اچھا لگے مگر جس کا مالک تیرا دایاں ہاتھ بنے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے۔''

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت محکم ہے اور آپ کو نو بیویوں کے علاوہ عورتوں سے شادی کرنے سے روک دیا گیا ہے، جبکہ بعض کہتے ہیں کہ اس آیت کا حکم پچھلی آیت کے ذریعے سے منسوخ ہو گیا اور آپ کے لیے دوسری عورتوں سے شادی کرنا مباح ہو گیا، لیکن آپ نے امہات المومنین کا دل رکھنے کے لیے کسی اور سے شادی نہیں کی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اور عورتیں بھی حلال کر دی تھیں۔ [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة الأحزاب : ۳۲۱٦۔ مسند أحمد : ۴۱/۶، ح : ۲۴۱۹۲۔ ابن حبان : ٦۲٦٦]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَ اللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا

فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں مت داخل ہو مگر یہ کہ تمھیں کھانے کی طرف اجازت دی جائے، اس حال میں کہ اس کے پکنے کا انتظار کرنے والے نہ ہو اور لیکن جب تمھیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ، پھر جب کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور نہ (بیٹھے رہو) اس حال میں کہ بات میں دل لگانے والے ہو۔ بے شک یہ بات ہمیشہ سے نبی کو تکلیف دیتی ہے، تو وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ حق سے شرم نہیں کرتا اور جب تم ان سے کوئی سامان مانگو تو ان سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمھارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور تمھارا کبھی بھی حق نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ اس کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بے شک یہ بات ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو، یا اسے چھپاؤ تو بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا بہت ہی بلند مقام ہے، اس آیت کریمہ میں اللہ نے عام مومنوں کو ان امہات المومنین کا ادب و احترام سکھایا ہے اور ایسی باتوں سے منع فرمایا ہے جو آپ اور امہات المومنین کے لیے ذہنی اذیت کا باعث ہوں۔ یہ آیت ''آیت حجاب'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس آیت میں دعوت کے آداب بھی بتلا دیے گئے کہ ایک تو اس وقت جاؤ جب کھانا تیار ہو چکا ہو، وقت سے پہلے ہی جا کر دھرنا مار کر نہ بیٹھ جاؤ۔ دوسرا، کھانا کھاتے ہی اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ، وہاں بیٹھے ہوئے باتیں مت کرتے رہو۔ اس لیے کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گھر والوں کو تکلیف ہوتی ہے اور آپ اپنے کمال اخلاق کی وجہ سے اپنی زبان سے نہیں کہہ پاتے ہیں، لیکن اللہ حق بات کرنے سے نہیں شرماتا ہے۔

یہ آیت حجاب ہے، یہ آیت بھی ان آیات کریمہ میں سے ہے جو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق نازل ہوئی تھیں، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے رب عزوجل کی تین باتوں میں موافقت کی، میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کاش! آپ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنا لیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: ﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ﴾ [البقرۃ : ۱۲۵] ''اور تم ابراہیم کی جائے قیام کو نماز کی جگہ بناؤ۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کاش! آپ اپنی بیویوں کو پردے کا حکم دے دیں، کیونکہ ان سے اچھے اور برے ہر قسم کے لوگ (مسائل پوچھنے کے لیے) بات کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب کو نازل فرما دیا اور میں نے ازواج مطہرات سے کہا،

جب وہ نبی کریم ﷺ پر غیرت کی وجہ سے (یعنی کچھ مالی مطالبات لے کر) اکٹھی ہوئیں: ﴿ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ ﴾ [التحریم : ٥] ''اس کا رب قریب ہے، اگر وہ تمھیں طلاق دے دے کہ تمھارے بدلے اسے تم سے بہتر بیویاں دے دے'' تو یہ الفاظ بھی آیت میں اسی طرح نازل ہو گئے۔[بخاری، کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی القبلة ...... الخ : ٤٠٢۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنه : ٢٣٩٩]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو (ولیمہ میں) گوشت اور روٹی کھلائی گئی۔ مجھے لوگوں کو دعوت دینے کے لیے بھیجا گیا۔ لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے، پھر دوسرے لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے۔ میں نے سب کو دعوت دی، تا آنکہ کوئی شخص بھی باقی نہ رہا۔ آخر میں میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اب تو کوئی باقی نہیں رہا جسے میں دعوت دوں، تو آپ نے فرمایا: ''اچھا، اب کھانا (یعنی دستر خوان) اٹھا دو۔'' (سب لوگ کھانا کھا کر جا چکے تھے لیکن) تین شخص گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ گھر سے نکل کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں گئے اور فرمایا: ''اے اہل بیت! اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ''۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، وَ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ اور پوچھا، آپ نے اپنی اہل بیت (یعنی بیوی) کو کیسا پایا؟ اللہ آپ کو برکت دے۔ اسی طرح آپ نے اپنی سب بیویوں کے حجروں کا دورہ کیا اور سب کو عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح سلام کیا۔ سب نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ کو جواب دیا۔ چنانچہ جب آپ لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہ تینوں آدمی اب تک بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ نبی ﷺ کے مزاج میں بڑی شرم تھی۔ آپ (دوبارہ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف چلے گئے۔ مجھے یاد نہیں کہ اس کے بعد میں نے یا کسی اور نے آپ کو جا کر بتایا کہ اب وہ تینوں آدمی چلے گئے ہیں۔ چنانچہ آپ لوٹے اور اس حالت میں کہ دروازے کی دہلیز میں آپ کا ایک پیر اندر تھا اور ایک باہر اور آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکا دیا اور اس وقت پردہ کی آیت نازل ہوئی۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ لا تدخلوا بیوت النبی...... الخ ﴾ : ٤٧٩٣]

وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ : اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ادب سکھایا گیا ہے کہ امہات المومنین سے اگر کوئی چیز مانگنی ہو تو بے دھڑک ان کے سامنے نہ چلے جائیں۔ ان کے ساتھ ادب واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ دروازے کی اوٹ سے اور پردے کے پیچھے سے کوئی چیز مانگی جائے۔ اس کا فائدہ یہ بتایا کہ اس سے تمھارے اور امہات المومنین کے دلوں کی پاکی محفوظ رہے گی اور شیطان کو ذہن میں برے خیالات پیدا کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ غیر محرم کے ساتھ خلوت نشینی کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم (غیر محرم) عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔'' تو ایک انصاری آدمی نے پوچھا،
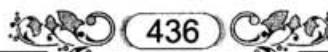
شوہر کے قریبی رشتہ دار (یعنی دیور اور جیٹھ) کی بابت فرمائیے؟ آپ نے فرمایا: ''دیور اور جیٹھ تو موت ہے۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بامرأة ...... الخ : ۵۲۳۲۔ مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الخلوة بالأجنبیة : ۲۱۷۲]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجاہدین کی عورتوں کی عزت پیچھے رہ جانے والوں پر ایسے ہی حرام ہے جیسے ان کی اپنی ماؤں کی عزت، پیچھے رہ جانے والوں میں سے جو شخص مجاہدین میں سے کسی کے گھر والوں کا جانشین (نگران) بنے اور پھر ان کی خیانت کرے تو قیامت والے دن وہ مجاہد کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور (اس مجاہد کو اختیار دیا جائے گا تو) وہ اس کی نیکیوں میں سے جتنی نیکیاں چاہے گا لے لے گا، تمھارا کیا خیال ہے؟'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب حرمة نساء المجاهدين و إثم من خانهم فيهن : ۱۸۹۷]

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امہات المومنین سے شادی کو تمام مسلمانوں کے لیے حرام کر دیا۔ آیت کے آخر میں اللہ نے فرمایا کہ کسی کا ایسا کرنا ناقابل معافی جرم ہے، اس لیے کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام پامال ہو جائے گا۔ اگلی آیت میں بطور دھمکی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم چاہے کسی بات کو ظاہر کرو، یا اپنے دلوں میں چھپائے رکھو، اسے سب کچھ معلوم ہے اور وہ ان تمام ظاہر و مخفی گناہوں کی سزا تمھیں ضرور دے گا۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْۤ اٰبَآىِٕهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَ لَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَ لَا نِسَآىِٕهِنَّ وَ لَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَ اتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

''ان (عورتوں) پر کوئی گناہ نہیں اپنے باپوں (کے سامنے آنے) میں اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے اور نہ ان (کے سامنے آنے) میں جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں اور (اے عورتو!) اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح شاہد ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اجنبی مردوں سے پردے کا حکم دے دیا تو اب ان قریبی رشتہ داروں کا ذکر ہو رہا ہے جن سے پردہ ضروری نہیں، جن سے بغیر پردہ کیے بات کرنا جائز ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ﴾ [النور : ۳۱] ''اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے، یا

اپنے باپوں، یا اپنے خاوندوں کے باپوں، یا اپنے بیٹوں، یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں، یا اپنے بھائیوں، یا اپنے بھتیجوں، یا اپنے بھانجوں، یا اپنی عورتوں (کے لیے)، یا (ان کے لیے) جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہیں، یا ان لڑکوں کے لیے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پردے کا حکم اترنے کے بعد ابوالقُعیس کے بھائی افلح نے (جو میرے رضاعی چچا تھے) مجھ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے جواب دیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر اجازت نہیں دے سکتی۔ کیونکہ افلح کے بھائی ابوالقُعیس نے تو مجھے دودھ نہیں پلایا تھا، بلکہ اس کی بیوی نے پلایا تھا۔ جب آپ تشریف لائے تو میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! ابوالقُعیس کے بھائی افلح نے مجھ سے اندر آنے کی اجازت مانگی تھی تو میں نے اسے کہا کہ جب تک آپ سے پوچھ نہ لوں اجازت نہیں دے سکتی۔ آپ نے فرمایا: "تم نے اپنے چچا کو اجازت کیوں نہ دی؟" میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! مجھے دودھ مرد نے تو نہیں پلایا، وہ تو ابوالقُعیس کی بیوی نے پلایا تھا۔ آپ نے فرمایا: "تیرا ہاتھ خاک آلود ہو، اسے اندر آنے کی اجازت دو، وہ تمھارا چچا ہے۔" عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسی لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ جتنے رشتے خون کی وجہ سے حرام سمجھتے ہو دودھ کی وجہ سے بھی انھیں حرام جانو۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ إن تبدوا شیئًا أو تخفوہ فإن اللہ کان ...... الخ ﴾ : ٤٧٩٦]

مذکورہ بالا احکام بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین کو نصیحت کی کہ وہ ہر حال میں اللہ سے ڈرتی رہیں، ان کے لیے جو حدیں مقرر کی گئی ہیں ان سے تجاوز نہ کریں، غیروں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار نہ کریں، پردہ کرنا نہ چھوڑ دیں کہ غیر محرم مردوں کی نگاہیں ان پر پڑیں اور اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اور دیگر تمام انسانوں کے اعمال و حرکات کو دیکھ رہا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن ہلاکت و بربادی ان کا انجام بن جائے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا۔"

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مرتبہ و منزلت کا بیان ہے جو آسمانوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا و تعریف کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں بھیجتا ہے اور فرشتے بھی آپ کی بلندئ درجات کی دعا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ بھی آپ پر صلاۃ و سلام بھیجیں، تا کہ آپ کی تعریف میں دونوں عالم برابر ہو جائیں۔

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر درود کس طرح بھیجیں؟ کیونکہ سلام بھیجنے کا طریقہ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھلا دیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس طرح کہا کرو: «اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ، وَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ، وَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ» ''اے اللہ! تو محمد (ﷺ) اور آل محمد پر رحمتیں نازل فرما، جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمتیں نازل فرمائی تھیں، یقیناً تو تعریف کیا گیا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! تو محمد (ﷺ) اور آل محمد کے لیے برکتیں نازل فرما، جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم کے لیے برکتیں نازل فرمائی تھیں، یقیناً تو تعریف کیا گیا اور بزرگی والا ہے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، بابٌ : ۳۳۷۰]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مؤذن کی آواز سنو تو تم بھی وہی کہو جو وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ جو کوئی مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الصلوۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن ...... الخ : ۳۸٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس مجلس میں نہ اللہ کا ذکر کیا جائے اور نہ نبی ﷺ پر درود پڑھا جائے تو وہ مجلس اہل مجلس کے لیے باعث حسرت ہوگی۔ اگر اللہ چاہے گا تو ان کو سزا دے گا اور چاہے گا تو معاف کر دے گا۔'' [ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی القوم یجلسون ولا یذکرون اللہ : ۳۳۸۰]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم (پہلے) جب نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو اس طرح کہا کرتے تھے، اللہ کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام، فلاں پر سلام، فلاں پر سلام، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ نہ کہا کرو کہ اللہ پر سلام، اللہ تو خود سلام ہے، بلکہ یہ کہا کرو: «اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ» جب تم یہ کہو گے تو آسمان اور زمین میں جہاں کوئی اللہ کا نیک بندہ ہوگا اس کو تمھارا سلام پہنچ جائے گا۔ (پھر یہ کہا کرو) «اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ» ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب ما یتخیر من الدعاء بعد التشهد : ۸۳۵]

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾

''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کے

لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا۔"

اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے سے مراد اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا اور غصہ دلانا ہے، مثلاً جب کوئی شخص زمانے کو برا کہتا ہے تو وہ اللہ کو اذیت پہنچاتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، زمانے کو برا کہہ کر ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے، زمانہ تو میں ہوں۔ رات اور دن کو میں بدلتا ہوں۔" [مسلم، كتاب الألفاظ من الأدب، باب النهي عن سب الدهر : ٢٢٤٦]

شرک سے بھی اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بری بات سن کر صبر کرنے والا اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس کی اولاد ہے، اس کے باوجود وہ ان کو عافیت دیتا ہے اور رزق دیتا ہے۔" [بخاري، كتاب الأدب، باب الصبر في الأذى ...... الخ : ٦٠٩٩]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی اور جسمانی دونوں قسم کی تکلیفیں پہنچائی جا سکتی تھیں اور وہ پہنچائی گئیں۔ قرآن مجید اور کتب احادیث اس کے شاہد ہیں۔ الغرض اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانا بہت بڑا گناہ اور موجب لعنت ہے۔

وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾

ع ۷

"اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں، بغیر کسی گناہ کے جو انھوں نے کمایا ہو تو یقیناً انھوں نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔"

یعنی جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کی طرف ایسی بات منسوب کریں جس سے وہ بری ہوں، جسے انھوں نے نہ کیا ہو تو گویا کہ انھوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے اوپر لاد لیا۔ تہمت لگانا بہت بڑا گناہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الممتحنة : ١٢] "اے نبی! جب تیرے پاس مومن عورتیں آئیں، تجھ سے بیعت کرتی ہوں کہ وہ نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان لائیں گی جو اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے درمیان گھڑ رہی ہوں اور نہ کسی نیک کام میں تیری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش کی دعا کر۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت

رحم والا ہے۔‘‘
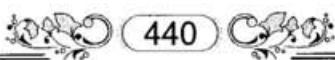
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سات تباہ کرنے والے گناہوں سے بچو۔‘‘ لوگوں نے عرض کی کہ وہ گناہ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ’’اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس جان کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھا جانا، لڑائی کے موقع پر (کفار کے مقابلہ سے) بھاگنا اور مومن و پاک دامن غافل عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔‘‘ [بخاري، كتاب الحدود، باب رمي المحصنات : ٦٨٥٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها : ٨٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ غیبت کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تیرا اپنے بھائی کا ایسے انداز میں ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔‘‘ پوچھا گیا کہ جو بات میں کہہ رہا ہوں اگر وہ میرے بھائی میں (فی الواقع) ہو (تو بھی وہ غیبت ہوگی)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر اس میں وہ بات موجود ہو اور تم کہو، تب ہی تو غیبت ہے۔ اگر تم کوئی ایسی بات کہو جو اس میں نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔‘‘ [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الغيبة : ٢٥٨٩۔ أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب في الغيبة : ٤٨٧٤۔ ترمذی، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في الغيبة : ١٩٣٤]

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزۡوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ يُدۡنِينَ عَلَيۡهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّۚ ذَٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَن يُعۡرَفۡنَ فَلَا يُؤۡذَيۡنَۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورٗا رَّحِيمٗا ﴿٥٩﴾

’’اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی چادروں کا کچھ حصہ اپنے آپ پر لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انھیں تکلیف نہ پہنچائی جائے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

عہد نبوی میں مسلمان عورتیں رات کو قضائے حاجت کے لیے نکلتیں تو بعض منافق انھیں لونڈیاں سمجھ کر، یا اس بہانے سے ان پر آوازیں کستے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور انھیں حکم دیا کہ جب وہ نکلا کریں تو لمبی چادر سے اپنے آپ کو اوپر سے نیچے تک ڈھانپ لیں، تاکہ ایذا پہنچانے والے اور شرارت پسند نوجوان جان جائیں کہ یہ شریف گھرانوں کی آزاد عورتیں ہیں، لونڈیاں نہیں، تو پھر اپنی شرارتوں سے باز رہیں گے۔

سیدنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ مومن عورتیں اپنی چادروں میں سے کچھ حصہ اپنے (چہروں کے) اوپر لٹکا لیا کریں تو انصار کی عورتیں جب باہر نکلتیں تو ایسے لگتا کہ ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوں، ان سیاہ چادروں کی وجہ سے جو وہ اپنے سروں پر لینے لگی تھیں۔ [أبو داوٗد، كتاب اللباس، باب في قول الله تعالى : ﴿ يدنين عليهن من جلابيبهن ﴾ : ٤١٠١]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس جاتی تھیں، حالانکہ وہ اندھیرے کی وجہ سے (بھی) پہچانی نہیں جاتی تھیں۔[بخاري، كتاب الأذان، باب انتظار الناس قيام الإمام العالم : ۸٦۷]

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ بعض حضرات چہرے کو پردہ کے حکم سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ ﴿ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ﴾ کا مطلب چادر لٹکا کر گھونگھٹ نکالنا نہیں، بلکہ اس سے مراد چادر کو اپنے جسم کے اردگرد اچھی طرح لپیٹ لینا ہے۔ اس توجیہ کی تہ میں جو کچھ ہے وہ سب کو معلوم ہے، ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ توجیہ کئی لحاظ سے غلط ہے، سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [النور : ۳۱] ''اور مومن عورتوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے، یا اپنے باپوں، یا اپنے خاوندوں کے باپوں، یا اپنے بیٹوں، یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں، یا اپنے بھائیوں، یا اپنے بھتیجوں، یا اپنے بھانجوں، یا اپنی عورتوں (کے لیے)، یا (ان کے لیے) جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہیں، یا ان لڑکوں کے لیے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے اور اپنے پاؤں (زمین پر) نہ ماریں، تاکہ ان کی وہ زینت معلوم ہو جو وہ چھپاتی ہیں اور تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

اس آیت کریمہ میں مومن مردوں کی طرح مومن عورتوں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اجنبی اور غیر محرم مردوں کو نہ دیکھیں، اگر کبھی اچانک کسی غیر محرم مرد پر نظر پڑ جائے تو فوراً اپنی نظر نیچی کر لیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، نہ بدکاری کریں، نہ اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کے سامنے اپنی شرم گاہ کھولیں اور نہ اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر کریں، البتہ جو چیزیں خود ہی ظاہر ہیں، یا انھیں کبھی مجبوراً ظاہر کرنا پڑتا ہے، جیسے برقع اور اوڑھنی کا ظاہری حصہ، راستہ دیکھنے کے لیے دونوں آنکھیں اور ان کا سرمہ، کوئی چیز پکڑنے کے لیے دونوں ہاتھ اور ان میں موجود انگوٹھی، تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

بعض علماء نے ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد یہ لی ہے کہ حجاب سے چہرہ اور ہاتھ مستثنیٰ ہیں، یعنی عورتوں کو غیر محرم سے بھی چہرہ اور ہاتھ چھپانے کی ضرورت نہیں، مفسر قرآن مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ نے سورۂ نور کی تفسیر کرتے ہوئے اس توجیہ کو درج ذیل وجوہ کی بنا پر غلط قرار دیا ہے:

① اس آیت میں احکام حجاب کی رخصتوں کا ذکر ہے، نہ کہ احکام حجاب کی پابندیوں کا۔ یعنی ذکر تو یہ چل رہا ہے کہ فلاں فلاں ابدی محرم رشتہ داروں سے بھی حجاب کی ضرورت نہیں، اپنی جیسی عورتوں سے بھی، لونڈیوں سے بھی، غلام اور نابالغ بچوں سے بھی اظہار زینت اور حجاب پر کوئی پابندی نہیں۔ اب دیکھیے اس آیت میں کہیں عام لوگوں یا غیر محرموں کا ذکر آیا ہے کہ ان سے بھی اظہار زینت پر کوئی پابندی نہیں؟ لہٰذا اگر ان حضرات کے بقول ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہی لے لیے جائیں تو بھی چنداں فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اس آیت میں مذکور اشخاص کے سامنے ہاتھ اور چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہی کا تو ذکر ہے۔

② اس بات کے باوجود بھی یہ توجیہ غلط ہے، کیونکہ ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں "ھا" کی ضمیر "زِينَتَهُنَّ" کی طرف راجع ہے، جو قریب ہی مذکور ہے، نہ کہ اعضائے بدن کی طرف جن کا یہاں ذکر موجود ہی نہیں۔ اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس زینت سے از خود ظاہر ہو جائے۔ گویا اللہ تعالیٰ عورتوں کو تکلیف مالا یطاق نہیں دینا چاہتے، یعنی اگر جلباب یا بڑی چادر یا برقع کسی وقت ہوا سے اٹھ جائے، غفلت یا کسی دوسرے اتفاق کی بنا پر عورت کا زیور یا زینت یا اس کا کچھ حصہ ظاہر ہو جائے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

③ پیچھے واقعۂ افک میں ایک طویل حدیث، جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، گزر چکی ہے، اس میں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے صفوان بن معطل سلمی کو جب بیدار ہو کر اپنے پاس کھڑا دیکھا تو اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ کیونکہ اس سے پہلے (سورۂ احزاب میں) پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا، پھر بعد میں کیا یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا؟

④ تمام بدن میں چہرہ ہی ایسا عضو ہے جس میں دلکشی کا سب سے زیادہ سامان ہوتا ہے۔ پھر اگر اسے ہی پردہ سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے تو باقی احکام حجاب کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝

"یقیناً اگر یہ منافق لوگ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑانے والے لوگ باز نہ

آئے تو ہم تجھے ضرور ہی ان پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ اس میں تیرے پڑوس میں نہیں رہیں گے مگر کم۔ اس حال میں کہ لعنت کیے ہوئے ہوں گے، جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے، بری طرح ٹکڑے کیا جانا۔ اللہ کے طریقے کی طرح ان لوگوں میں جو پہلے گزرے اور تو اللہ کے طریقے میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔"

منافقین کی ایذا رسانیوں اور ان کی ریشہ دوانیوں سے نبی کریم ﷺ اور مسلمان پریشان تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں دھمکی دی کہ اگر وہ اپنی خبیث حرکتوں سے باز نہ آئے تو وہ اپنے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو ان پر مسلط کر دے گا، جس کے نتیجہ میں وہ لوگ مدینہ سے نکال دیے جائیں گے۔ آگے فرمایا کہ وہ لوگ اللہ کی رحمت سے دور کر دیے گئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی نگاہوں میں مبغوض بنا دیے گئے ہیں، اللہ کی ان پر مار ہو۔ آخری آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے کہ خوف و ہراس پھیلانے والوں کو گرفتار کیا جاتا تھا اور انھیں قتل کر دیا جاتا تھا۔ یہ سزا کوئی نئی نہیں ہے، بلکہ پہلی امتوں میں ہمیشہ یہی سزا دی جاتی رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سزا میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور اب بھی یہی سزا نافذ رہے گی۔

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝

"لوگ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، تو کہہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تجھے کیا چیز معلوم کرواتی ہے، شاید قیامت قریب ہو۔"

مشرکین مکہ بطور استہزا اور یہود مدینہ بطور امتحان رسول اللہ ﷺ سے یہ پوچھتے تھے کہ قیامت کب آئے گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی ان کا جواب دیا کہ اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اس کی خبر اس نے نہ کسی نبی کو دی ہے اور نہ کسی فرشتے کو اور ان سے بطور دھمکی کہا کہ تمھیں کیا معلوم کہ اس کا وقت قریب آ گیا ہو اور تم اپنے انجام کو پہنچنے ہی والے ہو۔

قیامت کے واقع ہونے کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝﴾ [النازعات : ۴۲ تا ۴۴] "وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔"

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا

نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾

’’بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کی ہے۔ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہمیشہ، نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے، کہیں گے اے کاش کہ ہم نے اللہ کا کہنا مانا ہوتا اور ہم نے رسول کا کہنا مانا ہوتا۔‘‘

ان آیات میں ان کافروں کا انجام بتایا گیا ہے جو قیامت اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کی تکذیب کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور ان کے لیے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے، جس میں داخل ہونے کے بعد اس سے کبھی نہیں نکلیں گے۔ وہ وہاں اپنا کوئی یار و مددگار نہیں پائیں گے، جو اس مشکل ترین گھڑی میں ان کے کام آئے گا، یعنی جب ان کے چہرے جہنم کی آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے، جیسے گوشت کو آگ پر بھوننے کے لیے الٹ پلٹ کیا جاتا ہے، تو اس وقت بلک بلک کر روئیں گے اور مارے حسرت و یاس کے کہیں گے کہ اے کاش! ہم نے دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی بات مانی ہوتی تو آج ہمارا یہ حال نہ ہوتا۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کی، اے اللہ کے نبی! کافر اپنے منہ کے بل کیسے چلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ’’وہ ذات جس نے اسے دنیا میں دو پاؤں پر چلایا تھا کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ قیامت کے روز اسے منہ کے بل چلا دے؟‘‘ قتادہ رحمہ اللہ نے (حدیث بیان کر کے) کہا، کیوں نہیں، ہمارے رب کی عزت کی قسم! (وہ ذات ضرور اس بات پر قادر ہے)۔ [بخاري، كتاب الرقاق، باب الحشر : ۶۵۲۳]

يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا : قیامت کے دن کافر پچھتائیں گے، اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے پر نادم ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴾ [الحجر : ۲] ’’کسی وقت چاہیں گے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، کاش! وہ مسلم ہوتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴾ [الفرقان : ۲۶ تا ۲۹] ’’اس دن حقیقی بادشاہی رحمان کی ہوگی اور کافروں پر وہ بہت مشکل دن ہوگا۔ اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا، کہے گا اے کاش! میں رسول کے ساتھ کچھ راستہ اختیار کرتا۔ ہائے میری بربادی! کاش کہ میں فلاں کو دلی دوست نہ بناتا۔ بے شک اس نے تو مجھے نصیحت سے گمراہ کر دیا، اس کے بعد کہ میرے پاس آئی اور شیطان ہمیشہ انسان کو چھوڑ جانے والا ہے۔‘‘

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾

''اور کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انھوں نے ہمیں اصل راہ سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے رب! انھیں دوگنا عذاب دے اور ان پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت۔''

اس دن کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! کفر و شرک میں جو ہمارے سردار تھے، ہم نے ان کی باتوں میں آ کر ان کی تقلید اور پیروی کی، تو انھوں نے ہمیں گمراہ کر دیا، اس لیے تو آج انھیں دوگنا عذاب دے، ان پر بہت بڑی لعنت بھیج دے اور انھیں شدید ترین اور رسوا کن عذاب میں مبتلا کر دے۔

یہ آیت ردِ تقلید کی بہت بڑی دلیل ہے، ان لوگوں کے لیے تازیانۂ عبرت ہے جو قرآن و سنت کو چھوڑ کر لوگوں کی تقلید کرتے ہیں اور گمراہی کو راہِ راست سمجھتے ہیں۔ کافروں کی اس بددعا کا ذکر قرآن میں کئی جگہ ملتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴾ [صٓ : ٦١] ''وہ کہیں گے اے ہمارے رب! جو اس کو ہمارے آگے لایا ہے پس تو اسے آگ میں دگنا عذاب زیادہ کر۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۸، ۳۹] ''فرمائے گا ان جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی اپنے ساتھ والی کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آ ملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ نے اسے اس سے پاک ثابت کر دیا جو انھوں نے کہا تھا اور وہ اللہ کے ہاں بہت مرتبے والا تھا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے کہا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کی طرح نہ ہو جائیں جنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی عیب جوئی کر کے انھیں تکلیف پہنچائی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا کہ وہ لوگ ان پر جو عیب لگا رہے تھے، اس سے وہ بالکل پاک تھے۔ یعنی اے مسلمانو! تم بھی اپنے رسول کو ایذا نہ پہنچاؤ، جیسا کہ بعض منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی شادی، طلاق اور پھر زینب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی باتوں کے ذریعے سے ایذا پہنچائی تھی۔

بنی اسرائیل کی جانب سے موسیٰ علیہ السلام کی ایذا رسانی کا واقعہ روایت کرتے ہوئے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام بڑے شرمیلے اور ستر پوشی کرنے والے آدمی تھے۔ اللہ سے شرم و حیا کی وجہ سے ان کے جسم کا کوئی بھی (قابل ستر) حصہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بنی اسرائیل کے بعض لوگوں نے ان کو ستایا، وہ کہنے لگے، موسیٰ علیہ السلام جو اس قدر اپنا جسم چھپاتے ہیں تو ضرور ان میں کوئی عیب ہے، یا تو برص ہے یا فتق ہے یا پھر کوئی اور بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ موسیٰ علیہ السلام کی بے عیبی لوگوں پر ظاہر ہو جائے تو ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام (غسل کے لیے) الگ ہوئے۔ انھوں نے اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ کر نہانا شروع کیا، جب نہا چکے اور پتھر پر سے کپڑے لینے لگے تو پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ پڑا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی لی اور پتھر کے پیچھے یہ کہتے ہوئے بھاگے، اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے، وہ پتھر بنی اسرائیل کی ایک مجلس میں جا کر رک گیا اور بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو برہنہ دیکھ لیا۔ انھوں نے دیکھا کہ اللہ نے جو مخلوق پیدا کی ہے اس میں وہ بہترین جسم والے ہیں۔ الغرض! اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس عیب سے جو وہ ان کی طرف منسوب کرتے تھے، بری کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لے کر پہنے اور پتھر کو عصا سے مارنا شروع کیا۔ اللہ کی قسم! پتھر میں ان کی مار سے نشان پڑ گئے، تین یا چار یا پانچ۔ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان میں اسی طرف اشارہ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ نے اسے اس سے پاک ثابت کر دیا جو انھوں نے کہا تھا اور وہ اللہ کے ہاں بہت مرتبے والا تھا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳۴۰۴۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسٰی علیه السلام : ۳۳۹، بعد حدیث : ۲۳۷۱]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کیا تو انصار کا ایک شخص کہنے لگا، اللہ کی قسم! اس تقسیم سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا مندی نہیں ہے۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے اس بات کا ذکر کیا، تو غصے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم کرے، یقیناً ان کو اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی، لیکن انھوں نے صبر کیا۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب من أخبر صاحبه بما یقال فیه : ۶۰۵۹۔ مسلم، کتاب الزکاة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم علی الإسلام : ۱۰۶۲]

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ١ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۝ ﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کہو۔ وہ تمھارے لیے تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے لیے تمھارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کرلی، بہت بڑی کامیابی۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دو باتوں کی نصیحت کی ہے، پہلی بات یہ ہے کہ وہ اس کے عذاب وعقاب سے ڈریں، فرائض کو ادا کریں اور محرمات سے اجتناب کریں اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ ہر حال میں صحیح اور سچی بات کہیں، جس میں جھوٹ نہ ہو، کوئی ایچ پیچ اور ہیرا پھیری بھی نہ ہو۔ راست بازی سے بعض دفعہ اپنی ذات کو، اپنے اقرباء کو اور اپنے دوست واحباب کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے، یہ سب کچھ برداشت کرو لیکن راست بازی کا دامن نہ چھوڑو۔ ان دونوں کارہائے خیر کا ثمر یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے نیک اعمال قبول فرمائے گا اور ان کے گناہ معاف کر دے گا۔ آخر میں انھیں خوش خبری دی کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اوامر کو بجالائے گا اور نواہی سے گریز کرے گا وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کرے گا، اسے ہر خوف سے نجات ملے گی، اس کی ہر نیک تمنا پوری ہو گی، وہ جہنم سے بچا لیا جائے گا اور جنت اس کی ابدی منزل ہو گی۔

وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا: زبان سے اکثر ایسی بات نکل جاتی ہے جس سے فتنہ وفساد کے دروازے کھل جاتے ہیں، سننے والے کو اشتعال پیدا ہو جاتا ہے اور وہ جھگڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ بعض باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور ایسی بات کہہ کر انسان اپنی اخروی تباہی کو خود دعوت دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ١ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ١ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴾ [بنی إسرائیل: ٥٣] ”اور میرے بندوں سے کہہ دے وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو، بے شک شیطان ان کے درمیان جھگڑا ڈالتا ہے۔ بے شک شیطان ہمیشہ سے انسان کا کھلا دشمن ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بندہ کبھی ایسی بات منہ سے نکالتا ہے، جس میں اللہ کی رضامندی ہوتی ہے، وہ اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتا (اسے معمولی سمجھتا ہے) لیکن اس کی وجہ سے اللہ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور کبھی بندہ اللہ کو ناراض کرنے والی بات منہ سے نکال دیتا ہے اور وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا، لیکن اس کی وجہ سے وہ دوزخ میں جا گرتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان: ٦٤٧٨]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ”کیا میں تمھیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو

تمام معاملات کے لیے استحکام کا سبب ہے؟'' میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ! کیوں نہیں (ضرور خبر دیجیے)؟ آپ نے اپنی زبان کو پکڑا اور پھر فرمایا: ''اس کو روکو۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے نبی ! کیا جو باتیں ہم کرتے ہیں، ان کا بھی ہم سے مؤاخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''اے معاذ ! تیری ماں تجھے گم پائے (یعنی تجھ پر افسوس)! کیا لوگوں کو ان کے چہروں یا ان کے نتھنوں کے بل دوزخ میں الٹا ڈالنے والی سوائے زبان کی کھیتیوں کے کوئی اور چیز بھی ہے؟'' [ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی حرمة الصلوة : ۲٦١٦]

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا : اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی میں آخرت کی کامیابی ہے اور یہ کامیابی جنت میں داخل ہونا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [النساء : ۱۳، ۱٤] ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا، ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ﴿۷۲﴾

''بے شک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا، بلاشبہ وہ ہمیشہ سے بہت ظالم، بہت جاہل ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دین متین اور اس کے احکام کی عظمت و اہمیت بیان کی ہے کہ اس عظیم امانت کو اس نے آسمانوں اور زمین پر پیش کیا کہ وہ اس بارِ گراں کو قبول کریں، لیکن وہ اس بارِ گراں کو اٹھانے سے ڈر گئے اور انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انسان سے کہا کہ وہ اس امانت کو اٹھا لے، تو اس نے اسے قبول کر لیا، یوں اس نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا کہ اس نے ایک بھاری ذمہ داری قبول تو کر لی، لیکن یہ بڑا نادان واقع ہوا ہے کہ اس کے انجام سے بے خبر ہے۔

امانت سے متعلق وہ حدیث بھی ہے جسے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو حدیثیں سنی ہیں۔ ایک کو میں نے اپنی آنکھوں سے وقوع پذیر ہوتے دیکھ لیا ہے اور دوسری کے ظہور کا مجھے انتظار ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتری، پھر لوگوں نے قرآن کو سیکھا اور حدیث

کا علم حاصل کیا (یعنی ان کے ذریعے سے امانت کی مضبوطی ہوتی ہے)۔ پھر آپ نے امانت کے اٹھ جانے کی بابت فرمایا: ''آدمی سوئے گا تو اس کے دل سے امانت اٹھالی جائے گی اور اس کا ہلکا سا نشان باقی رہ جائے گا، پھر ایک دفعہ اور سوئے گا تو اب اس کا نشان ایک چھالے کی طرح رہ جائے گا، جیسے تو کوئی انگارا اپنے پاؤں پر لڑھکائے تو ایک چھالا پھول پڑتا ہے، اب وہ ابھرا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے اندر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ حال یہ ہو جائے گا کہ صبح اٹھ کر لوگ لین دین اور خرید و فروخت کریں گے، لیکن ایک بھی ایماندار نہیں ہوگا، یہاں تک کہ مشہور ہو جائے گا کہ فلاں قبیلے میں کوئی ایماندار ہے اور یہاں تک کہا جائے گا کہ یہ شخص کیسا عقلمند، کس قدر زیرک و دانا اور فراست والا ہے، حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔'' سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، دیکھو! اس سے پہلے تو میں ہر ایک سے ادھار کر لیا کرتا تھا، کیونکہ اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا اسلام اسے بے ایمانی سے روک دے گا اور اگر یہودی یا نصرانی ہے تو اس کا مددگار اسے بے ایمانی سے روک دے گا، لیکن اب تو میں صرف فلاں فلاں ہی سے معاملہ کروں گا۔ [بخاری، كتاب الرقاق، باب رفع الأمانة : ٦٤٩٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب رفع الأمانة والإيمان ...... الخ : ١٤٣]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ہم میں سے نہیں جو امانت کی قسم کھائے۔'' [أبو داؤد، كتاب الأيمان والنذور، باب كراهية الحلف بالإمانة : ٣٢٥٣۔ مسند أحمد : ٣٥٢/٥، ح : ٢٣٠٤٤]

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ وَ يَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾ ع

''تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور (تاکہ) اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول کرے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

گزشتہ آیت میں بیان کردہ بارِ گراں کی خطرناکیوں کی خبر دی گئی ہے، جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو تھا کہ ان میں سے بعض لوگ ایسے ہوں گے جو اس امانت سے عہدہ برآ نہیں ہوں گے۔ یا تو اپنے ایمان و اسلام میں مخلص نہیں ہوں گے، یا کفر و شرک کی راہ اختیار کریں گے، تو اللہ انھیں عہد شکنی کی وجہ سے عذاب دے گا۔ جبکہ جو لوگ اپنے ایمان میں مخلص ہوں گے، اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہوگا اور وہ توبہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ وَ لَہُ الۡحَمۡدُ فِی الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ ہُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ﴿۱﴾

''سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے اور آخرت میں بھی سب تعریف اسی کے لیے ہے اور وہی کمال حکمت والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔''

'' اَلۡحَمۡدُ '' سے مراد وہ تمام تعریفیں ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہو سکتی ہیں، ان سب کا حق دار صرف اللہ ہے جو آسمانوں اور زمین اور ان میں پائی جانے والی ہر چیز کا مالک ہے۔ وہ ان میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، وہ تمام نعمتیں جو رب العالمین نے اپنے بندوں کو دی ہیں، وہ سب اسی کی پیدا کردہ ہیں۔ اس لیے آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی مخلوقات کے وجود پر اللہ کی تعریف بیان کرنا، گویا اس کی ان نعمتوں پر تعریف بیان کرنا ہے جو اس نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں۔

وَلَہُ الۡحَمۡدُ فِی الۡاٰخِرَۃِ : یعنی اہل جنت جب اپنے رب کے فضل و کرم سے جنت میں بھیج دیے جائیں گے تو تبھی اس کے گن گائیں گے اور اس کی حمد و ثنا بیان کریں گے، کہیں گے: ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ صَدَقَنَا وَعۡدَہٗ ﴾ [الزمر : ۷٤]
''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا۔'' ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ہَدٰىنَا لِہٰذَا ﴾ [الأعراف : ٤٣]
''سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی۔'' ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَذۡہَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ ﴾ [فاطر : ٣٤]

’’سب تعریف اس اللہ کی ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔‘‘

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيهَا ؕ وَ هُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ۝۲

’’وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی نہایت رحم والا، بے حد بخشنے والا ہے۔‘‘

زمین میں داخل ہونے والی چیزیں بہت سی ہو سکتی ہیں، مثلاً پانی، بیج، مردے وغیرہ اور زمین سے نکلنے والی چیزیں بھی بہت سی ہو سکتی ہیں، مثلاً نباتات، معدنیات، دفینے وغیرہ۔ اسی طرح آسمان سے نازل ہونے والی چیزیں بھی بہت سی ہو سکتی ہیں، مثلاً فرشتے، پانی، بجلی وغیرہ اور آسمان میں چڑھنے والی چیزیں بھی بہت سی ہو سکتی ہیں، مثلاً فرشتے، دعائیں، اعمال صالحہ وغیرہ۔

الغرض اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر چیز ہے، اس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اسے لوگوں کی نیکیوں کا بھی علم ہے اور لوگوں کی برائیوں کا بھی علم ہے۔ انسان کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اسے ہمارے گناہوں کا علم نہیں، اسے علم ہوتا ہے لیکن وہ فوری سزا نہیں دیتا، بلکہ ڈھیل دیتا ہے اور بہت سے گناہوں کو تو وہ ویسے ہی معاف کر دیتا ہے۔ یہ اس کا رحم و کرم ہے، کیونکہ وہ رحیم بھی ہے اور غفور بھی۔

وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا : آسمان سے نازل ہونے والی بارش اور رزق کو اور آسمان پر چڑھنے والے اعمال صالحہ اور اس کے علاوہ کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تمھارے پاس رات اور دن کو باری باری فرشتے آتے جاتے ہیں اور وہ صبح اور عصر کی نماز میں اکٹھے ہو جاتے ہیں، پھر وہ فرشتے جو تمھارے پاس رات گزارتے ہیں، وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں، ہم انھیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑ کر آئے ہیں اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے، تب بھی وہ نماز میں مصروف تھے۔‘‘ [بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر : ۵۵۵۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح والعصر : ۶۳۲]

وَ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلَىٰ وَ رَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْأَرْضِ وَ لَا أَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ۝۳

”اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ کہہ دے کیوں نہیں، قسم ہے میرے رب کی! وہ تم پر ضرور ہی آئے گی، (اس رب کی قسم ہے) جو سب چھپی چیزیں جاننے والا ہے! اس سے ذرہ برابر چیز نہ آسمانوں میں چھپی رہتی ہے اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی کوئی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔“

مشرکین مکہ آخرت کا انکار کرتے تھے، کہتے تھے کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان کے اس باطل عقیدہ کی تردید کی ہے کہ یہ تمھاری خام خیالی ہے۔ اس رب کی قسم جو تمام غیبی امور کو جاننے والا ہے! قیامت آ کر رہے گی، اس علام الغیوب سے آسمانوں اور زمین کے درمیان ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز مخفی نہیں ہے، ہر چیز اور ہر بات اس کے علم میں ہے اور لوح محفوظ میں درج ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے، اسے ہر بات کی خبر ہے، اسے علم ہے کہ قیامت قائم ہوگی۔ اس نے خبر دی ہے کہ قیامت قائم ہوگی، لہٰذا ضرور قائم ہوگی، اس لیے کہ نہ اس کا علم غلط ہو سکتا ہے اور نہ اس کی خبر غلط ہو سکتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٥٩، ٦٠] ”اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا، پھر وہ تمھیں اس میں اٹھا دیتا ہے، تاکہ مقرر مدت پوری کی جائے، پھر اسی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ [الحج : ٦، ٧] ”یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور (اس لیے) کہ بے شک وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور (اس لیے) کہ بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور (اس لیے) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔“

اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ : یعنی وہ لوح محفوظ میں موجود اور درج ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے: ”اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں کو آسمانوں اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسیٰ صلی اللہ علیہما وسلم : ٢٦٥٣]

کفار مکہ بعث بعد الموت اور قیامت کے دن جزا و سزا کا انکار مختلف انداز میں کرتے تھے۔ ایک انداز یہ بھی تھا کہ وہ خاتم النبیین ﷺ کا مذاق اڑانے کے لیے بھی یہ موضوع چھیڑتے تھے اور اپنے ہی جیسے دیگر کافروں سے کہتے تھے کہ کیا ہم تمھیں ایک ایسا آدمی دکھائیں جو اپنے مجنونانہ افکار و خیالات میں اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ کہتا پھرتا ہے کہ جب ہم لوگ مر کر مٹی میں مل جائیں گے، تو اللہ ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ مزید تبصرہ کرتے ہوئے کہتے کہ وہ اللہ پر افترا پردازی کر رہا ہے کہ مجھے اللہ نے یہ بات بذریعہ وحی بتائی ہے، یا پھر اسے جنون لاحق ہو گیا ہے جس کے زیر اثر اس طرح کی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی یہ بات اس قابل ہی نہیں کہ اس کے صدق و کذب سے متعلق بات کی جائے۔ بس انھیں جان لینا چاہیے کہ قیامت کے دن انھیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ : یعنی وہ اپنی گمراہی میں بہت دور جا چکے ہیں، جہاں سے ان کے راہ راست کی طرف لوٹ کر آنے کی اب کوئی توقع نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَا اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴾ [الشوریٰ : ۱۸] ”اسے وہ لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ لوگ جو ایمان لائے، وہ اس سے ڈرنے والے ہیں اور جانتے ہیں کہ بے شک وہ حق ہے۔ سنو! بے شک وہ لوگ جو قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں یقیناً وہ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۣاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴾ [إبراھیم : ۱۸] ”ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، ان کے اعمال اس راکھ کی طرح ہیں جس پر آندھی والے دن میں ہوا بہت سخت چلی۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر قدرت نہ پائیں گے جو انھوں نے کمایا، یہی بہت دور کی گمراہی ہے۔“

اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝ ﴿۹﴾ ع

”تو کیا انھوں نے اس کی طرف نہیں دیکھا جو آسمان و زمین میں سے ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اگر ہم چاہیں انھیں زمین میں دھنسا دیں، یا ان پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دیں۔ یقیناً اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے ضرور ایک نشانی ہے۔“

اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ : فرمایا کہ آخرت کا یہ انکار زمین و آسمان کی

پیدائش میں غور وفکر نہ کرنے کا نتیجہ ہے، ورنہ جو ذات آسمان جیسی چیز، جس کی بلندی اور وسعت نا قابل بیان ہے اور زمین جیسی چیز، جس کا طول وعرض بھی نا قابل فہم ہے، انھیں پیدا کر سکتا ہے، اس کے لیے اپنی ہی پیدا کردہ چیز کا دوبارہ پیدا کر دینا اور اسے دوبارہ اسی حالت میں لے آنا جس میں وہ پہلے تھی، کیوں کر ناممکن ہے؟

اِنۡ نَّشَاۡ نَخۡسِفۡ بِهِمُ الۡاَرۡضَ اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَيۡهِمۡ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ : یعنی جس قادر مطلق نے ایسے مہیب آسمان و زمین پیدا کیے ہیں جو انسانوں کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ منکرین قیامت پر جلد ہی کوئی عذاب نازل کر دے۔ چاہے تو قارون کی طرح انھیں زمین میں دھنسا دے، یا آسمان کے ٹکڑے گرا کر انھیں ہلاک کر دے، جس طرح اس نے اصحاب الایکہ کو ہلاک کیا تھا۔

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا ہے (اس کی باگ ڈھیلی کرتا ہے، تاکہ وہ خوب نافرمانی کر لے اور عذاب کا مستحق ہو جائے) پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو نہیں چھوڑتا۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر و الصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

وَ لَقَدۡ اٰتَيۡنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضۡلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيۡ مَعَهٗ وَ الطَّيۡرَ ۚ وَ اَلَنَّا لَهُ الۡحَدِيۡدَ ۙ﴿۱۰﴾ اَنِ اعۡمَلۡ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرۡ فِي السَّرۡدِ وَ اعۡمَلُوۡا صَالِحًا ؕ اِنِّيۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۱۱﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل عطا کیا، اے پہاڑو! اس کے ساتھ تسبیح کو دہراؤ اور پرندے بھی اور ہم نے اس کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔ یہ کہ کشادہ زرہیں بنا اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے خاص فضل سے نوازا تھا، انھیں نبوت، زبور اور بادشاہت دی تھی۔ ان نعمتوں میں سے ایک حسن صوت کی نعمت تھی۔ جب وہ اللہ کی تسبیح پڑھتے تو پہاڑ بھی تسبیح خوانی میں مصروف ہو جاتے، اڑتے پرندے ٹھہر جاتے اور زمزمہ خواں ہو جاتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ سَخَّرۡنَا مَعَ دَاوٗدَ الۡجِبَالَ يُسَبِّحۡنَ وَ الطَّيۡرَ ؕ وَ كُنَّا فٰعِلِيۡنَ ﴾ [الأنبياء : ٧٩] ”اور ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا، جو تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور ہم ہی کرنے والے تھے۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ (یعنی مجھ) سے فرمایا: ”اگر تم مجھے دیکھتے جب میں کل رات تمھاری قراءت سن رہا تھا (تو بہت خوش ہوتے)، بے شک تمھیں آل داؤد (علیہ السلام) کی آوازوں میں سے ایک آواز دی گئی ہے۔“ [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن : ٧٩٣/٢٣٦]

’’پھر جب ہم نے اس پر موت کا فیصلہ کیا تو انھیں اس کی موت کا پتا نہیں دیا مگر زمین کے کیڑے (دیمک) نے جو اس کی لاٹھی کھاتا رہا، پھر جب وہ گرا تو جنوں کی حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلیل کرنے والے عذاب میں نہ رہتے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی موت کا ذکر کیا ہے۔ جب سلیمان علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ اب ان کی موت کا وقت آ چکا ہے، اس وقت آپ نے جنوں کو بیت المقدس کی تعمیر پر لگایا ہوا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی موت کی خبر کو جنوں سے چھپا دیا، تاکہ لوگ جان لیں کہ ’’جن‘‘ غیب کی کوئی بات نہیں جانتے۔ چنانچہ سلیمان علیہ السلام ایک لاٹھی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور اسی حال میں ان کی موت آ گئی، لیکن جن کام کرتے رہے اور انھیں ایک مدت تک اس کی خبر نہ ہوئی۔ جب اللہ نے چاہا تو دیمک نے ان کی لاٹھی کو نیچے سے کھا لیا اور سلیمان کا جسم زمین پر گر گیا۔ تب جنوں کو ان کی موت کی خبر ہوئی اور کہنے لگے کہ اگر انھیں غیب کا علم ہوتا تو ایک مدت سے عذاب میں نہ رہتے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾

’’بلاشبہ یقیناً سبا کے لیے ان کے رہنے کی جگہ میں ایک نشانی تھی۔ دو باغ دائیں اور بائیں (جانب) سے۔ اپنے رب کے دیے سے کھاؤ اور اس کا شکر کرو، پاکیزہ شہر ہے اور بے حد بخشنے والا رب ہے۔‘‘

گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ کے کچھ شکر گزار بندوں اور شکر کی بدولت ان پر اللہ کے جو احسانات ہوئے ان کا ذکر ہوا، اسی ضمن میں اب ایک ایسی قوم کا ذکر ہو رہا ہے جس پر اللہ نے بڑے احسانات کیے تھے، لیکن انھوں نے کفرانِ نعمت کی راہ اختیار کر لی تو اللہ نے وہ نعمتیں ان سے چھین لیں اور انھیں فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیا۔

سبا وہی قوم تھی جس کی ملکہ سبا مشہور ہے، جو سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں مسلمان ہو گئی تھی۔ جن کا علاقہ اب ’’مارب‘‘ کے نام سے جانا جاتا ہے اور صنعاء سے تین رات کی مسافت پر واقع ہے۔ ایک زمانہ تھا جب تہذیب و تمدن کے لحاظ سے اسی قوم کا طوطی بولتا تھا اور روم اور یونان کی تہذیبیں ان کے سامنے ہیچ تھیں۔ ان لوگوں کا آب پاشی کا نظام نہایت عمدہ تھا۔ اس علاقہ کے دو طرف پہاڑی سلسلے تھے۔ جگہ جگہ ان لوگوں نے بارش کا پانی روکنے اور ذخیرہ رکھنے کے لیے بند بنا رکھے تھے۔ ان کے علاقہ کے دونوں طرف پہاڑوں کے دامن میں باغات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں گونا گوں نعمتوں سے نوازا اور کہا کہ تم لوگ اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، نیک عمل کرو اور گناہوں سے بچو۔ اتنا اچھا، خوبصورت اور پاک و صاف شہر عطا کرنے والا اور گناہوں کی مغفرت کرنے والا رب تم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہر دم اپنے رب کا شکر ادا کرتے رہو۔

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَ هَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

"پھر انھوں نے منہ موڑ لیا تو ہم نے ان پر بند کا سیلاب بھیجا اور ہم نے انھیں ان کے دو باغوں کے بدلے دو اور باغ دیے جو بدمزہ پھلوں اور جھاؤ کے درختوں اور کچھ تھوڑی سی بیریوں والے تھے۔ یہ ہم نے انھیں اس کا بدلہ دیا جو انھوں نے ناشکری کی اور ہم یہ بدلہ نہیں دیتے مگر اسی کو جو بہت ناشکرا ہو۔"

یعنی پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار نعمتوں پر شکر کے بجائے ناشکری کی، اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کی پوجا شروع کر دی، جیسا کہ ہدہد نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی تھی: ﴿ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [النمل : ۲۲ تا ۲۴] "اور میں تیرے پاس سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ بے شک میں نے ایک عورت کو پایا کہ ان پر حکومت کر رہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے حصہ دیا گیا ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کر دیے ہیں، پس انھیں اصل راستے سے روک دیا ہے، پس وہ ہدایت نہیں پاتے۔"

لہٰذا اللہ نے ان سے ایسا انتقام لیا کہ وہ مضبوط بند جو دو پہاڑوں کے درمیان بنا ہوا تھا، جو بارش کے پانی کو روکے ہوئے تھا، پانی ضرورت کے مطابق اس بند میں بنے ہوئے سوراخوں سے نکل کر باغات تک پہنچتا تھا، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ بند ٹوٹ گیا اور پانی کی شدید موجوں سے ان کے مکانات غرقاب ہو گئے، آب پاشی کا نظام درہم برہم ہو گیا اور وہ لوگ وہاں سے جان بچا کر دوسری جگہ چلے جانے پر مجبور ہو گئے۔ جہاں یا تو ایسے درخت تھے جن کے پھل کڑوے اور ناقابل خوردنی تھے، یا بغیر پھلوں والے جنگلی درخت تھے اور کچھ بیری کے درخت تھے جو کسی کام کے نہیں تھے۔ اگلی آیت میں اللہ نے فرمایا کہ ان کی ناشکری کا ہم نے انھیں ایسا بدلہ دیا، یہ اللہ کا نظام ہے کہ جو اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اس سے اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے اور اسے زحمتوں اور مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ : سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے آپ پر حرام کیا ہے اور تم پر بھی حرام کیا ہے، سو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم مت کیا کرو۔" [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

کی اولاد کو ہر صورت جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٣٩﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ [الحجر : ۳۹، ۴۰] ''اس نے کہا اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور ہی ان کے لیے زمین میں مزین کروں گا اور ہر صورت میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر ان میں سے تیرے وہ بندے جو خالص کیے ہوئے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۶، ۱۷] ''اس نے کہا پھر اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور ہی ان کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔ پھر میں ہر صورت ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں طرفوں سے اور ان کی بائیں طرفوں سے آؤں گا اور تو ان کے اکثر کو شکر کرنے والے نہیں پائے گا۔''

وَ مَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ۭ وَ رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿٢١﴾

''اور اس کا ان پر کوئی غلبہ نہ تھا مگر تاکہ ہم جان لیں کون ہے جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس سے (الگ) جو اس کے بارے میں شک میں ہے اور تیرا رب ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے۔''

ابلیس کے پاس کوئی ایسی طاقت نہیں کہ وہ زبردستی لوگوں کو اللہ کی راہ سے ہٹا کر اپنی راہ پر ڈال دے۔ وہ صرف یہی اختیار رکھتا ہے کہ انسان کے دل میں وسوسہ ڈال سکے، گناہ کو اس کی نگاہ میں خوبصورت بنا کر پیش کرے اور اللہ کی نافرمانی کی طرف بلائے۔ یہ اجازت اسے اس لیے ملی ہوئی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون آخرت پر ایمان لا کر اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق اپنی زندگی گزارتا ہے اور کون اس کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا ہو کر معصیت و سرکشی کی راہ اختیار کرتا ہے؟ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کا رب ہر چیز اور ہر بات سے باخبر ہے۔ وہ اپنے بندوں کے اچھے اور برے اعمال کو گن رہا ہے، تاکہ قیامت کے دن ان کا حساب لے اور انھیں ان کا بدلہ دے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿٢٢﴾

''کہہ دے پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔''

یعنی ان کفار مکہ سے کہیے کہ میرا پروردگار وہ ہے جو کائنات کی ہر چیز کا خالق ہے، جو اس کا شکر ادا کرتا ہے اسے وہ نعمتوں سے نوازتا ہے اور جو ناشکری کرے تو اللہ انھیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ اب تم بتاؤ کہ جن معبودوں کو تم پکارتے ہو، ان میں سے کوئی ایسا کام کر سکتا ہے؟ اگر تمھیں کچھ شک ہے تو انھیں پکار کر دیکھ لو کہ کیا وہ آڑے وقت میں کسی کے کام آ سکتے ہیں؟ یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔ اس لیے کہ وہ پتھر کے بے جان صنم ہیں، آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی چیزوں میں سے ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں، نہ ان کی تخلیق و ملکیت میں وہ اللہ کے کسی بھی حیثیت سے شریک ہیں اور نہ کارہائے کائنات کے چلانے میں اللہ کو ان کی مدد کی ضرورت ہے۔

لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴾ [فاطر : ۱۳] ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [لقمان : ۱۰، ۱۱] ''اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔''

وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝۲۳

''اور نہ سفارش اس کے ہاں نفع دیتی ہے مگر جس کے لیے وہ اجازت دے، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں تمھارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں حق (فرمایا) اور وہی سب سے بلند، بہت بڑا ہے۔''

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ : یعنی اللہ کی عظمت، جلالت اور کبریائی کی وجہ سے کسی کو بھی اس کی اجازت کے بغیر کسی چیز کے بارے میں سفارش کی جرأت نہیں ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ [البقرة : ۲۵۵] ''کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَئِذٍ

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی کفار کی زجر وتوبیخ کے لیے فرمایا کہ تمھیں آسمانوں سے بارش برسا کر اور زمین سے پودے اگا کر کون روزی دیتا ہے؟ ظاہر ہے کہ ان کے پاس اس کے سوا اور کیا جواب ہے کہ وہ اللہ ہے جو سب کا روزی رساں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ کافروں کو خبر دے دیں کہ وہ گمراہی پر ہیں، لیکن ایک ایسے اسلوب میں جس میں ان کے لیے دعوت فکر ونظر بھی ہو، کہا کہ یقیناً ہم دونوں جماعتوں میں سے ایک راہ حق پر ہے اور دوسری جماعت گمراہ ہے۔ ایک جماعت ان لوگوں کی ہے جو صرف اللہ کو خالق و رازق مانتے ہیں اور اسی کی عبادت کرتے ہیں اور دوسری جماعت ان لوگوں کی ہے جو پتھر کے بنے بتوں کی پوجا کرتے ہیں، جن میں کوئی قدرت نہیں ہے۔ ہر عقل وخرد والا یہی کہے گا کہ راہِ حق پر وہ لوگ ہیں جو اس ذات برحق کی عبادت کرتے ہیں جو پیدا کرتا ہے، روزی دیتا ہے اور نفع ونقصان کا مالک ہے اور گمراہ وہ ہیں جو بے جان بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔

قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَ لَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

”کہہ دے نہ تم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو ہم نے جرم کیا اور نہ ہم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تم کرتے ہو۔“

اس آیت کریمہ میں مشرکین سے اظہار براءت کیا جا رہا ہے، یعنی نہ تمھارا ہم سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہمارا تم سے کوئی تعلق۔ ہم تو تمھیں اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں کہ اس کی توحید کو اختیار کرو اور صرف اور صرف اس کی عبادت کرو۔ اگر تم ہماری اس دعوت کو قبول کر لو گے تو پھر تم ہمارے اور ہم تمھارے اور اگر تم اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کرو گے تو ہم تم سے بری اور تم ہم سے بے زار، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّاۤ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [یونس : ٤١] ”اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم کر رہے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَ لِيَ دِيْنِ ﴾ [الکافرون : ١ تا ٦] ”کہہ دے اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم نے کی۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین ہے۔“

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَ هُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾

”کہہ ہم سب کو ہمارا رب جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور وہی خوب فیصلہ کرنے والا،

سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

یعنی قیامت کے دن وہ تمام مخلوقات کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، اگر عمل اچھا ہوا تو اچھی جزا عطا فرمائے گا اور اگر عمل برا ہوا تو بری جزا دے گا۔ اس دن تم جان لو گے کہ عزت، نصرت اور ابدی سعادت کن لوگوں کو حاصل ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ ۝ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ فَأُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ﴾ [الروم : ١٤ تا ١٦] ’’اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن وہ الگ الگ ہو جائیں گے۔ پھر جو لوگ تو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے سو وہ عالی شان باغ میں خوش و خرم رکھے جائیں گے۔ اور رہ گئے وہ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو وہ عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے۔‘‘

قُلْ أَرُونِيَ الَّذِينَ أَلْحَقْتُم بِهِ شُرَكَاءَ ۖ كَلَّا ۚ بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝٢٧

’’کہہ دے مجھے وہ لوگ دکھاؤ جنھیں تم نے شریک بنا کر اس کے ساتھ ملایا ہے۔ ہرگز نہیں، بلکہ وہی اللہ سب پر غالب، بڑی حکمت والا ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں معبودانِ مشرکین کے جھوٹے اور باطل ہونے کی ایک دلیل پیش کی گئی ہے۔ آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ ان سے پوچھیں کہ جنھیں تم اللہ کا شریک بناتے ہو، ذرا دکھاؤ تو سہی کہ ان میں کون سی خوبی پائی جاتی ہے، جس کی بنیاد پر تم نے انھیں اللہ کا شریک ٹھہرایا ہے؟ پھر اللہ نے خود ہی جواب دیا کہ وہ اپنے جھوٹے معبودوں میں کوئی بھی ایسی صفت ثابت نہیں کر سکتے ہیں وہ کوئی بھی ایسا معبود نہیں دکھا سکتے ہیں، جو اللہ کے سوا انھیں نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہو۔ وہ تو صرف اللہ کی تنہا ذات ہے جو بڑی عزت والی، ہر چیز پر غالب اور اپنے تمام اعمال میں حکیم و دانا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝٢٨

’’اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ قیامت تک کے لیے تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اب ہر زمانے کے لوگوں پر آپ کی پیروی فرض ہے اور تمام لوگوں کے لیے آپ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنا لازمی ہے۔ اب نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ کوئی نئی شریعت آئے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴾ [الأعراف : ١٥٨] ’’کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی

طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا﴾ [الفرقان : ۱] ''بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار آیا اور اس نے اونٹ کو مسجد (کے صحن) میں بٹھا کر باندھ دیا، پھر لوگوں سے پوچھنے لگا کہ تم میں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت لوگوں میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا، یہی سفید رنگ کے جو آدمی تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ آپ سے کہنے لگا، اے عبدالمطلب کے بیٹے! آپ نے اس سے فرمایا: ''کہو، میں سن رہا ہوں۔'' وہ کہنے لگا، میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، لیکن قدرے سختی سے پوچھوں گا تو آپ اپنے دل میں برا نہ مانیے گا۔ آپ نے فرمایا: ''جو تمھارا جی چاہے پوچھیے۔'' اس نے کہا کہ میں آپ کو آپ کے رب اور اگلے لوگوں کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم، ہاں!'' اس نے کہا، میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ رات اور دن میں پانچ نمازیں پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم، ہاں!'' پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ پورے سال میں ایک ماہ کے روزے رکھیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم، ہاں!'' پھر اس نے کہا، میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہم میں سے جو مال دار لوگ ہیں ان سے زکوٰۃ لے کر ہمارے محتاجوں میں تقسیم کر دیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم، ہاں!'' وہ شخص کہنے لگا، جو شریعت آپ لائے ہیں میں اس پر ایمان لایا، مجھے میری قوم کے لوگوں نے بھیجا ہے، جو یہاں نہیں آئے، میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے اور میں بنو سعد بن بکر کے خاندان سے ہوں۔ [بخاری، کتاب العلم، باب ما جاء فی العلم : ۶۳]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے چھ باتوں کی وجہ سے دیگر نبیوں پر فضیلت دی گئی ہے، پہلی یہ کہ مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں (یعنی ایسا کلام دیا گیا جس میں الفاظ کم اور معانی بہت ہیں)، دوسری یہ کہ مجھے رعب سے مدد دی گئی ہے، تیسری یہ کہ غنیمت کے مال میرے لیے حلال کر دیے گئے ہیں، چوتھی یہ کہ میرے لیے ساری زمین پاک کرنے والی اور مسجد بنا دی گئی ہے، پانچویں یہ کہ مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور چھٹی یہ کہ مجھے خاتم النبیین بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' [مسلم، کتاب الصلاۃ، باب المساجد و مواضع الصلوۃ : ۵۲۳]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے ہر سیاہ و سرخ (یعنی جن و انس یا عرب و عجم) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔“ [مسند أحمد : ۱٤٥/٥، ح : ۲۱۳٥۷]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کو خطوط لکھے اور ہر جابر حکمران کو خط لکھا۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب کتب النبی ﷺ إلی ملوك الکفار و یدعوهم إلی الإسلام : ۱۷۷٤]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مجھے بتلایا کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صلح کا معاہدہ (حدیبیہ) ہو گیا۔ پھر صلح کے دنوں میں تجارت کی غرض سے میں شام چلا گیا۔ اس دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خط ہرقل کے پاس پہنچا۔ یہ خط دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے۔ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے یہ خط بصریٰ کے گورنر کے حوالے کیا، پھر بصریٰ کے گورنر نے اسے ہرقل کے پاس پہنچا دیا۔ [بخاری، کتاب الجهاد، باب دعاء النبی ﷺ إلی الإسلام والنبوۃ : ۲۹٤۰، ۲۹٤۱]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کی طرف جو خط لکھا اس کا مضمون یہ تھا: ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے شاہ روم ہرقل کے نام! ہدایت کے پیروکار پر سلام ہو! اما بعد! میں تمھیں اسلام کے کلمہ کی طرف بلاتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ، سلامتی پا جاؤ گے، (جب مسلمان ہو جاؤ گے) تو اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرے اجر سے نوازیں گے۔ اس کے باوجود اگر آپ نے اعراض کیا تو آپ کی رعایا کے اسلام قبول نہ کرنے کا گناہ بھی آپ کی گردن پر ہوگا، اور یہ آیت لکھوائی: ﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ٦٤] ”اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان برابر ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔“ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی : ۷]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کو خط لکھا اور عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ آپ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اسے بحرین کے گورنر کے حوالے کر دیں، تو بحرین کے گورنر نے اسے کسریٰ (شاہِ ایران) کے پاس پہنچا دیا۔ تو جب اس نے خط پڑھا تو اسے پھاڑ دیا۔ (امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ) میرا خیال ہے کہ سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (مجوسیوں) کے لیے بددعا کی: ((اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ)) ”(اے اللہ!) وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو (کر تباہ ہو) جائیں۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبی ﷺ إلی کسریٰ و قیصر : ٤٤۲٤]

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ: ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یوسف : ۱۰۳] ”اور اکثر لوگ، خواہ تو حرص کرے، ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ [الأنعام : ۱۱٦] ”اور اگر تو ان لوگوں میں سے اکثر کا کہنا مانے جو زمین میں ہیں تو وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔“

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّ لَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝

”اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا، اگر تم سچے ہو؟ کہہ تمھارے لیے ایک دن کا طے شدہ وعدہ ہے، جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے رہو گے اور نہ آگے بڑھو گے۔“

کفار مکہ جو قیامت اور اس دن کی جزا و سزا کے منکر تھے، نبی ﷺ اور مسلمانوں سے استہزا آمیز انداز میں پوچھتے تھے کہ وہ عذاب کب آئے گا جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا، آپ کہہ دیجیے کہ وہ دن اللہ کے علم میں مقرر ہے، جب وہ آجائے گا تو تمھارے چاہنے کے باوجود نہ ایک لحہ پیچھے ہوگا، تاکہ تم اپنے کفر و شرک سے توبہ کرلو اور نہ کسی کے کہنے سے ایک لحہ آگے ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ﴾ [هود : ۱۰٤، ۱۰۵] ”اور ہم اسے مؤخر نہیں کر رہے، مگر ایک گنے ہوئے وقت کے لیے۔ جس دن وہ (وقت) آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا بات نہیں کرے گا، پھر ان میں سے کوئی بدبخت ہوگا اور کوئی خوش قسمت۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾ [النحل : ٦١] ”اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑے تو اس کے اوپر کوئی چلنے والا نہ چھوڑے اور لیکن وہ انھیں ایک مقرر وقت تک ڈھیل دیتا ہے، پھر جب ان کا وقت آجاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔“

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ لَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْ لَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ

نَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْۤ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

''اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا ہم ہرگز نہ اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ اس پر جو اس سے پہلے ہے، اور کاش! تو دیکھے جب یہ ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کیے ہوئے ہوں گے، ان میں سے ایک دوسرے کی بات رد کر رہا ہوگا، جو لوگ کمزور سمجھے گئے تھے ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہہ رہے ہوں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لانے والے ہوتے۔ وہ لوگ جو بڑے بنے تھے، ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے گئے، کہیں گے کیا ہم نے تمھیں ہدایت سے روکا تھا، اس کے بعد کہ وہ تمھارے پاس آئی ؟ بلکہ تم مجرم تھے۔ اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے، ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہیں گے بلکہ (تمھاری) رات اور دن کی چالبازی نے (ہمیں روکا) جب تم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لیے شریک ٹھہرائیں۔ اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب عذاب دیکھیں گے اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں جنھوں نے کفر کیا، طوق ڈال دیں گے۔ انھیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

نبی کریم ﷺ کفارِ مکہ سے توحید و رسالت اور آخرت کی بات کرتے ہوئے کبھی کہتے کہ قرآن کریم کی طرح تورات و انجیل نے بھی ان عقائد پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے، تو وہ کبر و عناد میں آ کر کہتے کہ ہم نہ قرآن کو آسمانی کتاب سمجھتے ہیں اور نہ ان کتابوں کو جو اس سے پہلے نازل ہوئی تھیں۔ آگے میدانِ محشر میں اور اس کے بعد کے مواقع پر کفار کا کیا حال ہوگا، اسے بیان کر کے انھیں اسی دنیا میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے، شاید کہ وہ ایمان لے آئیں۔ نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ کافروں کی بے کسی کا کیسا منظر ہوگا جب وہ رب العالمین کے سامنے ذلیل و خوار بن کر کھڑے ہوں گے اور اپنا تاریک انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ کر جب کچھ نہ بن پڑے گا تو آپس میں جھگڑیں گے۔ دنیاوی مقام و مرتبہ کے اعتبار سے کمزور کفار، جنھوں نے دنیا میں کفر کے سرغنوں کی پیروی کی تھی اور ایمان نہیں لائے تھے، وہ ان سرغنوں سے کہیں گے کہ اگر تم نے ہمیں ایمان لانے سے نہ روکا ہوتا تو ہم نے اسلام قبول کر لیا ہوتا اور آج ہمارا یہ حال نہ ہوتا۔ تو وہ سردارانِ کفر ان کے دعوے کا انکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم نے تمھیں اتباع حق سے کبھی نہیں روکا تھا، تم لوگ خود ہی اہل جرم و فساد تھے، اسی لیے جب ہم نے تمھیں اپنی پیروی کے لیے پکارا تو تم نے فوراً ہماری دعوت قبول کر لی اور اپنی خواہش کی اتباع کرتے ہوئے رسولوں کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ یہ سن کر پیروی کرنے والے کفار کہیں گے کہ بات وہی صحیح ہے جو ہم نے کہی ہے، تم لوگ تو رات دن اللہ اور اس کے رسول کے خلاف سازشیں کرتے رہے اور اپنی سرداری اور چودھراہٹ کا رعب ڈال کر ہمیں حکم دیتے رہے کہ اللہ کے دین کا انکار کر دیں اور جھوٹے معبودوں کو اس کا شریک بنائیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چھوٹے اور بڑے کافروں کی مذکورہ بالا تکرار کے بعد ان کے لیے تیار کردہ جہنم کا عذاب جب ان کے سامنے پیش کر دیا جائے گا تو یاس و حسرت سے ان کے دل بھر جائیں گے، لیکن دشمنوں کی ہنسی کے ڈر سے ایک دوسرے سے اپنا اندرونی حال بیان نہیں کریں گے، پھر گردنوں میں زنجیریں ڈال کر انھیں ان کے ہاتھوں سمیت باندھ دیا جائے گا اور یہ سب کچھ ان کے اپنے کیے کا انجام ہوگا۔ الغرض سردار اور ان کی اتباع کرنے والے تمام لوگ اپنے اعمال پر نادم اور پشیمان ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [یونس : ٥٤] ”اور اگر فی الواقع ہر شخص کے لیے جس نے ظلم کیا ہے، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے تو وہ اسے ضرور فدیے میں دے دے اور وہ پشیمانی کو چھپائیں گے، جب عذاب کو دیکھیں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔“ کافر پہلے تو یہی کوشش کریں گے کہ اپنی ندامت کو چھپائیں لیکن بعد میں اپنی ندامت کے اظہار کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہیں ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰي مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ بَلٰى قَدْ جَاۗءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [الزمر : ٥٥ تا ٥٩] ”اور اس سب سے اچھی بات کی پیروی کرو جو تمھارے رب کی جانب سے تمھاری طرف نازل کی گئی ہے، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تم سوچتے بھی نہ ہو۔ (ایسا نہ ہو) کہ کوئی شخص کہے ہائے افسوس! اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کی جناب میں کی اور بے شک میں تو مذاق کرنے والوں سے تھا۔ یا کہے کہ اگر واقعی اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔ یا کہے جب وہ عذاب دیکھے کاش! واقعی میرے لیے ایک بار لوٹنا ہو تو میں نیک عمل کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔ کیوں نہیں، بے شک تیرے پاس میری آیات آئیں تو تو نے انھیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے تھا۔“

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝

”اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر اس کے خوشحال لوگوں نے کہا بے شک ہم اس چیز کے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو، منکر ہیں۔ اور انھوں نے کہا ہم اموال و اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ سابقہ انبیاء کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھیں کہ ہم نے

جس نبی کو بھی کسی بستی والوں کی طرف ہدایت کے لیے بھیجا تو ان کے سرداروں، عیش پرستوں اور فاسق و فاجر لیڈروں نے اس سے کہا کہ تم جس ایمان باللہ اور وحدانیت باری تعالیٰ کی بات کرتے ہو، ہم ان باتوں کا سراسر انکار کرتے ہیں اور اگر تھوڑی دیر کے لیے ہم مان بھی لیں کہ قیامت آئے گی اور کچھ لوگ عذاب دیے جائیں گے۔ تو ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہوں گے، اس لیے کہ جب اللہ نے ہمیں یہاں مال و اولاد سے نواز رکھا ہے، تو آخرت میں بھی وہ ہمیں عذاب نہیں دے گا۔ اگر ہم اللہ کی نگاہ میں اچھے نہ ہوتے تو وہ ہمیں یہاں اپنی نعمتوں سے نہ نوازتا اور ایمان کا دعویٰ کرنے والے اگر اس کی نگاہ میں برے نہ ہوتے تو انھیں یہاں اپنی نعمتوں سے محروم نہ رکھتا، لیکن ان کا یہ خام خیال ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ ۙ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٥٥، ٥٦] ''کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور بیٹوں میں سے جن چیزوں کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ ہم انھیں بھلائیاں دینے میں جلدی کر رہے ہیں، بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [التوبة : ٥٥] ''سو تجھے نہ ان کے اموال بھلے معلوم ہوں اور نہ ان کی اولاد، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔''

انبیاء کی دعوت ماننے والے مال و دولت والوں کی نسبت ہمیشہ کمزور لوگ زیادہ رہے ہیں، جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا: ﴿ اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴾ [الشعراء : ١١١] ''کیا ہم تجھ پر ایمان لے آئیں، حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ لگے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں۔'' اور قوم صالح کے متکبر امراء نے کہا: ﴿ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٧٥، ٧٦] ''اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے، ان لوگوں سے کہا جو کمزور گنے جاتے تھے، ان میں سے انھیں (کہا) جو ایمان لے آئے تھے، کیا تم جانتے ہو کہ واقعی صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے؟ انھوں نے کہا بے شک ہم جو کچھ دے کر اسے بھیجا گیا ہے اس پر ایمان لانے والے ہیں۔ وہ لوگ جو بڑے بنے ہوئے تھے، انھوں نے کہا بے شک ہم جس پر تم ایمان لائے ہو، اس کے منکر ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہِ روم ہرقل کے نام خط لکھا تو اس وقت ابوسفیان بھی وہاں موجود تھا، ہرقل نے ابوسفیان کو بلا کر ان سے کئی سوال پوچھے، ان میں سے ایک سوال اس نے یہ پوچھا کہ کیا اس رسول کے پیروکار قوم کے امیر و طاقت ور لوگ ہیں یا غریب و کمزور؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ غریب

وکمزور لوگ اس کے پیروکار ہیں۔ اس پر ہرقل نے کہا، دراصل یہی غریب وکمزور لوگ ہی رسولوں ؑ کے پیروکار ہوتے ہیں۔[بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی : ۷]

ع قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

”کہہ دے بے شک میرا رب رزق فراخ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

اس آیت میں کفار کے مذکورہ مغالطے اور شبہے کا ازالہ کیا جا رہا ہے کہ رزق کی کشادگی اور تنگی اللہ کی رضا اور عدم رضا کی مظہر نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق اللہ کی حکمت و مشیت سے ہے۔ اس لیے وہ مال اسے بھی دیتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے اور اسے بھی جسے ناپسند کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے غنی بناتا ہے، جسے چاہتا ہے فقیر رکھتا ہے۔

وَ مَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ٚ فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَ هُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

”اور نہ تمھارے مال ایسے ہیں اور نہ تمھاری اولاد جو تمھیں ہمارے ہاں قرب میں نزدیک کر دیں، مگر جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے دوگنا بدلہ ہے، اس کے عوض جو انھوں نے عمل کیا اور وہ بالا خانوں میں بے خوف ہوں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمھارے اموال اور تمھاری اولاد اللہ سے قربت کا سبب نہیں بن سکتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک تو صرف ایمان اور عمل صالح کی قدر و قیمت ہے۔ ایمان لانے کے بعد جو شخص جس قدر فرائض و واجبات کی پابندی کرے گا اور نوافل اور دیگر کارہائے خیر کا اہتمام کرے گا، اسی قدر وہ اپنے رب کے قریب ہوتا جائے گا۔ انھیں ان کے اعمال صالحہ کا دوگنا، دس گنا اور اس سے بھی زیادہ اجر ملے گا اور وہ قیامت والے دن موت اور ہر شر سے مامون جنت کے بلند و بالا گھروں میں رہیں گے۔ اس آیت کا مضمون دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا، ارشاد فرمایا: ﴿ اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۵۵، ۵۶] ”کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور بیٹوں میں سے جن چیزوں کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ ہم انھیں بھلائیاں دینے میں جلدی کر رہے ہیں، بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [التوبة : ۵۵] ”سو تجھے نہ ان کے اموال بھلے معلوم ہوں اور نہ ان کی اولاد، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ

کافر ہوں۔"

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى : یعنی اگر ہم نے تمھیں اولاد اور مال دیا ہے تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ہمیں تم سے محبت اور خصوصی تعلق ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمھاری شکلیں اور تمھارے مال نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمھارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔" [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم ...... الخ : ٢٥٦٤/٣٤]

اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کسی مومن پر ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا۔ وہ اسے اس (نیکی) کا بدلہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا، جبکہ کافر کو اس کی ان تمام نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ کے لیے کی ہوں گی، دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، پھر جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوتی کہ جس کا بدلہ اسے دیا جائے۔" [مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة : ٢٨٠٨]

وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ : یعنی وہ جنت کے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ مکانات میں ہر ڈر، خوف، ایذا اور شر سے محفوظ ہو کر سکونت پذیر ہوں گے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنتی لوگ اپنے سے اوپر بالا خانوں میں رہنے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح وہ اس ستارے کو دیکھتے ہیں جو آسمان کے کنارے پر مشرق یا مغرب میں صبح کے وقت باقی رہ جاتا ہے، کیونکہ ان میں سے بعض بعض سے افضل ہوگا۔" صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ محل (یعنی بالا خانے) تو انبیاء کے ہوں گے، جنھیں ان کے سوا اور کوئی بھی نہ پا سکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ محل ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انھوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔" [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة و أنها مخلوقة : ٣٢٥٦۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب ترائي أهل الجنة أهل الغرف ...... الخ : ٢٨٣١]

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

"اور جو لوگ ہماری آیات کے بارے میں کوشش کرتے ہیں، اس حال میں کہ نیچا دکھانے والے ہیں، وہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جانے والے ہیں۔"

آخرت میں مومنوں کا حال بیان کرنے کے بعد اب کافروں کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ جو لوگ ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور ان کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے، ان کے لیے جہنم کا عذاب تیار کیا گیا ہے، جس سے وہ چھٹکارا نہیں پا سکیں گے۔
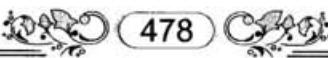
قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝

''کہہ دے بے شک میرا رب رزق فراخ کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے اور اس کے لیے تنگ کر دیتا ہے اور تم جو بھی چیز خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور دیتا ہے اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔''

یعنی اپنی حکمت و مصلحت سے جسے چاہتا ہے مال کثیر عطا فرما دیتا ہے اور جس کے رزق کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور اس سلسلے میں اس کی حکمت و مصلحت کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا کسی کی روزی میں تنگی نہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ کا مبغوض بندہ ہے اور نہ روزی میں وسعت اللہ کا محبوب بندہ ہونے کی دلیل ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے بندے اس کی راہ میں اور مباح کاموں میں چاہے جتنا بھی خرچ کریں گے اللہ انھیں دنیا میں اتنا پھر دے دے گا اور آخرت میں اس کام کا اچھا اجر عطا کرے گا۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے، ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا اور پھر اسے حق کی راہ میں خرچ کرنے کی ہمت و توفیق بھی دی اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے علم و حکمت سے نوازا اور وہ اس کے ساتھ ہی فیصلہ کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم و الحکمة : ۷۳۔ مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن و یعلمه : ۸۱٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر روز جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے (آسمان سے) اترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کے مال کو تباہ کر دے۔'' [بخاری، کتاب الزکاة، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ فأما من أعطى واتقى ...... الخ ﴾ : ۱٤٤۲۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب فی المنفق والممسك : ۱۰۱۰]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک (دنیا و آخرت میں) وہ شخص کامیاب ہو گیا جو اسلام لایا اور اسے ضرورت کے مطابق رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسے دیا اس پر اسے قانع کر دیا۔'' [مسلم، کتاب الزکوة، باب فی الکفاف والقناعة : ۱۰۵٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو پہاڑوں کے درمیان موجود بکریوں کا سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بکریاں اسے دے دیں۔ وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور جا کر کہنے لگا، اے میری قوم! اسلام قبول کر لو، اس لیے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس شخص کی طرح عطا کرتے ہیں جسے فقر کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا کہ ایک آدمی صرف دنیا حاصل کرنے کی غرض سے اسلام قبول کرتا، لیکن تھوڑا ہی عرصہ گزرتا کہ اسلام اسے دنیا میں

موجود تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔ [مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخائه ﷺ : ٢٣١٢/٥٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور عفو و درگزر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں اضافہ ہی فرماتا ہے اور جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو ضرور اونچا کرتا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب استحباب العفو و التواضع : ٢٥٨٨]

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اَهٰۤؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ۝

''اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا، پھر فرشتوں سے کہے گا کیا یہ لوگ تمھاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے تو پاک ہے، تو ہمارا دوست ہے نہ کہ وہ، بلکہ وہ جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے، ان کے اکثر انھی پر ایمان رکھنے والے تھے۔''

فرمایا کہ آپ اس دن کو یاد کیجیے جب اللہ تعالیٰ تمام جنوں اور انسانوں کو میدانِ محشر میں اکٹھا کرے گا، پھر کافروں پر اتمام حجت کے لیے فرشتوں سے مخاطب ہو کر پوچھے گا کہ اے فرشتو! کیا تم میری طرح معبود ہو اور کیا یہ لوگ تمھاری عبادت کیا کرتے تھے؟ تو فرشتے فوراً اس سے اپنی براءت کا اظہار کر دیں گے اور اللہ کی پاکی بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ تو ہی ہمارا مولیٰ ہے، ہم تیرے بندے ہیں اور تیری عبادت کرتے ہیں، ہم نے انھیں کبھی نہیں کہا کہ وہ ہماری عبادت کریں، یہ لوگ درحقیقت ابلیس اور دیگر شیاطین کی عبادت کرتے تھے اور ان میں سے اکثر لوگ انھی کی بات مانتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۝ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ﴾ [النساء : ١١٧، ١١٨] ''وہ اس کے سوا نہیں پکارتے مگر مؤنثوں کو اور نہیں پکارتے مگر سرکش شیطان کو۔ جس پر اللہ نے لعنت کی۔''

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ وَ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝

''سو آج تمھارا کوئی کسی کے لیے نہ نفع کا مالک ہے اور نہ نقصان کا اور ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے ظلم کیا چکھو اس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

اس وقت اللہ کے حضور فرشتے بھی موجود ہوں گے، مشرکین بھی اور شیاطین بھی۔ یہ سب اللہ کے سامنے محکوم و بے بس ہوں گے، فرشتے بھی مشرکوں سے بے زار ہوں گے اور شیاطین بھی اور مشرک فرشتوں کے جواب کی وجہ سے ان سے بھی

بے زار ہوں گے اور شیطانوں سے بھی، جنھوں نے انھیں شرک کی راہ پر ڈالا تھا۔ گویا ہر ایک کو دوسرے سے بے زاری بھی ہوگی اور ہر ایک بے بس بھی ہوگا، تو اس صورت میں کوئی دوسرے کو کیا فائدہ پہنچا سکے گا اور کیوں فائدہ پہنچائے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ مشرکین سے کہے گا کہ اب چکھو جہنم کا وہ عذاب جسے تم دنیا میں جھٹلاتے رہے تھے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۗ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾

”اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ نہیں ہے مگر ایک آدمی، جو چاہتا ہے کہ تمھیں اس سے روک دے جس کی عبادت تمھارے باپ دادا کرتے تھے اور کہتے ہیں یہ نہیں ہے مگر ایک گھڑا ہوا جھوٹ۔ اور ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا، حق کے بارے میں کہا، جب وہ ان کے پاس آیا، یہ نہیں ہے مگر کھلا جادو۔“

اسلام کی دعوت کی راہ میں روڑے اٹکانے کے لیے مشرکین مکہ مختلف ہتھکنڈے استعمال کیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ پر جب قرآن کریم نازل ہوتا اور آپ تازہ بہ تازہ اہل قریش کے سامنے اس کی تلاوت کرتے، تاکہ ان کھلی آیتوں کو سن کر وہ اللہ پر ایمان لے آئیں تو ان پر اس کا الٹا اثر پڑتا اور آپس میں ایک دوسرے کو کہتے کہ یہ آدمی تمھیں تمھارے آبا و اجداد کے دین سے روکنا چاہتا ہے، یعنی تم لوگ اپنے باپ دادا کے دین پر ڈٹے رہو، اس لیے کہ یہ دین صحیح ہے اور محمد (ﷺ) جس دین کی طرف تمھیں بلا رہے ہیں وہ باطل ہے۔ قرآن کریم کے بارے میں کہتے کہ یہ ایک جھوٹا کلام ہے، جسے اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جب نبی کریم ﷺ کی دعوت الی التوحید سے متعلق مؤثر بات سنتے اور دیکھتے کہ لوگ اس کا اثر قبول کر رہے ہیں اور اسلام میں داخل ہوتے جا رہے ہیں، تو کہتے کہ لوگو! اس کی بات کا اثر نہ لو، یہ تو کھلم کھلا جادو ہے اور محمد (ﷺ) بہت بڑا جادوگر ہے۔

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾

”حالانکہ ہم نے نہ انھیں کوئی کتابیں دیں جنھیں وہ پڑھتے ہوں اور نہ ان کی طرف تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا بھیجا۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے عربوں پر قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور کتاب نازل نہیں فرمائی اور نہ محمد ﷺ سے پہلے ان کی طرف کسی نبی کو مبعوث فرمایا، اگرچہ وہ اس کی خواہش ضرور رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آ جائے، یا ہم پر کوئی کتاب نازل کر دی جائے تو ہم دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ ہدایت یافتہ ثابت ہوں گے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرما کر اپنے نبی کو ان کی طرف مبعوث فرما دیا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی، اس کا انکار کیا اور اس

سے معاندانہ سلوک کیا۔

وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾

اور ان لوگوں نے (بھی) جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے اور یہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے انھیں دیا تھا، پس انھوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب کیسا تھا؟''

مشرکین مکہ کو اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی ہے کہ ان کی طرح ان سے پہلے کی بہت سی قوموں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور ہم نے کفارِ مکہ کے مقابلے میں انھیں بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا، ان کے پاس تو ان قوموں کا دسواں حصہ بھی اسباب زندگی نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ۫ۖ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَ لَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَ لَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ۲۶] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں ان چیزوں میں قدرت دی جن میں ہم نے تمھیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تو نہ ان کے کان ان کے کسی کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل، کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انھیں اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ ﴾ [المؤمن : ۸۲] ''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ (تعداد میں) ان سے زیادہ تھے اور قوت میں اور زمین میں یادگاروں کے اعتبار سے ان سے بڑھ کر تھے۔''

یہ سب چیزیں ان سے اللہ کے عذاب کو نہ ٹال سکیں، انبیائے کرام کی تکذیب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں تباہ و برباد کر دیا، تو اہل مکہ بھی ہوش میں آ جائیں اور اپنی حالت بدلیں، ایمان لے آئیں اور ہمارے قرآن اور رسول کی تکذیب سے باز آ جائیں، ورنہ ہمیں ان سے بھی انتقام لینے میں دیر نہیں لگے گی۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾

''کہہ دے میں تو تمھیں ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے دو دو اور ایک ایک کر کے کھڑے ہو جاؤ، پھر خوب غور کرو کہ تمھارے ساتھی میں جنون کی کون سی چیز ہے۔ وہ تو ایک شدید عذاب سے پہلے محض تمھیں ڈرانے والا

ہی ہے۔“

مشرکین مکہ کی تمام سرکشی اور اللہ اور اس کے رسول کی صریح تکذیب کے باوجود اللہ نے انھیں گزشتہ قوموں کی طرح ہلاک نہیں کیا، بلکہ انھیں بار بار ایمان و عمل صالح کی دعوت دی اور رسول کریم ﷺ کی زبانی انھیں نصیحت کی کہ تم جو کہتے ہو کہ محمد (ﷺ) مجنون ہیں، تو تم لوگ کبھی ایک ساتھ سر جوڑ کر اور کبھی تنہا تنہا ہی ہر قسم کے تعصب اور خواہش نفس سے بالاتر ہو کر اور نہایت اخلاص کے ساتھ اس موضوع پر غور کر کے تو دیکھو کہ جس آدمی نے تم میں چالیس سال گزارے اور اس عرصہ میں کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولا، اسی کردار کی بنا پر تم نے اسے صادق و امین کے القاب دیے، تو کیا ایسا شخص مجنون ہوسکتا ہے؟ کیا ایسا آدمی جھوٹا ہوسکتا ہے اور وہ بغیر سوچے سمجھے کوئی ایسا دعویٰ کر سکتا ہے جو اس کی ذلت و رسوائی کا سبب بنے اور جو اسے ہلاکت و بربادی کے دہانے تک پہنچا دے؟

إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ : امام بخاری رحمہ اللہ اسی آیت کی تفسیر میں وہ روایت لائے ہیں جسے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک دن صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور (عرب کے دستور کے مطابق) بآواز بلند ”يَا صَبَاحَاهُ“ پکارا (جو اس بات کی علامت تھی کہ کوئی شخص کسی اہم بات کے لیے بلا رہا ہے۔ عادت کے مطابق اسے سنتے ہی) قریش کے لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے، تو آپ نے فرمایا: ”اگر میں تمھیں خبر دوں کہ عجب نہیں کہ دشمن تم پر صبح کے وقت یا شام کے وقت حملہ کر دے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟“ سب نے (بیک زبان) جواب دیا کہ کیوں نہیں، ہم نے آپ کو کبھی جھوٹا نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا: ”(سنو!) میں تمھیں اس شدید عذاب سے ڈرا رہا ہوں جو تمھارے آگے ہے۔“ یہ سن کر ابولہب (ملعون) نے کہا کہ تو ہلاک ہو جائے، کیا اسی کے لیے تو نے ہم سب کو جمع کیا تھا؟ اس پر سورۂ لہب نازل ہوئی، ارشاد فرمایا: ﴿ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۞ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۞ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۞ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۞ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ﴾ [اللهب : ۱ تا ۵] ”ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا۔ نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا۔ عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی (بھی آگ میں داخل ہوگی) جو ایندھن اٹھانے والی ہے۔ اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ إن هو إلا نذير لكم بين يدي عذاب شديد ﴾ : ۴۸۰۱۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله : ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ۲۰۸]

قُلْ مَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۞ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۞ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ۞ قُلْ إِن ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۖ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا

يُوحِيٓ إِلَيَّ رَبِّيٓ ۚ إِنَّهُۥ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ۝

"کہہ میں نے تم سے جو بھی اجرت مانگی ہے تو وہ تمھاری ہوئی۔ میری اجرت تو اللہ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ کہہ بے شک میرا رب (دل میں) حق ڈالتا ہے، سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔ کہہ دے حق آ گیا اور باطل نہ پہلی دفعہ کچھ کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔ کہہ دے اگر میں گمراہ ہوا تو اپنی جان ہی پر گمراہ ہوں گا اور اگر میں نے ہدایت پائی تو اسی کی وجہ سے جو میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے، یقیناً وہ سب کچھ سننے والا، قریب ہے۔"

داعی الی اللہ کے بارے میں جب لوگوں کو شبہ ہو جاتا ہے کہ اس کا مقصد دنیا کمانا ہے تو اس کی بات اپنا اثر کھو دیتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ مشرکین مکہ کے سامنے اس بات کی صراحت کر دیجیے کہ مجھے تم سے کسی دنیاوی مفاد کا لالچ نہیں ہے، میں اپنی دعوت میں نہایت مخلص ہوں اور اپنے اجر و ثواب کی امید اللہ سے رکھتا ہوں، جو میری سچائی اور اخلاص سے خوب واقف ہے۔

اے میرے نبی! آپ یہ بھی کہہ دیجیے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنی نبوت کے لیے چن لیتا ہے اور اس پر اپنی وحی نازل کرتا ہے اور چونکہ وہ غیب کی باتوں کو خوب جانتا ہے، اس لیے وہی بہتر علم رکھتا ہے کہ کون رسالت و وحی کا بارگراں اٹھانے کا اہل ہے۔

آپ یہ بھی کہہ دیجیے کہ اسلام آ چکا، دعوتِ توحید ظاہر ہو گئی اور باطل نے دم توڑ دیا اور ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا۔ مشرکین آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر گمراہ ہو گیا، تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر میں اپنے نفس کا غلام بن کر گمراہ ہو گیا ہوں، تو اس گمراہی کا وبال مجھی پر پڑے گا اور اگر میں نے اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو قبول کر لیا ہے اور راہِ راست پر گامزن ہو گیا ہوں، تو مجھ پر یہ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے مجھے اس کی توفیق بخشی، وہ بڑا سننے والا اور بہت ہی قریب ہے۔

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [صٓ : ۸۶، ۸۷] "کہہ دے میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں۔ نہیں ہے یہ مگر ایک نصیحت تمام جہانوں کے لیے۔" اور فرمایا: ﴿ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴾ [الطور : ۴۰] "یا تو ان سے کوئی اجرت مانگتا ہے؟ پس وہ تاوان سے بوجھل کیے جانے والے ہیں۔"

قُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ : یعنی اللہ کی طرف سے حق اور عظیم شریعت آ چکی ہے اور باطل چلا گیا اور نیست و نابود ہو گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۱۸] "بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، پس اچانک

وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور تمھارے لیے اس کی وجہ سے بربادی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۱] ''اور کہہ دے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس دن مکہ تشریف لے گئے (یعنی جب مکہ فتح ہوا) تو وہاں کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی جس سے آپ ہر بت کو ضرب لگاتے جاتے تھے اور ساتھ یہ آیات تلاوت کرتے جاتے: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۱] ''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔'' اور یہ آیت: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴾ [سبا : ۴۹] ''حق آ گیا اور باطل نہ پہلی دفعہ کچھ کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب إزالة الأصنام من حول الكعبة : ۱۷۸۱]

قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَآ أَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ إِلَيَّ رَبِّيْ : یعنی ساری کی ساری خیر اللہ کے پاس سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس وحی اور واضح حق کو نازل فرمایا ہے اس میں ہدایت بھی ہے، واضح بیان بھی اور رشد و بھلائی بھی، تو اس کے باوجود جو گمراہ ہوتا ہے وہ از خود گمراہی کو اختیار کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ أَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۴۶] ''جس نے نیک عمل کیا سو اپنے لیے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہوگی اور تیرا رب اپنے بندوں پر ہرگز کوئی ظلم کرنے والا نہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب اس عورت کی بابت مسئلہ پوچھا گیا جس کا حق مہر مقرر نہیں کیا گیا تھا اور اس کا خاوند فوت ہو گیا تھا، تو انھوں نے فرمایا کہ میں اس مسئلہ میں اپنی رائے سے جواب دیتا ہوں، اگر درست ہو تو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے، اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ [مستدرك حاكم : ۱۸۰/۲، ح : ۲۷۳۷۔ أبو داؤد، كتاب النكاح، باب فيمن تزوج ولم يسم لها صداقًا حتى مات : ۲۱۱۶۔ مسند أحمد : ۴۴۷/۱، ح : ۴۲۷۵۔ ابن حبان : ۴۱۰۱۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ۲۴۵/۷، ح : ۱۴۴۱۶]

إِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ : یعنی وہ اپنے بندوں کی باتوں کو سننے والا اور دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرنے والا ہے۔

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (ایک سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب ہم کسی وادی پر (یعنی اونچی جگہ) چڑھتے تو ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' کہتے اور ہماری آوازیں بہت بلند ہو جاتی تھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو، (آواز کو اتنا بلند نہ کرو) تم اس کو نہیں پکار رہے جو بہرا ہو یا غائب ہو، وہ تو تمھارے ساتھ

ہے، وہ سننے والا ہے اور وہ تمھارے قریب بھی ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب ما يكره من رفع الصوت في التكبير : ۲۹۹۲۔ مسلم، کتاب الذكر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذكر : ۲۷۰۴]

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَ اُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَ اَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ وَّ قَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ يَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾

''اور کاش! تو دیکھے جب وہ گھبرا جائیں گے، پھر بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور وہ قریب جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے۔ اور وہ کہیں گے ہم اس پر ایمان لے آئے، اور ان کے لیے دور جگہ سے (ایمان کو) حاصل کرنا کیسے ممکن ہے۔ حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے اس سے انکار کر چکے ہیں اور وہ بہت دور جگہ سے بن دیکھے (نشانے پر) پھینکتے رہے ہیں۔''

قیامت کے دن حساب کتاب اور جزا و سزا کے فیصلے کے وقت مشرکین کے دل و دماغ پر خوف و دہشت چھائی ہوگی، وہ کہیں بھاگ کر نہ جا سکیں گے، عذاب نار سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی، انھیں بہت ہی قریب سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اس وقت وہ کہیں گے کہ ہم محمد ﷺ (یا قرآن) پر ایمان لے آئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۲] ''اور کاش! تو دیکھے جب مجرم لوگ اپنے رب کے پاس اپنے سر جھکائے ہوں گے اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، پس ہمیں واپس بھیج، ہم نیک عمل کریں گے، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔''

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب وہ ایمان کو کہاں پا سکیں گے، وہ تو اس سے بہت دور، بہت دور جا چکے ہوں گے، وہ تو میدانِ محشر میں ہوں گے اور ایمان لانے کی جگہ تو دنیا تھی، وہاں وہ اس سے غافل تھے۔ اب جبکہ وہ نعمت ان سے بہت دور ہو چکی ہے، اس کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہیں، تو اب وہ اسے ہرگز نہیں پا سکیں گے۔

آخری آیت میں فرمایا کہ دنیا میں ان مشرکین نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کر دیا تھا اور محض وہم و گمان کی بنیاد پر انھیں جادوگر، شاعر اور مجنون کہا تھا، نیز موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کر دیا تھا۔

وَ حِيْلَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾ ع ۱۲

''اور ان کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان جن کی وہ خواہش کریں گے، رکاوٹ ڈال دی جائے گی، جیسا کہ اس سے پہلے ان جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا۔ یقیناً وہ ایسے شک میں پڑے ہوئے تھے جو بے چین رکھنے والا تھا۔''

میدان محشر کا ایمان مشرکین کے کسی کام نہیں آئے گا، انھیں گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، جیسا کہ ان سے پہلے انھی جیسے کافروں کا انجام ہو چکا ہوگا، یعنی ان کا بھی میدانِ محشر کا ایمان قبول نہیں کیا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ مشرکین مکہ کا یہ انجام اس لیے ہوگا کہ وہ دنیا کی زندگی میں توحید باری تعالیٰ، نبی کریم ﷺ کی صداقت اور بعث بعد الموت کے بارے میں ہمیشہ شک ہی میں مبتلا رہے، ایمان کے قریب بھی نہیں پھٹکے اور کفر و شرک کی حالت ہی میں ان کی موت آ گئی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ۸٤، ۸۵] ”پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓىِٕكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①

''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جو دو دو اور تین تین اور چار چار پروں والے ہیں، وہ (مخلوق کی) بناوٹ میں جو چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

''اَلْحَمْدُ'' سے مراد وہ تمام تعریفیں ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہو سکتی ہیں، ان سب کا حق دار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بغیر سابق مثال کے پیدا کیا ہے اور جس نے فرشتوں کو انبیاء کے پاس وحی دے کر بھیجا، اپنے بعض دوسرے بندوں کے پاس انھیں الہام اور نیک خوابوں کے ذریعے سے اپنا پیغام رساں بنا کر بھیجا اور انھیں دیگر کارہائے بے شمار کی ذمہ داری سونپی۔ ان فرشتوں میں سے کسی کے دو، کسی کے تین اور کسی کے چار پر ہوتے ہیں، کسی کے اس سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی حکمت کے مطابق جس چیز کو جتنی تعداد میں چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اس لیے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جَاعِلِ الْمَلٰٓىِٕكَةِ رُسُلًا : فرشتے انبیاء کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام لاتے ہیں، اسی معنی میں انھیں رسول یعنی پیغامبر کہا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴾ [الشورىٰ : ۵۱] ''اور کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی

کے ذریعے، یا پردے کے پیچھے سے، یا یہ کہ وہ کوئی رسول بھیجے، پھر اپنے حکم کے ساتھ وحی کرے جو چاہے، بے شک وہ بے حد بلند، کمال حکمت والا ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے اللہ کے رسول! آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ”کبھی تو اس طرح آتی ہے جیسے گھنٹی کی جھنکار اور وحی کی یہ کیفیت مجھ پر بڑی شاق گزرتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل و دماغ پر (اس فرشتے کے ذریعے سے) نازل شدہ وحی محفوظ ہو جاتی ہے اور کبھی فرشتہ آدمی کی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے بات کرتا ہے تو جو کچھ وہ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔“ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ ...... الخ : ۲۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب عرق النبی ﷺ فی البرد : ۲۳۳۳/۸۷]

اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو (ان کی اصلی صورت میں) دیکھا تھا، ان کے چھ سو پر تھے۔ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدکم آمین ...... الخ : ۳۲۳۲]

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲

”جو کچھ اللہ لوگوں کے لیے رحمت میں سے کھول دے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جو بند کر دے تو اس کے بعد اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ جو چاہے صرف وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہو سکتا، وہ جو عطا فرمائے، اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے روک لے، اسے کوئی دینے والا نہیں۔ وہ صاحب عزت اور ہر چیز پر غالب ہے اور تمام امور میں حکمت و مصلحت کے مطابق تصرف کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ﴾ [یونس : ۱۰۷] ”اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کر لے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں۔“

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد کہتے تھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ » ”اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ! تیری عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور تیری روکی ہوئی چیز کو کوئی عطا کرنے والا نہیں اور دولت مند کو (اس کی) دولت

تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلوة : ۸٤٤۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوة : ٥٩٣]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے: ((رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَ مِلْءَ الْاَرْضِ وَ مِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ، وَ كُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ، اَللّٰهُمَّ ! لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)) ''اے ہمارے رب! ہر قسم کی تعریف صرف تیرے لیے ہے، آسمانوں اور زمین اور ہر اس چیز کے بھرنے کے برابر جو تو چاہے اور بندے نے جو تعریف اور بزرگی بیان کی وہ تیرے ہی لائق ہے اور ہم سب تیرے ہی بندے ہیں۔ اے اللہ ! کوئی روکنے والا نہیں اس چیز کو جو تو نے دی اور کوئی دینے والا نہیں اس چیز کو جو تو نے روک دی اور کسی دولت مند کو دولت مندی تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔'' [مسلم، کتاب الصلوة، باب ما یقول إذا رفع رأسه من الرکوع : ٤٧٧]

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③

''اے لوگو! اللہ کی نعمت یاد کرو جو تم پر ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے، جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟''

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو حکم دیا ہے کہ ان کے لیے اللہ کی نعمتوں کا جو فیضان عام ہے، اسے یاد کریں اور اس کا شکر ادا کرتے رہیں، تاکہ وہ نعمتیں باقی رہیں اور مزید نعمتوں کا تسلسل باقی رہے۔ ان نعمتوں کو یاد کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب بندہ یہ سمجھے گا کہ ان نعمتوں کا پیدا کرنے والا اور انھیں اس حد تک بھیجنے والا صرف اللہ ہے تو لامحالہ ایک سلیم الفطرت آدمی کے ذہن میں یہ بات آئے گی کہ عبادت کا حق دار بھی وہی تنہا ہے اور اس سے بڑھ کر ناشکری کیا ہو سکتی ہے کہ کھلائے وہ مالک کل اور بندہ گائے کسی اور کا۔ اسی لیے آیت کے آخر میں کہا گیا کہ جب اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے، تو لوگ اس کی وحدانیت سے کیوں روگردانی کرتے ہیں؟

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ : اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [النحل : ۱۸] ''اور اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو اسے شمار نہ کر پاؤ گے۔ بے شک اللہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ : کافروں کو یہ بات تسلیم تھی کہ خالق اور رازق کوئی نہیں

سوائے اللہ تعالیٰ کے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾ [الزمر : ۳۸] ''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ [یونس : ۳۱] ''کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ''اللہ'' تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟''

وَ اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④

''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔''

اس میں نبی ﷺ کے لیے تسلی ہے کہ آپ کو جھٹلا کر یہ کہاں جائیں گے؟ بالآخر تمام معاملات کا فیصلہ تو ہمیں ہی کرنا ہے۔ جس طرح پچھلی امتوں نے اپنے انبیاء کو جھٹلایا، تو انھیں سوائے بربادی کے کچھ نہیں ملا، اس لیے یہ بھی اگر باز نہ آئے تو ان کو بھی ہلاک کرنا ہمارے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ⑤

''اے لوگو! یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے تو کہیں دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دھوکے باز تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکا نہ دے جائے۔''

یعنی دنیا کے مال و دولت، اس کے عیش و آرام، اس کی دل کشی اور دل فریبی میں محو اور مستغرق ہو کر اپنے انجام کو بھول نہ جانا۔ اللہ کے ہاں ہر نعمت سے متعلق قیامت والے دن باز پرس ہونے والی ہے کہ اس کا شکر ادا کیا تھا یا ناشکری کی تھی۔ لہٰذا اس دھوکے میں نہ رہنا کہ زندگی بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ تمھارے تمام تر اعمال ریکارڈ ہو رہے ہیں اور ان کے نتائج تمھیں دوسری زندگی میں بھگتنا ہوں گے۔ اس وقت کف افسوس ملتے ہوئے یہ نہ کہنا کہ اے کاش! ہم نے اس زندگی کی کامیابی کے لیے عمل صالح کیا ہوتا اور ایسا بھی نہ ہو کہ شیطان انھیں یہ کہہ کر بہکا دے کہ اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے اور اس کا فضل و کرم بڑا عام ہے، اس لیے یہاں خوب عیش کر لو، آخر وقت توبہ کر لینا تو وہ غفور رحیم تمھیں ضرور معاف کر دے گا۔

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا : دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٦٤] ''اور دنیا کی یہ زندگی نہیں

ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل، اور بے شک آخری گھر، یقیناً وہی اصل زندگی ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید : ۲۰] ''جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ ۶

''بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے تو اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ والوں کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ بھڑکتی آگ والوں سے ہو جائیں۔''

لہٰذا اے لوگو! تم شیطان کے فریب میں نہ آجانا، اس کی ایک بھی بات نہ ماننا، وہ پہلے دن سے تمھارا دشمن ہے، لہٰذا تم اسے دشمن ہی سمجھو گے تو اسی میں تمھاری عافیت ہے، وہ کبھی تمھارا دوست نہیں بن سکتا۔ وہ شرکیہ عقائد و بدعات خواہ کسی خوبصورت انداز ہی میں پیش کرے اور تم اسے کارِ ثواب اور اس میں فلاح دارین ہی سمجھنے لگو، حقیقت میں وہ تمھارے ساتھ دشمنی کر رہا ہوتا ہے۔ اس کا تو اولین مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اکیلا دوزخ میں نہ جائے، بلکہ جنوں اور انسانوں کی ایک کثیر تعداد کو اپنا ساتھی بنا کر اپنے ہمراہ دوزخ میں لے جائے۔

اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ: شیطان کے گروہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے اور اللہ کو بھول بیٹھے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۷] ''بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کے دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [المجادلة : ۱۹] ''شیطان ان پر غالب آگیا، سو اس نے انھیں اللہ کی یاد بھلا دی، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ سن لو! یقیناً شیطان کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ۬ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۷ ع

ع ۱۴

”وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کیے ان کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نافرمان اور فرماں بردار بندوں کا انجام بتایا ہے کہ کافروں کو آخرت میں سخت عذاب دیا جائے گا اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور عمل صالح کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرما دے گا اور انھیں جنت اور اس کی بیش بہا نعمتیں عطا کرے گا۔

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۖؗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ﴿۸﴾

”تو کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا تو اس نے اسے اچھا سمجھا (اس شخص کی طرح ہے جو ایسا نہیں؟) پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے، سو تیری جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے۔ بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی کے حاصل کرنے کے لیے جو ضابطے بنا دیے ہیں، بس ان پر چل کر ہی آدمی ہدایت یا گمراہی حاصل کرتا ہے۔ وہ ضابطے یہ ہیں کہ جو شخص خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے کی تلاش میں بھرپور کوشش کرتا ہے وہ ہدایت پا جاتا ہے اور جو شخص حق پوشی اور ہٹ دھرمی اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا راستہ معلوم ہوتے ہوئے بھی محض ضد اور ہٹ دھرمی سے غلط راستہ اختیار کرتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے اور گمراہ ہی رہتا ہے۔ ضد، ہٹ دھرمی اور حق پوشی آدمی کی تباہی کا سبب ہے۔ شیطان ایسے آدمی کا دوست بن جاتا ہے اور اسے اس کے برے اعمال مزین کر کے دکھاتا ہے۔ جب یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے تو آدمی اپنے برے عمل نہیں چھوڑ سکتا، گمراہی ہی میں مبتلا رہتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ زَیَّنَ لِكَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِیُرْدُوْهُمْ وَ لِیَلْبِسُوْا عَلَیْهِمْ دِیْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۳۷] ”اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے اپنی اولاد کو مار ڈالنا ان کے شریکوں نے خوش نما بنا دیا، تاکہ وہ انھیں ہلاک کریں اور تاکہ وہ ان پر ان کا دین خلط ملط کریں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِیُّهُمُ الْیَوْمَ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴾ [النحل : ٦٣] ”اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوشنما بنا دیے۔ سو وہی آج ان کا دوست ہے اور انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ : رسول اللہ ﷺ کافروں کی خیر خواہی اور انھیں

دوزخ سے بچانے کے سلسلہ میں کافی متفکر رہتے تھے، گویا آپ کافروں کی فکر میں گھلے جا رہے تھے، آپ کی ہر وقت کوشش یہ ہوتی تھی کہ کافر ایمان قبول کر لیں اور عذاب سے بچ جائیں، تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اس خیر خواہی کا ذکر کر کے بار بار آپ کو تسلی دی اور اتنی زیادہ فکر کرنے سے روکا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴾ [الکھف : ٦] "پس شاید تو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔" اور فرمایا: ﴿ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الشعراء : ٣] "شاید تو اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہے، اس لیے کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔"

وَ اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝۹

"اور اللہ ہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا، پھر وہ بادل کو ابھارتی ہیں، پھر ہم اسے ایک مردہ شہر کی طرف ہانک کر لے جاتے ہیں، پھر ہم اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں، اسی طرح اٹھایا جانا ہے۔"

قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا یقینی ہے، کفار کو یقین نہیں آتا تھا، وہ بار بار اعتراض کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بار بار ان کے اشکالات کا جواب دیتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پھر قیامت کے دن زندہ ہونے کی ایک دلیل دی ہے، فرمایا کہ جس طرح مردہ زمین بارش سے زندہ یعنی سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے، اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ جو اللہ مردہ زمین کو زندہ کر سکتا ہے وہ مردہ انسان کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اس میں آخر تعجب کی کون سی بات ہے؟ اللہ تعالیٰ نے بار بار بارش سے مردہ زمین کے زندہ ہونے کا ذکر فرما کر بار بار انسان کے دوبارہ پیدا ہونے پر استدلال کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الروم : ٥٠] "سو اللہ کی رحمت کے نشانات کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بے شک وہی یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ [الحج : ٥ تا ٧] "اور تو زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے اور ہر خوبصورت قسم میں سے اگاتی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور (اس لیے) کہ بے شک وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور (اس لیے) کہ بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور (اس لیے) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابن آدم تمام کا تمام گل سڑ جاتا ہے، لیکن اس کی ریڑھ کی ہڈی نہیں سڑتی، اسی سے اسے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے دوبارہ ترکیب دیا جائے گا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و نفخ في الصور ...... الخ ﴾ : ٤٨١٤۔ مسلم، کتاب الفتن، باب ما بین النفختین : ٢٩٥٥/١٤٢]

ابورزین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا دلیل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابورزین! کیا تم کبھی اپنی بستی کے آس پاس کی زمین کے پاس سے اس حالت میں نہیں گزرے کہ وہ خشک بنجر پڑی ہوتی ہے، پھر دوبارہ تم گزرتے ہو تو دیکھتے ہو کہ وہ سرسبز ہوتی ہے اور لہرا رہی ہوتی ہے؟'' سیدنا ابورزین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''بس اسی طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرے گا۔'' [مسند أحمد : ١٢،١١/٤، ح : ١٦٢٠٠۔ مسند أبي داوٗد الطیالسي : ٣٩٥٧]

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ مَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ﴿۱۰﴾

''جو شخص عزت چاہتا ہو سو عزت سب اللہ ہی کے لیے ہے۔ اسی کی طرف ہر پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اسے بلند کرتا ہے اور جو لوگ برائیوں کی خفیہ تدبیر کرتے ہیں ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے اور ان لوگوں کی خفیہ تدبیر ہی برباد ہوگی۔''

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا : دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں عزت طلبی کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی میں لگا رہے۔ اس لیے کہ دنیا و آخرت کا وہی مالک ہے، ہر طرح کی عزت و آبرو اسی کے اختیار میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [آل عمران : ٢٦] ''کہہ دے اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہر بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [یونس : ٦٥] ''اور تجھے ان کی بات غمگین نہ کرے، بے شک عزت سب اللہ کے لیے ہے، وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۙ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴾ [النساء : ١٣٨، ١٣٩] ''منافقوں کو خوش خبری دے

دے کہ بے شک ان کے لیے ایک دردناک عذاب ہے۔ وہ جو کافروں کو مومنوں کے سوا دوست بناتے ہیں، کیا وہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو بے شک عزت سب اللہ کے لیے ہے۔‘‘

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ : ’’اَلْكَلِمُ الطَّيِّبُ‘‘ سے مراد ہر وہ قول و عمل ہے جو ذکر الٰہی کے ضمن میں آتا ہے۔ بندہ جب اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو فرشتے ان کلمات ذکر کو لے کر اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم لوگ اللہ کی عظمت کا جو ذکر کرتے ہو، یعنی تسبیح « سُبْحَانَ اللّٰهِ »، تہلیل « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ » اور تحمید « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ » کے الفاظ کہتے ہو، وہ عرش کے اردگرد چکر لگاتے ہیں۔ ان کی ایسی بھنبھناہٹ ہوتی ہے جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ وہ اپنے کہنے والے کا (اللہ کے دربار میں) ذکر کرتے ہیں، کیا تم نہیں چاہتے کہ (اللہ کے دربار میں) تمھارا ذکر ہوتا رہے؟‘‘ [ابن ماجه، كتاب الأدب، باب فضل التسبيح : ۳۸۰۹۔ مسند أحمد : ۲٦۸/٤، ح : ۱۸۳۹۲]

وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ : اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک اور دیگر معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں، یا ان سے مراد وہ کفار مکہ ہیں جنھوں نے دار الندوہ میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو سخت عذاب کی دھمکی دی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴾ [الأحزاب : ۵۷] ’’بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا۔‘‘

وَمَكْرُ اُولٰٓىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ : یعنی ان کی سازشیں ناکام ہو کر رہیں گی اور ریا کار کی ریا کاری لوگوں کے سامنے ظاہر ہو کر رہے گی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ وَ سَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد : ٤۲] ’’اور بلاشبہ ان لوگوں نے تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے، سو اصل تدبیر تو سب اللہ ہی کی ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ ہر شخص کر رہا ہے اور عنقریب کفار جان لیں گے کہ اس گھر کا اچھا انجام کس کے لیے ہے۔‘‘

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ وَ مَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑪

’’اور اللہ ہی نے تمھیں تھوڑی سی مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر اس نے تمھیں جوڑے بنا دیا اور کوئی مادہ نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور نہ کسی عمر پانے والے کی عمر بڑھائی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر ایک کتاب میں (درج) ہے۔ بلاشبہ یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت کی ایک دوسری دلیل پیش کی ہے، فرمایا کہ اس نے تمھیں پہلی بار تمھارے باپ آدم کی صورت میں مٹی سے پیدا کیا، پھر تمھیں تمھارے باپ دادا کے نطفوں سے پیدا کیا اور تمھاری نسلوں کو تمھارے نطفوں سے پیدا کیا، پھر اس نے اپنے لطف و کرم سے تم میں سے بعض کو مذکر اور بعض کو مؤنث بنایا۔ ہر عورت کا حاملہ ہونا اور بچہ جننا، سب کچھ اس کے علم میں ہوتا ہے۔ کسی انسان کی عمر لمبی ہوتی ہے اور کسی کی مختصر، یہ ساری باتیں لوح محفوظ میں ازل سے مکتوب ہیں اور یہ تمام افعال اللہ کے لیے بہت آسان ہیں۔ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور اس کی قدرت سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا : آدمی کی ابتدا مٹی سے ہوئی، اس سے مراد آدم علیہ السلام کی پیدائش ہے۔ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [آل عمران : ٥٩] ”بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ اسے تھوڑی سی مٹی سے بنایا، پھر اسے فرمایا ہو جا، سو وہ ہو جاتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴾ [الروم : ٢٠] ”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھیں حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر اچانک تم بشر ہو، جو پھیل رہے ہو۔“ مٹی سے ابتدا کرنے کے بعد پھر انسان کی پیدائش کو اللہ تعالیٰ نے نطفہ سے جاری کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴾ [السجدة : ٨] ”پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کے جوڑے بنائے، یعنی یہ مرد و عورت پیدا کیے، جن سے نسل انسانی چل رہی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ [النساء : ١] ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔“

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴾ [الرعد : ٨] ”اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ اٹھائے ہوئے ہے اور جو کچھ رحم کم کرتے ہیں اور جو زیادہ کرتے ہیں اور ہر چیز اس کے ہاں ایک اندازے سے ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ [لقمان : ٣٤] ”بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں

مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔“

﴿ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ﴾: لوح محفوظ میں لکھا ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز اور ہر کام کا علم پہلے سے ہوتا ہے، کوئی کام اور کوئی چیز کسی حال میں اور کسی وقت بھی اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۹، ۶۰] ”اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا، پھر وہ تمھیں اس میں اٹھا دیتا ہے، تاکہ مقرر مدت پوری کی جائے، پھر اسی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص یہ چاہے کہ اس کی روزی میں کشادگی ہو، یا اس کی عمر بڑھا دی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔“ [بخاري، كتاب البيوع، باب من أحب البسط في الرزق : ۲۰۶۷۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها : ۲۵۵۷]

وَ مَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖۗ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَ مِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۲

”اور دو سمندر برابر نہیں ہوتے، یہ میٹھا پیاس بجھانے والا ہے، جس کا پانی آسانی سے گلے سے اترنے والا ہے اور یہ نمکین ہے کڑوا اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور زینت کا سامان نکالتے ہو جو تم پہنتے ہو اور تو اس میں کشتیوں کو دیکھتا ہے پانی کو چیرتی ہوئی چلنے والی ہیں، تاکہ تم اس کے فضل میں سے (حصہ) تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت وصناعی کی ایک مثال پیش کی ہے کہ اس نے دو قسم کے سمندر پیدا کیے ہیں، دیکھنے میں دونوں کا پانی بالکل ایک جیسا ہے، لیکن ایک کا پانی میٹھا اور مزیدار ہے، حلق سے نیچے آسانی کے ساتھ اتر جاتا ہے اور دوسرے کا پانی نمکین اور کھارا ہے۔ دونوں قسم کے سمندروں میں اللہ تعالیٰ نے ایسی مچھلیاں پیدا کی ہیں جو بہت لذیذ ہوتی ہیں، پھر کھارے پانی والے سمندر میں لؤلؤ اور مرجان پیدا ہوتے ہیں، جنھیں عورتیں زینت کے لیے بطور زیور استعمال کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سمندروں کا پانی ایسا بنایا ہے کہ ان میں کشتیاں نہیں ڈوبتیں، یہ سہولت

تمام تیرتی ہوئی ایک ملک سے دوسرے ملک تک چلی جاتی ہیں۔ یہ کشتیاں انسانوں کے لیے تلاش رزق کا سبب اور ذریعہ بنتی ہیں۔ یہ نعمتیں اللہ نے اس لیے دی ہیں تاکہ اس کے بندے ان سے مستفید ہوں اور اس کا شکر ادا کریں۔

وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٦٤] ”بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو سمندر میں وہ چیزیں لے کر چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر کیا ہوا ہے، ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [الجاثیة : ١٢] ”اللہ وہ ہے جس نے تمھاری خاطر سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ جہاز اس میں اس کے حکم سے چلیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔“

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ⑬ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ⑭

”وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے مظاہر قدرت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ کبھی وہ رات کو چھوٹا اور دن کو بڑا بنا دیتا ہے اور کبھی دن کو چھوٹا اور رات کو بڑا بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آفتاب و مہتاب کو بندوں

کے مصالح و منافع کی خاطر ایک خاص نظام کا پابند بنا رکھا ہے، جس سے وہ دونوں تا قیامت سرمو انحراف نہیں کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں کے لیے اعلان کر دیا کہ وہی قادرِ مطلق، سب کا رب اور مالک کل ہے اور مشرکین اس کے سوا جن معبودوں کو پکارتے ہیں وہ تو ایک تنکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔ وہ اگر انھیں پکاریں گے تو ان کی پکار کا جواب نہیں دیں گے، اس لیے کہ وہ بے جان ہیں۔ اگر بفرضِ محال سن بھی لیں تو تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہیں، کیونکہ وہ ایک ذرہ کے برابر بھی قدرت نہیں رکھتے ہیں۔ قیامت کے دن تو وہ اپنے معبود ہونے اور اس بات کا بھی قطعی طور پر انکار کر دیں گے کہ مشرکین ان کی پوجا کرتے تھے، یا وہ ان کی عبادت پر راضی تھے۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ : یعنی وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی آسمانوں اور زمین کی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴾ [سبا : ۲۲] ”کہہ دے پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔“

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ : یعنی وہ تمھاری حاجت کو پورا نہیں کر سکتے، وہ بالکل بے بس اور لاچار ہیں۔ نہ ان کے پاس کچھ ہے کہ وہ تمھیں دے سکیں اور نہ وہ تمھاری التجا سن سکتے ہیں کہ تمھاری فریاد رسی کر سکیں، بلکہ اگر بالفرض محال وہ سن بھی لیں تب بھی تمھاری مراد کو پورا نہیں کر سکتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۹۷] ”اور جنھیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی مدد کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴾ [الرعد : ۱۴] ”برحق پکارنا صرف اسی کے لیے ہے اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی دعا کچھ بھی قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جو اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلانے والا ہے، تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا مگر سراسر بے سود۔“

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ : یعنی تم سے براءت کا اظہار کر دیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴾ [مریم : ۸۱، ۸۲] ”اور انھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے، تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مدمقابل ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ

تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴾ [القصص : ٦٢، ٦٣] ''اور جس دن وہ انھیں آواز دے گا، پس کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم گمان کرتے تھے؟ وہ لوگ کہیں گے جن پر بات ثابت ہو چکی، اے ہمارے رب! یہ ہیں وہ لوگ جنھیں ہم نے گمراہ کیا، ہم نے انھیں اسی طرح گمراہ کیا جیسے ہم گمراہ ہوئے، ہم تیرے سامنے بری ہونے کا اعلان کرتے ہیں، یہ ہماری تو عبادت نہیں کرتے تھے۔''

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾

''اے لوگو! تم ہی اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ ہی سب سے بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔''

ان آیات سے ثابت ہوا کہ انسانوں میں کوئی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کا محتاج نہ ہو اور وہ تو سب سے بے نیاز اور تمام تعریفوں کا حقیقی مستحق ہے۔ اس کی بے نیازی اور قادر مطلق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ چاہے تو تمھیں اس دنیا سے فنا کر دے اور تمھاری جگہ کسی اور مخلوق کو لے آئے اور یہ کام اس کے لیے نہایت آسان ہے۔

وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۚ وَ مَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی (جان) اپنے بوجھ کی طرف بلائے گی تو اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائے گا، خواہ وہ قرابت دار ہو، تو تو صرف ان لوگوں کو ڈراتا ہے جو دیکھے بغیر اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو پاک ہوتا ہے تو وہ صرف اپنے لیے پاک ہوتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ضابطہ یہ ہے کہ جو کرے گا، وہی بھرے گا، یہ ناممکن ہے کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی۔ دوسرا یہ کہ ہر آدمی سے صرف اسی کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کا یہی تقاضا ہے۔ گناہوں کے بوجھ تلے دبا ہوا آدمی اس دن تمنا کرے گا کہ کاش! کوئی اس کے گناہ بانٹ لیتا، لیکن کوئی اس کی مدد کے لیے آگے نہیں بڑھے گا، چاہے وہ اس کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

آیت کے دوسرے حصے میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ کی نصیحتوں سے وہی لوگ فائدہ اٹھائیں گے جو اپنے رب کے ان دیکھے عذاب سے ڈرتے ہیں، نمازیں قائم کرتے ہیں اور کوئی چیز انھیں اس سے غافل نہیں کرتی ہے۔ نیز فرمایا کہ جو شخص شرک و معاصی سے تائب ہو کر ایمان و عمل کی راہ اختیار کرے گا، اس کا اچھا بدلہ اسے ہی ملے گا اور سب کو اللہ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی : یعنی قیامت کے دن کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾ [الأنعام : ١٦٤] ''اور کوئی جان کمائی نہیں کرتی مگر اپنے آپ پر اور نہ کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسری کا بوجھ اٹھائے گی۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ١٥] ''جس نے ہدایت پائی تو وہ اپنی ہی جان کے لیے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو اسی پر گمراہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔''

وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى : یعنی اگرچہ اس کا قریبی رشتہ دار ہو، خواہ وہ اس کا باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اس وقت ہر ایک پر نفسا نفسی کی کیفیت طاری ہوگی، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴾ [عبس : ٣٣ تا ٣٧] ''پس جب کانوں کو بہرا کرنے والی (قیامت) آجائے گی۔ جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ (سے)۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔''

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴾ [یٰس : ١٠، ١١] ''اور ان پر برابر ہے، خواہ تو انھیں ڈرائے، یا انھیں نہ ڈرائے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ تو تو صرف اسی کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے۔ سو اسے بڑی بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔''

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾

اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا نَذِیۡرٌ ﴿۲۳﴾

’’اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی۔ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ۔ اور نہ زندے برابر ہیں اور نہ مردے۔ بے شک اللہ سنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تو ہرگز اسے سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہے۔ تو تو محض ایک ڈرانے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح یہ مختلف اور متضاد اشیا برابر نہیں ہو سکتیں، مثلاً نابینا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے، بلکہ دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے اور جس طرح اندھیرا اور روشنی، سایہ اور دھوپ برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح زندے اور مردے بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ مثال اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے لیے بیان فرمائی ہے کہ مومن اس طرح ہے جیسے زندہ انسان اور کافر اس طرح ہیں جیسے مردہ انسان، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَ مَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِىۡ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا ﴾ [الأنعام : ۱۲۲] ’’اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایسی روشنی بنا دی جس کی مدد سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، اس شخص کی طرح ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے، ان سے کسی صورت نکلنے والا نہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الۡفَرِيۡقَيۡنِ كَالۡاَعۡمٰى وَالۡاَصَمِّ وَالۡبَصِيۡرِ وَالسَّمِيۡعِ‌ؕ هَلۡ يَسۡتَوِيٰنِ مَثَلًا ﴾ [هود : ۲۴] ’’دونوں گروہوں کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھنے والے اور سننے والے کی طرح ہے، کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں۔‘‘

آگے فرمایا کہ وہ جسے چاہتا ہے اپنی آیتوں کو سمجھنے اور ان سے نصیحت حاصل کرنے کی توفیق دیتا ہے اور جس طرح قبروں میں مدفون مردے سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے اسی طرح وہ مردہ دل لوگ جو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور فہم قرآن کی نعمت سے محروم ہوتے ہیں، وہ کسی دلیل و حجت اور کسی نصیحت سے مستفید نہیں ہوتے ہیں۔ کفر پر اصرار کرنے والوں کو مردوں سے تشبیہ دے کر ان کے ایمان سے قطعی طور پر ناامیدی کا اظہار کیا ہے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ آپ کی ذمہ داری تو تبلیغ رسالت ہے، اگر کوئی قبول کرے گا تو اپنے لیے اور اگر کوئی کفر و شرک پر اصرار کرے گا تو اس کا وبال اسی کی جان پر پڑے گا۔

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا‌ؕ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنۡ يُّكَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ‌ۚ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالۡكِتٰبِ الۡمُنِيۡرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذۡتُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَكَيۡفَ كَانَ نَكِيۡرِ ﴿۲۶﴾

’’بے شک ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت نہیں مگر اس میں ایک ڈرانے والا گزرا ہے۔ اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو بلاشبہ ان لوگوں نے (بھی) جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، ان کے پاس ان

کے رسول واضح دلیلوں کے ساتھ اور صحیفوں کے ساتھ اور روشنی کرنے والی کتاب کے ساتھ آئے۔ پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنھوں نے کفر کیا، تو میرا عذاب کیسا تھا؟''

یہ نبی کریم ﷺ کی رسالت کا اعلان ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو منبع ہدایت بنایا اور دین حق دے کر بھیجا ہے، تاکہ آپ مومنوں کو جنت کی خوشخبری دیں اور کافروں اور نافرمانوں کو جہنم سے ڈرائیں۔ نیز آپ کو اور مومنوں کو خبر دی گئی ہے کہ آپ ﷺ پہلے نبی نہیں ہیں جسے اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں میں سے ہر امت کے پاس اپنا رسول بھیجا جس نے انھیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا، پھر کفار مکہ آپ کے نبی ہونے پر کیوں حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہیں؟

اگلی آیت میں نبی کریم ﷺ کی تسلی کے لیے کہا گیا کہ اگر کفار مکہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں اور آپ کی دعوت کو قبول نہیں کر رہے ہیں تو آپ فکرمند نہ ہوں اور نہ ہمت ہاریے، یہ تو پہلے سے ہوتا آ رہا ہے کہ جب بھی کسی نبی کو کسی قوم کے پاس معجزات اور حق بیان کرنے والی آسمانی کتاب دے کر بھیجا گیا، تو اس کی قوم نے اس کی تکذیب کی، انجام کار اللہ نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا اور اس کی گرفت بڑی ہی سخت ہوتی ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ : یعنی انسانوں کی جتنی بھی امتیں گزری ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سب میں اپنے پیغمبر بھیجے ہیں اور اس طرح ان سب کے عذر دور کر دیے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾ [الرعد : ۷] ''تو تو صرف ایک ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کے لیے ایک راستہ بتانے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ﴾ [النحل : ۳٦] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہو گئی۔''

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۭ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ کئی پھل نکالے، جن کے

رنگ مختلف ہیں اور پہاڑوں میں سے کچھ سفید اور سرخ قطعے ہیں، جن کے رنگ مختلف ہیں اور کچھ سخت کالے سیاہ ہیں۔ اور کچھ لوگوں اور جانوروں اور چوپاؤں میں سے بھی ہیں جن کے رنگ اسی طرح مختلف ہیں، اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف جاننے والے ہی ڈرتے ہیں، بے شک اللہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی کمالِ قدرت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ ایک ہی چیز سے مختلف اور متنوع قسم کی اشیاء کو پیدا فرماتا ہے اور وہ چیز پانی ہے جسے وہ آسمان سے نازل فرماتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ پیلے، سرخ، سبز اور دیگر مختلف رنگوں کے پھل پیدا فرماتا ہے، جن کا ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک ہی پانی سے پیدا ہونے والے ان پھلوں کے رنگ، ذائقے، اور خوشبوئیں ایک دوسرے سے کس قدر مختلف ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴾ [الرعد : ٤] ''اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے مختلف ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت کئی تنوں والے اور ایک تنے والے، جنھیں ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے بعض کو پھل میں بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔''

پھر یہ تنوع صرف پھولوں، پھلوں اور سبزیوں ہی میں نہیں ہے، بلکہ جمادات کی طرف دیکھو تو وہاں بھی اللہ کی قدرت کارفرما نظر آئے گی، کہیں خشک، مٹیالے اور سیاہ پہاڑ ہیں اور کہیں پہاڑوں پر بلند و بالا درخت اور سبزہ اگ کے نہایت خوش نما منظر پیش کر رہا ہے۔ کہیں نمک کا پہاڑ ہے اور کہیں سنگِ مرمر کا پہاڑ ہے۔ پھر ایک ہی پہاڑ میں کہیں سیاہ دھاریاں دور تک چلی گئی ہیں اور کہیں سپید ہیں اور کہیں سرخ۔ انسانوں، چوپایوں اور جانوروں کے بھی مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ ایمان و کفر، نیکی و بدی اور رنگوں کا یہ اختلاف اللہ کی قدرت کے مظاہر ہیں، جن میں غور و فکر وہی لوگ کرتے ہیں جنھیں اللہ علم جیسی بیش بہا دولت سے نوازتا ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے آخر میں فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی اس سے حقیقی معنوں میں ڈرتے ہیں۔ اہل مکہ تو جاہل و نادان ہیں، اسی لیے نہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور نہ اس کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں، حالانکہ اللہ ہر چیز پر غالب ہے، وہ کسی وقت بھی انھیں ہلاک کرنے پر قادر ہے اور وہ توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو معاف کرتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ ﴿٢٩﴾

''بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے انھوں نے

پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی برباد نہ ہوگی۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کے بارے میں فرمایا ہے جو اس کی کتاب کی تلاوت کرتے، اس پر ایمان رکھتے اور اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے نماز قائم کرتے اور رات اور دن میں خفیہ اور اعلانیہ طور پر اللہ کے دیے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں۔ ایسے لوگ قیامت کے دن اللہ سے ایسے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہیں جس کا حصول یقینی ہے۔

یَرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ : اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ایک قسم کی تجارت کی ہے، اس تجارت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [التوبۃ : ۱۱۱، ۱۱۲] ’’بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں، اس کے بدلے کہ یقیناً ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوب خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ (وہ مومن) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ان مومنوں کو خوش خبری دے دے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [الصف : ۱۰ تا ۱۲] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمھاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور رہنے کی پاکیزہ جگہوں میں، جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔‘‘

لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝۳۰

’’تاکہ وہ انھیں ان کے اجر پورے پورے دے اور اپنے فضل سے انھیں زیادہ بھی دے، بلاشبہ وہ بے حد بخشنے والا،

نہایت قدر دان ہے۔‘‘

یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں نہ صرف ان کا پورا پورا اجر دے گا، بلکہ اپنے فضل و کرم سے اتنا زیادہ دے گا جس کا انھوں نے پہلے سے تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن و تائب بندوں کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور ان کے نیک اعمال کا بہت ہی اچھی بدلہ دیتا ہے۔

لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ : یعنی ان کے عمل کا انھیں نہ صرف پورا پورا بدلہ دے گا، بلکہ اس قدر زیادہ دے گا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک شخص نے ایک کتا دیکھا جو پیاس کے مارے گیلی مٹی چاٹ رہا تھا، تو اس نے اپنا موزہ اتارا اور اس میں پانی بھر بھر کر اسے پلانا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ سیر ہو گیا۔ اللہ نے اس کے اس کام کی قدر کی اور اس کو جنت عطا فرمائی۔‘‘ [بخاری، کتاب الوضوء، باب إذا شرب الکلب فی إناء أحدکم فلیغسله سبعًا : ۱۷۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک مرتبہ ایک شخص کہیں جا رہا تھا کہ اس نے راستہ میں کانٹوں والی ایک ٹہنی دیکھی جسے اس نے راستہ سے ہٹا دیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس (کے اس کام) کی قدر کی اور اسے بخش دیا۔‘‘ [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل التهجير إلى الظهر : ٦٥٢]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ اہل جنت کو پکارے گا، فرمائے گا کہ اے جنت والو! وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہم تیری خدمت میں بار بار حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے، ہم کیوں نہ راضی ہوں؟ یقیناً تو نے ہمیں ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو اپنی ساری مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ ارشاد ہوگا، اب ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ایک اور نعمت سے تم کو سرفراز کرتا ہوں۔ وہ عرض کریں گے، اے اللہ! اب ان نعمتوں سے بڑھ کر کون سی نعمت ہوگی؟ ارشاد ہوگا، میں اپنی رضا مندی تم پر نازل کرتا ہوں، اب میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٤٩۔ مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة : ٧١٤٥]

وَالَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ إِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٣١﴾

’’اور وہ جو ہم نے تیری طرف کتاب میں سے وحی کی ہے وہی حق ہے، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کی یقیناً پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں قرآن کریم کی عظمت و حقانیت کو بیان کیا گیا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے

رسول ﷺ پر نازل کیا ہے، یہ کسی انسان کی گھڑی ہوئی کتاب نہیں ہے، یہ وہ کتاب برحق ہے جو گزشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، یعنی اس کا پیغام بھی وہی ہے جو تورات و انجیل وغیرہ کا تھا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے۔ چونکہ اللہ اپنے بندوں کے حالات سے خوب واقف ہے، اس لیے اس کے علم میں یہ بات تھی کہ انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کے لیے ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہے، جو رہتی دنیا تک ان کے لیے شمع ہدایت بن کر باقی رہے۔ چنانچہ اس نے اپنے آخری رسول پر قرآن حکیم نازل کیا ہے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ؕ﴿۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۚ وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ﴿۳۴﴾ الَّذِيْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

”پھر ہم نے اس کتاب کے وارث اپنے وہ بندے بنائے جنھیں ہم نے چن لیا، پھر ان میں سے کوئی اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے اور ان میں سے کوئی نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، اللہ کے حکم سے۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔ ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے، ان میں انھیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس ان میں ریشم ہوگا۔ اور وہ کہیں گے سب تعریف اس اللہ کی ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا، بے شک ہمارا رب یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے۔ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا، نہ ہمیں اس میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ پہنچتی ہے۔“

فرمایا کہ اللہ نے اس کتاب کا وارث امت محمدیہ کو بنایا ہے، جنھوں نے ہر دور میں اسے پڑھا، سمجھا اور سمجھانے کی کوشش کی، لیکن عمل کے اعتبار سے یہ وارثانِ قرآن تین طبقوں میں بٹ گئے۔ ایک طبقہ نے اس پر عمل کرنے میں کوتاہی کی اور بعض کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا، دوسرے طبقہ نے واجبات ادا کیے، محرمات سے اجتناب کیا، لیکن بعض مکروہات کا ارتکاب کیا اور بعض مستحبات کی ادائیگی میں سستی کی اور تیسرے طبقے والے وہ ہیں جو دین کے معاملہ میں پہلے دونوں طبقوں سے سبقت کرنے والے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے گا اور سب کو جنت میں داخل کر دے گا، جس میں انھیں پہننے کے لیے سونے اور موتی کے زیورات اور ریشمی لباس ملیں گے۔ تب سب مل کر اپنے رب کا شکر ادا کریں گے، جس نے ان کے دل سے ہمیشہ کے لیے حزن و ملال دور کر دیا، کہیں گے کہ ہمارا رب بڑا

معاف کرنے والا اور نیک اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دینے والا ہے۔ اسی لیے تو اس نے گناہ گاروں کو معاف کر دیا اور تھوڑی نیکی کرنے والوں کی نیکیوں کو بھی قبول کر لیا اور سب کو جنت میں داخل کر دیا۔ نیز کہیں گے کہ ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں ہمیشہ باقی رہنے والی جنت میں داخل کر دیا، جہاں ہمیں کبھی تھکن اور پریشانی لاحق نہیں ہو گی۔

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا، جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔'' [مسلم، كتاب الطهارة، باب تبليغ الحلية حيث يبلغ الوضوء : ٢٥٠]

وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ : سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص یہاں دنیا میں حریر و ریشم پہنے گا اسے آخرت میں نہیں پہنایا جائے گا۔'' [بخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير للرجال و قدر ما يجوز منه : ٥٨٣٤۔ مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم لبس الحرير و غير ذلك للرجال : ٢٠٦٩/١١]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ ریشم کافروں کے لیے دنیا میں ہے اور تم مومنوں کے لیے آخرت میں ہے۔'' [بخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير للرجال : ٥٨٣١۔ مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة على الرجال : ٢٠٦٧]

الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ : یعنی وہ کہیں گے کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے فضل و کرم اور اپنی رحمت سے ہمیں یہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا، ورنہ ہمارے اعمال ایسے نہ تھے کہ ہم اس مقام کو حاصل کر سکتے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی شخص کا عمل اسے جنت میں داخل نہیں کر سکے گا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کا بھی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، میرا بھی نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل اور رحمت میں ڈھانپ لے۔'' [بخاري، كتاب المرضى، باب تمنى المريض الموت : ٥٦٧٣۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب لن يدخل أحد الجنة بعمله بل برحمة الله تعالى : ٢٨١٦/٧٢]

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴿٣٦﴾

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ایسے ہی ہر ناشکرے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔''

یہاں کفار اور منکرین قیامت کا انجام بیان کیا گیا ہے، فرمایا جو لوگ اللہ، اس کی آیات اور یوم آخرت کا انکار کریں گے، وہ جہنم کی آگ میں ڈال دیے جائیں گے، جہاں انھیں نہ موت آئے گی، تاکہ غم والم سے چھٹکارا مل جائے اور

نہ ایک لمحہ کے لیے ان سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نافرمانوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَ يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَ يَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴾ [إبراهيم : ۱۵ تا ۱۷] ''اور انھوں نے فیصلہ مانگا اور ہر سرکش، سخت عناد رکھنے والا نامراد ہوا۔ اس کے پیچھے جہنم ہے اور اسے اس پانی سے پلایا جائے گا جو پیپ ہے۔ وہ اسے بمشکل گھونٹ گھونٹ پیے گا اور قریب نہ ہوگا کہ اسے حلق سے اتارے اور اس کے پاس موت ہر جگہ سے آئے گی، حالانکہ وہ کسی صورت مرنے والا نہیں اور اس کے پیچھے ایک بہت سخت عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓىِٕكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴾ [البقرة: ۱٦۱، ۱٦۲] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ کی اور فرشتوں اور لوگوں کی، سب کی لعنت ہے۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔'' اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى ﴾ [الأعلٰی : ۱۳] ''پھر وہ نہ اس میں مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ نَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۷۷] ''اور وہ پکاریں گے اے مالک! تیرا رب ہمارا کام تمام ہی کر دے۔ وہ کہے گا بے شک تم (یہیں) ٹھہرنے والے ہو۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تمھاری آگ جسے ابن آدم روشن کرتا ہے، یہ جہنم کی گرمی کا سترواں حصہ ہے۔'' لوگوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! (جلانے کے لیے) یہی آگ کافی تھی، آپ نے فرمایا: ''وہ تو اس سے انہتر (٦۹) گنا زیادہ گرم ہے اور ہر حصہ میں اتنی ہی گرمی ہے۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸٤۳]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو ابدی جہنمی ہیں انھیں وہاں نہ موت آئے گی اور نہ (اچھائی کی) زندگی ملے گی۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب إثبات الشفاعة و إخراج الموحدين من النار : ۱۸۵]

وَ هُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝۳۷ ع ۱٦

''اور وہ اس میں چلائیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال لے، ہم نیک عمل کریں گے، اس کے خلاف جو ہم کیا کرتے تھے۔ اور کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا حاصل کر لیتا اور تمھارے پاس خاص

ڈرانے والا بھی آیا۔ پس چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔"

اس آیت میں جہنمیوں کے درد و الم اور شدتِ عذاب کا حال یوں بیان کیا گیا ہے کہ جب ان سے کچھ بھی نہ بن پڑے گا تو دھاڑیں مار مار کر روئیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال کر دنیا میں دوبارہ پہنچا دے، تاکہ ہم عمل صالح کریں، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا ہم نے تمھیں اتنی لمبی عمر نہیں دی تھی کہ تم میں سے جو چاہتا غور و فکر سے کام لیتا اور راہِ راست کو اختیار کرتا؟ کیا تمھارے پاس ہمارے پیغامبر نہیں آئے تھے اور انھوں نے تمھیں ہمارے عذاب سے ڈرایا نہیں تھا؟ لیکن تم لوگوں نے شرک اور گناہوں پر اصرار کیا، تو اب چکھو اپنے کیے کا انجام، آج ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ : ارشاد فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ [الأنعام : ۲۷، ۲۸] "اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان کے لیے ظاہر ہو گیا جو وہ اس سے پہلے چھپاتے تھے اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔"

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے لیے عذر کا کوئی موقع باقی نہیں رکھا جس کو ساٹھ برس تک (دنیا میں) مہلت دی۔" [بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنة فقد أعذر اللہ إلیه فی العمر ...... الخ : ٦٤١٩]

جب ساٹھ سال وہ عمر ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے عذروں کو ختم اور ان کے بہانوں کو دور کر دیتا ہے تو شاید یہی وجہ ہے کہ اس امت کے اکثر لوگوں کی عمر ساٹھ سال ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوں گی اور اس سے تجاوز کرنے والے لوگ بہت کم ہوں گے۔" [ترمذی، کتاب الدعوات، باب أعمار أمتی بین الستین إلی السبعین : ۳۵۵۰۔ ابن ماجه، کتاب الزھد، باب الأمل والأجل : ٤٢٣٦]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ساٹھ سال کی عمر سوچنے سمجھنے اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے، اگر کوئی شخص اتنی عمر پانے کے بعد بھی صحیح راستے پر نہیں آتا تو وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے کم عمری کا عذر پیش نہیں کر سکتا۔

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۳۸

"بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں جاننے والا ہے، بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، وہ دلوں کے بھیدوں اور ضمیروں کے اندرونی رازوں سے آگاہ ہے۔ ہر انسان کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ٥٩] ''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٥] ''کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

یہاں یہ بات بیان کرنے سے مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم دوبارہ دنیا میں جانے کی آرزو کر رہے ہو کہ اب نافرمانی کی جگہ اطاعت اور شرک کی جگہ توحید اختیار کرو گے، لیکن ہمیں علم ہے کہ تم ایسا نہیں کرو گے۔ تمھیں اگر دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تو تم وہی کچھ کرو گے جو پہلے کرتے رہے ہو، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ ﴾ [الأنعام : ٢٨] ''اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا۔''

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾

''وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں جانشین بنایا، پھر جس نے کفر کیا تو اس کا کفر اسی پر ہے اور کافروں کو ان کا کفران کے رب کے ہاں ناراضی کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتا اور کافروں کو ان کا کفر خسارے کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتا۔''

اللہ تعالیٰ نے قیامت تک اس دنیا کو آباد رکھنے کے لیے ابن آدم کے وجود کا تسلسل قائم کر دیا ہے کہ باپ کے بعد بیٹے اور بیٹوں کے بعد پوتے ہوتے رہتے ہیں اور اس کی پیدا کردہ نعمتوں کے یکے بعد دیگرے وارث بنتے رہتے ہیں۔ یہ باتیں ابن آدم کو موقع فراہم کرتی ہیں کہ وہ غور وفکر کرے اور سوچے کہ کرۂ ارض پر کسی کو دوام حاصل نہیں ہے اور کامیاب وہی ہوگا جو توحید باری تعالیٰ پر ایمان لائے گا اور اطاعت و بندگی کی راہ اختیار کرے گا، جو کوئی کفر کرے گا اسے اس کا بدلہ مل کر رہے گا۔ کفر ایسی بری بلا ہے جو انسان کو اللہ کی رحمت سے ہمیشہ کے لیے دور کر دیتی ہے اور دنیا میں اس کے بغض شدید اور آخرت میں ہلاکت و بربادی کا سبب بنتی ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ

لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾

"کہہ دے کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا، جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ مجھے دکھاؤ زمین میں سے انھوں نے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے، یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم لوگ، ان کے بعض بعض کو دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتے۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا، آپ ان مشرکین سے پوچھیے کہ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، کیا وہ زمین کے پیدا کرنے میں اللہ کے شریک رہے ہیں، یا آسمان کے پیدا کرنے میں کہ وہ تمھاری نظر میں عبادت کے مستحق بن گئے ہیں؟ یا اللہ کی طرف سے کوئی نوشتہ تمھارے پاس ہے، جس میں لکھا ہے کہ اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بنانا جائز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، حقیقت یہ ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے، بلکہ یہ ظالم لوگ اپنے آپ کو ایک دوسرے سے یہ کہہ کر دھوکا دیتے ہیں کہ ہمارے یہ معبود اللہ کے نزدیک سفارشی بنیں گے اور ہمیں اس سے قریب کریں گے، اس لیے بغیر دلیل و برہان ان کی عبادت کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٤] "کہہ دے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔" اور فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [لقمان : ۱۰، ۱۱] "اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔"

بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا : سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا ہے (اس کی باگ ڈھیلی کرتا ہے، تاکہ وہ خوب نافرمانی کرے اور عذاب کا مستحق ہو جائے) پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو نہیں چھوڑتا۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ٢٥٨٣]

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۬ وَ لَىِٕنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

’’بے شک اللہ ہی آسمانوں کو اور زمین کو تھامے رکھتا ہے، اس سے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹیں اور یقیناً اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے بعد کوئی ان دونوں کو نہیں تھامے گا، بے شک وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت کی دلیل پیش کی ہے کہ صرف اس کی ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو ان کی جگہ قائم رکھا ہوا ہے، ان کے اندر ایسی قوت پیدا کر دی ہے کہ سارے آسمان اپنی اپنی جگہ بغیر کسی مرئی سہارے کے قائم ہیں اور زمین بھی اپنی جگہ ثابت ہے، اس میں حرکت پیدا نہیں ہوتی، ورنہ آسمان انسانوں کے سروں پر گر کر انھیں تباہ کر دیتا اور زمین ہل کر تمام مخلوقات کو تہ و بالا کر دیتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحج : ٦٥] ’’کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے تمھاری خاطر مسخر کر دیا ہے جو کچھ زمین میں ہے اور ان کشتیوں کو بھی جو سمندر میں اس کے حکم سے چلتی ہیں اور وہ آسمان کو تھامے رکھتا ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے اذن سے۔ بے شک اللہ یقیناً لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا : یعنی اللہ تعالیٰ کافروں کے شرک کو برداشت کرتا رہتا ہے، فوراً عذاب نہیں بھیجتا، تاکہ مہلت کے زمانہ میں وہ ایمان لے آئیں، جیسا کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اذیت پہنچانے والی بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں، لوگ اس کے لیے بیٹا بناتے ہیں اور وہ پھر بھی انھیں عافیت سے رکھتا ہے اور رزق دیتا ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالٰى : ﴿ إن الله هو الرزاق ذو القوة المتين ﴾ : ۷۳۷۸۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب في الكفار : ۲۸۰٤]

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ﴿۴۲﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَ مَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَ لَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ۬ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾

’’اور انھوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی کہ واقعی اگر کوئی ڈرانے والا ان کے پاس آیا تو ضرور بالضرور وہ امتوں میں سے کسی بھی امت سے زیادہ ہدایت پانے والے ہوں گے، پھر جب ان کے پاس ایک ڈرانے

والا آیا تو اس نے ان کو دور بھاگنے کے سوا کچھ زیادہ نہیں کیا۔ زمین میں تکبر کی وجہ سے اور بری تدبیر کی وجہ سے اور بری تدبیر اپنے کرنے والے کے سوا کسی کو نہیں گھیرتی۔ اب یہ پہلے لوگوں سے ہونے والے طریقے کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ پس تو نہ کبھی اللہ کے طریقے کو بدل دینے کی کوئی صورت پائے گا اور نہ کبھی اللہ کے طریقے کو پھیر دینے کی کوئی صورت پائے گا۔"

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے کفار مکہ جب یہود و نصاریٰ کی بگڑی ہوئی اخلاقی حالت کو دیکھتے تھے تو بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے اور قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس بھی کوئی پیغمبر آیا ہوتا جو ہماری راہنمائی کرتا تو ہم یقیناً ہر لحاظ سے تم سے بہتر ہوتے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنا نبی مبعوث فرما دیا اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ اب انھیں اپنی اپنی سرداریوں اور چودھراہٹوں سے دستبردار ہو کر اس نبی کا مطیع فرمان بن کر رہنا پڑے گا تو اکڑ گئے اور قسمیں کھا کھا کر جو دعوے کیا کرتے تھے ان سے پھر گئے۔ کافروں کے اس قول کا ذکر دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں کیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ۝ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الصافات : ١٦٧ تا ١٧٠] "اور بے شک وہ (کافر) تو کہا کرتے تھے۔ اگر واقعی ہمارے پاس پہلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی۔ تو ہم ضرور اللہ کے چنے ہوئے بندے ہوتے۔ تو انھوں نے اس کا انکار کر دیا، سو جلد ہی جان لیں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے پاس رسول بھیج کر ان کے عذر کو ختم کر دیا، اب وہ قیامت کے دن ایمان نہ لانے کا کوئی عذر پیش نہیں کر سکیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۭ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٥٥ تا ١٥٧] "اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی برکت والی، پس اس کی پیروی کرو اور بچ جاؤ، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی جو ہم سے پہلے تھے اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے یقیناً بے خبر تھے۔ یا یہ کہو کہ اگر واقعی ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے۔ پس بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی، پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کنارا کرے۔ عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کنارا کرتے ہیں، برے عذاب کی جزا دیں گے، اس کے بدلے جو وہ کنارا کرتے تھے۔"

یعنی جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو انھوں نے ان سے شدید نفرت و عداوت کی، کبر و غرور کی وجہ سے ان پر

ایمان نہیں لائے، بلکہ لوگوں کو اللہ کے دین سے برگشتہ کرنے کے لیے نوع بہ نوع سازشیں کیں۔ وہ نادان اس حقیقت سے نابلد تھے کہ سازش بالآخر سازش کرنے والے ہی کے گلے کا پھندا بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کے کردار سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اس انتظار میں ہیں کہ اللہ انھیں بھی گزشتہ قوموں کی طرح ہلاک کر دے۔ اگر انھوں نے اپنی حالت نہیں بدلی تو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ کا قانون کبھی نہیں بدلتا اور نہ ایسا ہوتا ہے کہ عذاب کا مستحق کوئی ہو اور نازل کسی اور پر ہو جائے۔ اس لیے اہل مکہ کے لیے اسی میں خیر ہے کہ عذاب کا وقت آنے سے پہلے توبہ کر لیں اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں۔

اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ : جو لوگ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں وہ گویا اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، وہ اللہ کے انتقام اور عذاب کو دعوت دیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴾ [إبراهيم : ٤٦، ٤٧] ”اور بے شک انھوں نے تدبیر کی، اپنی تدبیر اور اللہ ہی کے پاس ان کی تدبیر ہے اور ان کی تدبیر ہرگز ایسی نہ تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ پس تو ہرگز گمان نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔“

فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا : یعنی جن حالات میں گزشتہ امتوں پر عذاب آتا رہا ہے، ان حالات میں ان پر بھی آ کر رہے گا اور یہ اس کو ٹال نہیں سکیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ ﴾ [الرعد : ١١] ”اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کر لے تو اسے ہٹانے کی کوئی صورت نہیں اور اس کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں۔“

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿۴۴﴾

”اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، حالانکہ وہ قوت میں ان سے زیادہ سخت تھے اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں کوئی چیز اسے بے بس کر دے، بے شک وہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد (ﷺ)! ان تکذیب کرنے والوں سے کہہ دو جن کے پاس آپ پیغام الٰہی لے کر آئے ہیں کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ پیغمبروں کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں کس

طرح تباہ و برباد کیا؟ اسی طرح کا عذاب ان کافروں کو بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تکذیب کرنے والوں پر ایسا عذاب نازل کیا کہ ان کے مکان خالی ہو گئے، کمالِ قوت اور ساز و سامان کی کثرت کی صورت میں جو نعمتیں ان کو دی گئی تھیں، وہ ان سے محروم کر دیے گئے، اموال و اولاد کی کثرت ان کے کچھ کام نہ آئی اور نہ ان سے اللہ کے عذاب کو ٹال سکی، کیونکہ اللہ تعالیٰ جب آسمانوں اور زمین میں کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرما لیتا ہے تو اسے کوئی چیز اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے روک نہیں سکتی۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۟ؕ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [الروم: ۹، ۱۰] ”اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے اور انھوں نے زمین کو پھاڑا اور اسے آباد کیا اس سے زیادہ جو انھوں نے اسے آباد کیا ہے اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔ پھر ان لوگوں کا انجام جنھوں نے برائی کی بہت برا ہی ہوا، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔“

وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۟ؒ ﴿۴۵﴾

”اور اگر اللہ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑے جو انھوں نے کمایا تو اس کی پشت پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑے اور لیکن وہ انھیں ایک مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب ان کا مقرر وقت آ جائے تو بے شک اللہ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔“

فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہر گناہ پر دنیا ہی میں اس کا مؤاخذہ کرتا اور اس پر عذاب نازل کر دیتا تو کرۂ ارض پر کوئی ذی روح باقی نہ رہتا۔ اس نے انسانوں اور جنوں کے حساب کتاب کے لیے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے۔ جب وہ وقت آ جائے گا تو وہ سب کو اکٹھا کرے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا و سزا دے گا۔ وہ خوب واقف ہے کہ کون اس دن عذاب کا مستحق ہوگا اور کون اعزاز و اکرام کا؟

سورۃ یٰسٓ مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

یٰسٓ ۝۱ وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ۝۲ اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۝۳ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۝۴ تَنۡزِیۡلَ الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ ۝۵

''یٰسٓ۔ اس حکمت سے بھرے ہوئے قرآن کی قسم! بلاشبہ تو یقیناً بھیجے ہوئے لوگوں میں سے ہے۔ سیدھی راہ پر ہے۔ یہ سب پر غالب، نہایت مہربان کا نازل کیا ہوا ہے۔''

وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ : قرآن مجید کو حکمت والا کہا گیا ہے، اس لیے کہ اس میں حکمت کی باتیں بیان کی گئی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِکَ نَتۡلُوۡہُ عَلَیۡکَ مِنَ الۡاٰیٰتِ وَالذِّکۡرِ الۡحَکِیۡمِ ﴾ [آل عمران : ۵۸] ''یہ ہے جسے ہم آیات اور پر حکمت نصیحت میں سے تجھ پر پڑھتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ ذٰلِکَ مِمَّاۤ اَوۡحٰۤی اِلَیۡکَ رَبُّکَ مِنَ الۡحِکۡمَۃِ ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۹] ''یہ اس میں سے ہیں جو تیرے رب نے حکمت میں سے تیری طرف وحی کی۔''

اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ : مشرکین نبی ﷺ کی رسالت میں شک کرتے تھے، اس لیے آپ کی رسالت کا انکار کرتے اور کہتے تھے: ﴿ لَسۡتَ مُرۡسَلًا ﴾ [الرعد : ۴۳] ''تو کسی طرح رسول نہیں ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں قرآن حکیم کی قسم کھا کر کہا کہ آپ ﷺ یقیناً اس کے پیغمبروں میں سے ہیں۔ اس میں آپ کے شرف وفضل کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی رسول کی رسالت کے لیے قسم نہیں کھائی، یہ بھی آپ ﷺ کے امتیازات اور خصائص میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی رسالت کے اثبات کے لیے قسم کھائی۔
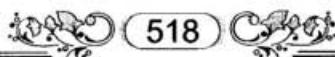
عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ : یعنی یہ راستہ، طریقہ اور دین جسے آپ لائے ہیں اللہ رب العالمین نے اپنے مومن بندوں کے لیے نازل فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴾ [الشوریٰ : ۵۲، ۵۳] ''بلاشبہ تو یقیناً سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اس اللہ کے راستے کی طرف کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے، سن لو! تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہودی اکہتر یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور نصاریٰ بھی اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔'' [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب شرح السنة : ۴۵۹۶۔ ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی افتراق هذه الأمة : ۲۶۴۰]

ابو عامر ہوزنی کا بیان ہے کہ سیدنا معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما ہم میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا، خبردار! یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''خبردار! تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوئے اور یہ ملت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ بہتر (۷۲) آگ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور یہی ''الجماعة'' ہوگا۔'' [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب شرح السنة : ۴۵۹۷۔ مسند أحمد : ۱۰۲/۴، ح : ۱۶۹۴۰]

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝

''تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے، تو وہ بے خبر ہیں۔''

یعنی یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل کیا گیا ہے، تاکہ آپ اس کے ذریعے سے مشرکین مکہ کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں، جن کے پاس ایک طویل مدت سے، یعنی اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد سے کوئی نبی نہیں بھیجا گیا ہے۔ اسی لیے وہ لوگ خالق و مخلوق کے حقوق کو بھول گئے ہیں اور کفر و فساد اور انکار آخرت جیسی برائیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اسی حقیقت کو دوسری جگہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾ [السجدة : ۳] ''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود گھڑ لیا ہے۔ بلکہ وہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے، تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ راہ پائیں۔''

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

''بے شک ان کے اکثر پر بات ثابت ہو چکی، سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے مطابق لوح محفوظ میں یہ بات لکھ دی ہے کہ اکثر و بیشتر کفارِ مکہ ایمان نہیں لائیں

گے، جیسے ابوجہل، عتبہ، شیبہ وغیرہ۔ ”بات ثابت ہو چکی“ سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ لَاَمۡلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنۡكَ وَمِمَّنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴾ [ص : ۸۵] ”کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھر دوں گا، جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے۔“

تو گویا اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا ہے کہ جو بات میں نے ابلیس کو اس کے پیروکاروں کے بارے میں کہی تھی وہ بات ان کافروں کے حق میں بحیثیت پیروکارانِ ابلیس ثابت ہوگئی ہے کہ یہ لوگ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

اِنَّا جَعَلۡنَا فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ اَغۡلٰلًا فَهِىَ اِلَى الۡاَذۡقَانِ فَهُمۡ مُّقۡمَحُوۡنَ ۝۸

”بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں کئی طوق ڈال دیے ہیں، پس وہ ٹھوڑیوں تک ہیں، سو ان کے سر اوپر کو اٹھا دیے ہوئے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ بدبخت لوگ، جن کے مقدر میں بدبختی لکھ دی گئی ہے، ان کا ہدایت کی طرف پہنچنا ایسے ہے جیسے وہ شخص ہو جس کی گردن میں طوق ڈال دیا گیا ہو اور اس کے دونوں ہاتھوں کو اس کی گردن سے اس کی ٹھوڑی کے نیچے باندھ دیا گیا ہو اور وہ سر کو اوپر اٹھائے تو اس کا سر اوپر کو اٹھا رہ جائے، نہ نیچے کی طرف دیکھ پائے اور نہ ادھر ادھر دیکھ سکے۔ تو جس طرح ایسے لوگ نیچے کی طرف دیکھ کر کبھی راہ راست پر نہیں چل سکتے ہیں، اسی طرح مشرکین مکہ بھی اللہ کی ہدایت سے لاکھوں کوس دور ہیں، وہ کبھی حق کی طرف مائل نہیں ہو سکتے ہیں۔

وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ سَدًّا وَّمِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَيۡنٰهُمۡ فَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ ۝۹

”اور ہم نے ان کے آگے سے ایک دیوار کر دی اور ان کے پیچھے سے ایک دیوار، پھر ہم نے انھیں ڈھانپ دیا تو وہ نہیں دیکھتے۔“

کفارِ مکہ کی دوسری مثال ان لوگوں کی ہے جن کے آگے اور پیچھے رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہوں اور وہ کچھ بھی نہ دیکھ پاتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے ایمان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں، اس لیے وہ کفر کی دلدل سے نکل کر دائرۂ ایمان میں کبھی داخل نہیں ہو سکیں گے۔

وَسَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝۱۰ اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكۡرَ وَخَشِىَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَيۡبِ‌ۚ فَبَشِّرۡهُ بِمَغۡفِرَةٍ وَّاَجۡرٍ كَرِيۡمٍ ۝۱۱

”اور ان پر برابر ہے، خواہ تو انھیں ڈرائے، یا انھیں نہ ڈرائے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ تو تو صرف اسی کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے۔ سو اسے بڑی بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔“

اکابر مجرمینِ مکہ کے بارے میں آپ ﷺ کو خبر دی گئی ہے کہ آپ چاہیں انھیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، یہ ایمان لانے

والے نہیں ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ [یونس: ٩٦، ٩٧] ”بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ خواہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔“

آگے فرمایا کہ اپنی دعوت و تبلیغ کا رخ ان کی طرف پھیر دیجیے جن کے بارے میں امید ہو کہ وہ دعوت حق کو قبول کر لیں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں، اس کی آیات میں غور و فکر کرتے ہیں، ان پر عمل کرتے ہیں اور دنیا کی زندگی میں اللہ کو بغیر دیکھے اس سے ڈرتے ہیں اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں، انھیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہوتا، تب بھی اس سے ڈرتے ہوئے گناہ سے بچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں کو گناہوں سے مغفرت اور اجر کریم یعنی جنت کی بشارت دے دیجیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ مَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴾ [فاطر: ١٨] ”تو تو صرف ان لوگوں کو ڈراتا ہے جو دیکھے بغیر اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو پاک ہوتا ہے تو وہ صرف اپنے لیے پاک ہوتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ [الملك: ١٢] ”یقیناً جو لوگ اپنے رب سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور بڑا اجر ہے۔“

وَ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔“ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة ویل للمطففین: ٣٣٣٤]

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ؕ وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝

”بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم لکھ رہے ہیں جو عمل انھوں نے آگے بھیجے اور ان کے چھوڑے ہوئے نشان بھی اور جو بھی چیز ہے ہم نے اسے ایک واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے۔“

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مُردوں کو زندہ کرے گا، اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ان کفار کے دلوں کو زندہ فرما دے جو ضلالت و گمراہی کے باعث مردہ ہو چکے ہیں اور انھیں حق کی ہدایت عطا فرما دے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کی سختی ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ [الحدید: ١٧] ”جان لو کہ بے شک اللہ زمین کو اس کی موت

کے بعد زندہ کرتا ہے، بلاشبہ ہم نے تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، تاکہ تم سمجھو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ [الحج : ٦، ٧] ’’یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور (اس لیے) کہ بے شک وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور (اس لیے) کہ بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور (اس لیے) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔‘‘

وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ : یعنی ہم ان کے ان اعمال کو بھی لکھ لیتے ہیں جو انھوں نے خود سرانجام دیے اور ان کے ان نشانات کو بھی جو انھوں نے اپنے بعد پیچھے چھوڑے، ہم انھیں ان کا بدلہ دیں گے، اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھا بدلہ اور اگر برے ہوئے تو برا بدلہ، جیسا کہ سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص اسلام میں کوئی اچھی بات (یعنی کتاب وسنت کی بات) جاری کرے تو اس کے لیے اپنے عمل کا ثواب بھی ہے اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے (اس کی دیکھا دیکھی) ان کا بھی ثواب ہے اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی اور جو شخص اسلام میں کوئی بری بات (یعنی بدعت وغیرہ) جاری کرے تو اس کے لیے اپنے عمل کا بھی گناہ ہے اور ان لوگوں کا بھی جو اس کے بعد (اس کی دیکھا دیکھی) اس پر عمل کریں گے اور ان گناہ کرنے والوں کے گناہ میں بھی کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔‘‘ [مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة ...... الخ : ۱۰۱۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص ہدایت کی طرف بلائے تو اسے بھی ہدایت پر چلنے والوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا اور اس سے ان لوگوں کا اجر کچھ کم نہیں ہوگا اور جو شخص گمراہی کی طرف بلائے تو اسے بھی گمراہی پر چلنے والوں کے گناہ کے برابر گناہ ہوگا اور اس سے ان گناہ کرنے والوں کا گناہ کچھ کم نہیں ہوگا۔‘‘ [مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة : ۲٦٧٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے: ① صدقہ جاریہ۔ ② وہ علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں ۔ ③ اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔‘‘ [مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ۱٦٣١]

صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہاں ’’آثار‘‘ سے مراد نماز کے لیے مساجد کی طرف جانے والوں کے قدموں کے آثار ہیں، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کے آس پاس کچھ مکانات خالی ہوئے تو قبیلہ بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ (اپنے محلے سے اٹھ کر یہیں) مسجد کے قریب کے مکانات میں آبسیں۔ جب اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ’’مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو (کیا یہ ٹھیک ہے)؟‘‘ انھوں نے جواب دیا، ہاں، اے اللہ کے رسول! ہم نے اس کام کا ارادہ کیا

ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے بنوسلمہ! اپنے مکانات ہی میں رہو، تمھارے قدموں کے نشانات (جو تم مسجد کی طرف چل کر آتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں) لکھے جاتے ہیں، اپنے مکانات ہی میں رہو، تمھارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب فضل کثرۃ الخطا إلی المساجد : ٦٦٥]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں ایک شخص فوت ہوا، اس کی جائے پیدائش بھی مدینہ ہی تھی، نبی ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھایا اور فرمایا: ''کاش! یہ اپنی جائے پیدائش کے علاوہ کسی اور جگہ فوت ہوتا۔'' ایک آدمی نے عرض کی، کیوں، اے اللہ کے رسول!؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی جب اپنی جائے پیدائش کے علاوہ کسی اور جگہ فوت ہوتا ہے تو اسے جائے پیدائش سے لے کر مقام وفات تک پیمائش کر کے (اس کے برابر جگہ) جنت میں دی جاتی ہے۔'' [مسند أحمد : ۱۷۷/۲، ح : ٦٦٦٥۔ ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فیمن مات غریبًا : ١٦١٤]

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَٰهُ فِيٓ إِمَامٍ مُّبِينٍ : یعنی تمام کائنات کو کتاب مسطور اور لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے۔ ''إِمَامٍ مُّبِينٍ'' سے یہاں ''ام الکتاب'' مراد ہے، یعنی آدمی کا ہر عمل اس کے صحیفۂ اعمال میں درج کر لیا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتَٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَٰوَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّآ أَحْصَىٰهَا ۚ وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ﴾ [الکہف : ٤٩] ''اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی صلی اللہ علیہما وسلم : ٢٦٥٣]

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا أَصْحَٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ إِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿١٣﴾ إِذْ أَرْسَلْنَآ إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوٓا إِنَّآ إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ ﴿١٤﴾ قَالُوا مَآ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ أَنزَلَ الرَّحْمَٰنُ مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ﴿١٥﴾ قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّآ إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ ﴿١٦﴾ وَمَا عَلَيْنَآ إِلَّا الْبَلَٰغُ الْمُبِينُ ﴿١٧﴾

''اور ان کے لیے بستی والوں کو بطور مثال بیان کر، جب اس میں بھیجے ہوئے آئے۔ جب ہم نے ان کی طرف دو (پیغمبر) بھیجے تو انھوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا، پھر ہم نے تیسرے کے ساتھ تقویت دی تو انھوں نے کہا بے شک ہم

تمھاری طرف بھیجے ہوئے ہیں۔ انھوں نے کہا تم ہمارے جیسے بشر ہی تو ہو اور رحمان نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تم تو محض جھوٹ ہی کہہ رہے ہو۔ انھوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ یقیناً ہم تمھاری طرف ضرور بھیجے ہوئے ہیں۔ اور ہم پر صاف پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ وہ کفارِ مکہ کو ایک بستی والے کا قصہ سنا دیں، جہاں کے رہنے والوں نے کفر و شرک پر اسی طرح اصرار کیا تھا، جس طرح یہ لوگ کر رہے ہیں اور اللہ کے رسولوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا تھا، جیسا کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ کر رہے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں چیخ کے ذریعے سے ہلاک کر دیا، تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان قریشیوں کا انجام بھی اسی بستی والوں جیسا ہو۔

اس بستی کے رہنے والے کفر و شرک میں مبتلا تھے اور دیگر گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے پہلے دو نبی بھیجے، جن کی انھوں نے تکذیب کی، تو ان کی تائید کے لیے تیسرا نبی بھیجا، ان تینوں نے اہل قریہ کو یقین دلانا چاہا کہ وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں، تو لوگوں نے ان کی بھی تکذیب کر دی اور کہا کہ تم نبی کیسے ہو سکتے ہو؟ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو اور اللہ نے کسی انسان کو نبی بنا کر اس پر آسمان سے کبھی کچھ نہیں اتارا ہے، یہ تمھاری افترا پردازی ہے۔ جب ان کا انکار بڑھا تو رسولوں نے اپنی بات میں مزید زور پیدا کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ ہم بلاشبہ تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ہماری ذمہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ہم اللہ کا پیغام پوری صراحت و وضاحت کے ساتھ لوگوں تک پہنچا دیں۔

قَالُوْۤا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ لَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

''انھوں نے کہا بے شک ہم نے تمھیں منحوس پایا ہے، یقیناً اگر تم باز نہ آئے تو ہم ضرور ہی تمھیں سنگسار کر دیں گے اور تمھیں ہماری طرف سے ضرور ہی دردناک عذاب پہنچے گا۔ انھوں نے کہا تمھاری نحوست تمھارے ساتھ ہے۔ کیا اگر تمھیں نصیحت کی جائے، بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔''

کافروں نے رسولوں کی یہ بات سن کر کہا کہ ہم تو تمھاری آمد کو اپنے لیے بدشگونی سمجھ رہے ہیں۔ جب سے تم لوگوں نے اس شہر میں قدم رکھا ہے بارش رک گئی ہے۔ وہ رسول لگ بھگ انھیں دس سال تک اللہ کے دین کی طرف بلاتے رہے، لیکن حق کی طرف مائل ہونے کے بجائے، ان کا کبر و غرور بڑھتا گیا۔ ایک دن بستی والوں نے رسولوں سے کہا کہ اگر تم اپنی دعوت سے باز نہ آئے اور اپنی تحریک بند نہ کی تو ہم لوگ تمھیں سنگسار کر دیں گے اور تمھیں بہت ہی سخت سزا دیں گے۔ رسولوں نے کہا کہ تمھاری شامت اور پکڑ تمھارے کفر اور رسولوں کو جھٹلانے کی وجہ سے ہے، بارش کا

رک جانا اور قحط سالی تمھارے گناہوں کی وجہ سے ہے، کیا تم لوگ صرف اس لیے ہمارے وجود سے بدشگونی لے رہے ہو کہ ہم نے تمھیں اللہ کی طرف بلایا ہے اور اس کی وحدانیت کی دعوت دی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ کفر و معاصی میں حد سے گزر گئے ہو۔

قَالُوْۤا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ :اسلام نے بدشگونی اور نحوست کا عقیدہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ بدشگونی کوئی چیز نہیں، جس کام کا ارادہ کیا ہے اسے کرے، بدشگونی کی وجہ سے اس سے باز نہیں آنا چاہیے، کیونکہ بدشگونی تو شرک ہے۔ اس سلسلہ میں احادیث رسول بہترین راہنمائی کرتی ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بدشگونی کوئی چیز نہیں۔“ [بخاری، کتاب الطب، باب الطيرة : ٥٧٥٤۔ مسلم، كتاب السلام، باب لا عدوى ولا طيرة ...... الخ : ٢٢٢٠/١٠٢]

سیدنا معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بدشگونی محض ایک وہم ہے جو تمھارے دل میں گزرتا ہے، یہ وہم تمھیں کسی کام سے نہ روکے۔“ [مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة و إتيان الكهان : ٥٣٧، بعد حديث : ٢٢٢٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی بیماری متعدی نہیں، بدشگونی کوئی چیز نہیں، الو کی نحوست کوئی چیز نہیں اور صفر کی نحوست کوئی چیز نہیں (بلکہ یہ محض وہم ہیں)۔“ [مسلم، كتاب السلام، باب لا عدوى ولا طيرة ...... الخ : ٢٢٢٠]

قَالُوْا طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ : یعنی تمھاری نحوست تمھی پر لوٹائی گئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی قوم کے بارے میں فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [الأعراف : ١٣١] ”تو جب ان پر خوش حالی آتی تو کہتے یہ تو ہمارے ہی لیے ہے اور اگر انھیں کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور اس کے ساتھ والوں کے ساتھ نحوست پکڑتے۔ سن لو! ان کی نحوست تو اللہ ہی کے پاس ہے۔“ قوم صالح نے کہا تھا: ﴿ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَ بِمَنْ مَّعَكَ ۚ قَالَ طٰٓىِٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [النمل : ٤٧] ”انھوں نے کہا ہم نے تیرے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو تیرے ہمراہ ہیں، بدشگونی پکڑی ہے۔ کہا تمھاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴾ [النساء : ٧٨] ”اور اگر انھیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انھیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے۔ کہہ دے سب اللہ کی طرف سے ہے، پھر ان لوگوں کو کیا ہے کہ قریب نہیں ہیں کہ کوئی بات سمجھیں۔“

وَ جَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اتَّبِعُوْا مَنْ

لَّا یَسۡـَٔلُكُمۡ اَجۡرًا وَّ هُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۲۱﴾

''اور شہر کے سب سے دور کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا اے میری قوم! ان رسولوں کی پیروی کرو۔ ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے اور وہ سیدھی راہ پائے ہوئے ہیں۔''

اس بستی کے ایک کنارے پر ایک مرد صالح رہتا تھا جس کا نام حبیب بن موسیٰ نجار تھا، جب اس نے سنا کہ بستی والے اللہ کے رسولوں کے خلاف قتل کی سازش کر رہے ہیں تو وہ رسولوں اور بستی والوں کے لیے خیر خواہی کرتے ہوئے بستی میں آیا اور کہا کہ تم لوگ اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کے پیروکار بن جاؤ، جو اپنی دعوت توحید پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے ہیں اور وہ بڑے ہی ہدایت یافتہ، بااخلاق اور باکمال لوگ ہیں۔

وَ مَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّيْۤ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّيْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾

''اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ کیا میں اس کے سوا ایسے معبود بنالوں کہ اگر رحمان میرے بارے میں کسی نقصان کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش میرے کسی کام نہ آئے گی اور نہ وہ مجھے بچائیں گے۔ یقیناً میں تو اس وقت ضرور کھلی گمراہی میں ہوں گا۔ بے شک میں تمھارے رب پر ایمان لایا ہوں، سو مجھ سے سنو۔''

پھر اس مردِ مومن نے دعوت کے لیے بڑا حکیمانہ اسلوب اختیار کیا کہ جو بات لوگوں سے کہنی تھی اس کا مخاطب اپنے آپ کو بناتے ہوئے کہا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ میں اس ذاتِ برحق کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے، یعنی کیا وجہ ہے کہ تم لوگ اس اللہ کی وحدانیت کے قائل نہیں ہوتے ہو جو تمھارا خالق ہے اور مرنے کے بعد جس کے پاس تمھیں لوٹ کر جانا ہے۔ کیا یہ بات کسی طرح عقل میں نہیں آتی ہے کہ میں اس خالق و مالک کو چھوڑ کر ایسے بے جان بتوں کی پرستش کروں کہ اگر اللہ مجھے کسی تکلیف میں مبتلا کر دے، تو وہ میرے کسی کام نہیں آئیں گے، وہ نہ اللہ کے پاس سفارشی بن سکتے ہیں اور نہ خود اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں، یعنی یہ کتنی بڑی حماقت آمیز بات ہوگی کہ جن بتوں کو میں اپنے ہاتھوں سے تراشوں، انھی کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں، اگر میں ایسا کروں گا تو میں واضح گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ لوگو! سن لو کہ میں تمھارے رب پر ایمان لے آیا جو ہم سب کا خالق و رازق اور مالک کل ہے، یعنی گواہ رہو کہ میں رب العالمین پر ایمان رکھتا ہوں اور بتوں کا انکار کرتا ہوں۔

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾

''اسے کہا گیا جنت میں داخل ہو جا۔ اس نے کہا اے کاش! میری قوم جان لے۔ اس بات کو کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے معزز لوگوں میں سے بنا دیا۔''

رسولوں کی دعوت پر تو یہ لوگ محض دھمکیاں ہی دے رہے تھے، مگر جب اس مردِ حق گو نے ناصحانہ انداز میں ان کے معبودوں کی سب خامیاں ان پر واضح کر دیں تو اسے انھوں نے اپنی اور اپنے معبودوں کی توہین اور ان کی شان میں گستاخی سمجھ کر اسے فوراً قتل کر دیا، تو قتل ہونے کے ساتھ ہی فرشتوں نے اسے یہ خوشخبری دے دی کہ جنت تمھاری منتظر

ہے، اس میں داخل ہو جاؤ۔ جب اس نے جنت اور اس کی نعمتوں کا مشاہدہ کیا تو کہا اے کاش! میری قوم ایمان باللہ اور عقیدۂ توحید سمجھ جاتی اور اسے اپنا لیتی، جس کے سبب اللہ نے میرے تمام گناہوں کو معاف کر دیا ہے اور مجھے جنت میں شہداء اور صالحین کا مقام دے کر معزز و مکرم بنایا ہے، تا کہ وہ بھی اس راہ پر چل کر جنت میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیتے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس ایک چھڑی تھی۔ آپ سر جھکائے چھڑی سے زمین پر لکیریں لگانے لگے، پھر فرمانے لگے: ”تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے اور کوئی بھی جان ایسی نہیں ہے کہ جس کا ٹھکانا اللہ نے جنت یا جہنم میں نہ لکھ دیا ہو اور یہ نہ لکھ دیا ہو کہ وہ نیک بخت ہے یا بد بخت ہے۔“ ایک شخص بولا، یا رسول اللہ! پھر ہم اپنے لکھے ہی پر کیوں نہ بھروسا کر لیں اور عمل چھوڑ دیں؟ (یعنی تقدیر کے رو برو عمل کرنا بے فائدہ ہے کہ ہوگا تو وہی جو قسمت میں ہے) آپ نے فرمایا: ”جو نیک بختوں میں سے ہے وہ نیکوں والے کاموں کی طرف چلے گا اور جو بد بختوں میں سے ہے وہ بد بختوں والے کاموں کی طرف چلے گا۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن أمہ …… الخ : ۲۶٤۷]

وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ مَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾

”اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔ وہ نہیں تھی مگر ایک ہی چیخ، پس اچانک وہ بجھے ہوئے تھے۔“

مرد صالح کے قتل کیے جانے کے بعد اس کافر و ظالم قوم کا ہلاک کیا جانا اللہ کے نزدیک ثابت ہو گیا تھا، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کوئی فوج نہیں اتاری اور نہ اس کی ضرورت تھی، وہ تو ایک چیخ تھی جس کے اثر سے آناً فاناً سبھی ہلاک ہو گئے اور اپنے تمام گناہوں کے ساتھ اچک لیے گئے، تا کہ قیامت کے دن ان کا بوجھ لیے میدانِ محشر میں اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں اور ان کا بدلہ چکھیں۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾

”ہائے افسوس بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا رہا مگر وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔“

اللہ کے رسولوں اور اس کے دین کی طرف بلانے والوں کا جو لوگ اس دنیا میں مذاق اڑاتے ہیں اور ان کی ایذا رسانی کے درپے رہتے ہیں، انھیں قیامت کے دن اس وقت سخت ندامت اٹھانا پڑے گی جب اللہ تعالیٰ ان کے ان اعمال مجرمانہ پر ان سے باز پرس کرے گا۔ اس وقت انھیں جس ہلاکت و بربادی کا سامنا ہوگا، اسے دیکھ کر ان کی حالت

ایسی ہوگی کہ آسمان و زمین کے تمام رہنے والے بھی اس پر اظہار حسرت کریں تو کم ہوگا۔

اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَکْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾

''کیا انھوں نے نہیں دیکھا، ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے کہ بے شک وہ ان کی طرف پلٹ کر نہیں آتے۔ اور نہیں ہیں وہ سب مگر اکٹھے ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں۔''

کفارِ مکہ اور دیگر کافروں کے حال پر اظہارِ حیرت ہے کہ ان سے پہلے جو کافر قومیں تھیں، اللہ نے کفر و شرک کی وجہ سے انھیں ہلاک کر دیا اور ان میں سے کوئی بھی پھر دوبارہ دنیا میں نہیں پائی گئی، تو کیا یہ امر عبرت حاصل کرنے کے لیے کافی نہیں ہے، کیا اہل مکہ کو اس سے سبق نہیں لینا چاہیے؟ اگلی آیت میں فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے تمام بندے اس کے سامنے حاضر کیے جائیں گے اور انھیں ان کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّکَ اَعْمَالَهُمْ ﴾ [هود : ۱۱۱] ''اور بے شک ان سب کو جب (وقت آئے گا) تو تیرا رب انھیں ان کے اعمال یقیناً پورے پورے دے گا۔''

وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۚۖ اَحْیَیْنٰهَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْکُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِیَاْکُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَ مَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ؕ اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

''اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا تو وہ اسی میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ بنائے اور ان میں کئی چشمے پھاڑ نکالے۔ تاکہ وہ اس کے پھل سے کھائیں، حالانکہ اسے ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، تو کیا وہ شکر نہیں کرتے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت تامہ اور مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر ایک نشانی یہ ہے کہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے زمین مردہ ہو جاتی ہے، اس میں کوئی پودہ نہیں اگتا، پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیج کر اسے زندہ کرتا ہے، اس میں دانے اگاتا ہے، جنھیں لوگ کھاتے ہیں، اس میں کھجوروں اور انگوروں کے مختلف باغات پیدا کرتا ہے اور جو پانی زمین میں چلا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اسے دوبارہ چشموں کی صورت میں زمین پر بہاتا ہے۔ آدمی ان تمام نعمتوں سے مستفید ہوتا ہے، پھلوں اور دانوں کو کھاتا ہے اور ان پھلوں میں سے کسی کا رس نکالتا ہے، تو کسی کو خشک کر لیتا ہے، یعنی مختلف طریقوں سے انھیں استعمال کرتا ہے، یہ گوناگوں نعمتیں کیا بندوں سے تقاضا نہیں کرتی ہیں کہ وہ اپنے خالق و مالک کا

شکر یہ ادا کریں اور کیا یہ ساری باتیں اس بات کی دلیل نہیں ہیں کہ باری تعالیٰ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے؟

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّہَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَ مِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۶﴾

”پاک ہے وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے ان چیزوں سے جنھیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اور ان چیزوں سے جنھیں وہ نہیں جانتے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس عاجزی اور عیب سے اپنی پاکی بیان کی کہ وہ انسانوں کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ تو قادر مطلق ہے جس نے تمام نباتات اور انسان کو جوڑا جوڑا یعنی مذکر و مؤنث پیدا کیا ہے اور آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی بہت سی دیگر چیزوں کو بھی جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے، جن کی ہمیں خبر نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ﴾ [الذاریات : ۴۹] ”اور ہر چیز سے ہم نے دو قسمیں بنائیں، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“ انسان کے بارے میں فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا وَ بَثَّ مِنۡہُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ وَ الۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا ﴾ [النساء : ۱] ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔“

وَ اٰیَۃٌ لَّہُمُ الَّیۡلُ ۚۖ نَسۡلَخُ مِنۡہُ النَّہَارَ فَاِذَا ہُمۡ مُّظۡلِمُوۡنَ ﴿ۙ۳۷﴾

”اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو کھینچ اتارتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی عظیم الشان قدرت کی یہ بھی نشانیاں ہیں کہ اس نے رات اور دن کو پیدا فرمایا، ان میں سے ایک کو تاریک اور دوسرے کو منور بنایا، پھر دونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا کہ رات آتی ہے تو دن چلا جاتا ہے اور دن چلا جاتا ہے تو رات آ جاتی ہے۔ کیا کوئی دوسرا یہ کام کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیۡکُمُ الَّیۡلَ سَرۡمَدًا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ مَنۡ اِلٰہٌ غَیۡرُ اللّٰہِ یَاۡتِیۡکُمۡ بِضِیَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسۡمَعُوۡنَ ﴿﴾ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیۡکُمُ النَّہَارَ سَرۡمَدًا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ مَنۡ اِلٰہٌ غَیۡرُ اللّٰہِ یَاۡتِیۡکُمۡ بِلَیۡلٍ تَسۡکُنُوۡنَ فِیۡہِ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿﴾ وَ مِنۡ رَّحۡمَتِہٖ جَعَلَ لَکُمُ الَّیۡلَ وَ النَّہَارَ لِتَسۡکُنُوۡا فِیۡہِ وَ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِہٖ وَ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴾ [القصص : ۷۱ تا ۷۳] ”کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک رات کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھارے پاس کوئی روشنی لے آئے؟ تو کیا تم نہیں سنتے۔ کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک

دن کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھارے پاس کوئی رات لے آئے، جس میں تم آرام کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے۔ اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے، تاکہ اس میں آرام کرو اور تاکہ اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔"

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب ادھر سے رات آ گئی اور دن ادھر سے چلا گیا اور سورج غروب ہو گیا تو روزے دار نے روزہ افطار کر لیا۔" [بخاري، كتاب الصوم، باب متى يحل فطر الصائم ؟ : ١٩٥٤۔ مسلم، كتاب الصيام، باب بيان وقت انقضاء الصوم و خروج النهار : ١١٠٠]

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٣٨﴾

"اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کے لیے چل رہا ہے، یہ اس سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔"

اس کے ایک معنی یہ ہیں کہ سورج اپنے اس مدار پر چلتا رہتا ہے، جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے، اسی سے اپنے چلنے کا آغاز کرتا ہے اور وہیں ختم کرتا ہے، اس مدار سے ذرا ادھر ادھر نہیں ہوتا کہ کسی دوسرے سیارے سے جا ٹکرائے۔ اس کے دوسرے معنی ہیں "اپنے ٹھکانے کے لیے" اور اس کا یہ مقامِ قرار عرش کے نیچے ہے، جیسا کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سورج غروب ہونے کے وقت پوچھا: "کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟" میں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "وہ عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور پھر (مشرق سے نکلنے کی) اجازت مانگتا ہے، چنانچہ اس کو اجازت دے دی جاتی ہے اور وہ زمانہ قریب ہے کہ جب وہ سجدہ تو کرے گا لیکن اس کا سجدہ قبول نہیں ہو گا اور بعد ازاں جب وہ مشرق سے نکلنے کی اجازت مانگے گا تو اس کو اجازت نہیں دی جائے گی، بلکہ حکم ہو گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا۔ چنانچہ وہ مغرب سے طلوع ہو گا اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴾ "اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کے لیے چل رہا ہے، یہ اس سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔" [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس و القمر : ٣١٩٩]

تیسرا مفہوم یہ ہے کہ سورج کا یہ چلنا قیامت کے دن تک ہے، قیامت والے دن اس کی حرکت ختم ہو جائے گی، جیسا کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: "یہ چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھہرنے کی جگہ آتا ہے اور وہاں سجدے میں گر پڑتا ہے۔ پھر اسی حال میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کو حکم ہوتا ہے کہ اٹھ جا اور جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا۔ سو وہ لوٹ جاتا ہے اور یوں اپنے نکلنے کی جگہ سے نکلتا ہے، پھر چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اپنے ٹھہرنے کی جگہ عرش کے نیچے آتا ہے اور سجدہ کرتا ہے۔ پھر اسی حال میں رہتا ہے،

یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے، اٹھ جا اور جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا۔ چنانچہ وہ (حسب معمول) اپنے نکلنے کی جگہ سے نکلتا ہے، اسی طرح بار بار ہوتا رہتا ہے، ہر بار اس سے یہی کہا جاتا ہے، اٹھ جا اور جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا اور وہ (حسب معمول) اپنے نکلنے کی جگہ (یعنی مشرق) سے نکلتا رہتا ہے۔ یوں وہ چلتا رہتا ہے اور لوگوں کو اس کی چال میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا، یہاں تک کہ (ایک دن ایسا آئے گا کہ) وہ عرش کے نیچے اپنے ٹھہرنے کی جگہ آئے گا تو اس سے کہا جائے گا اٹھ جا اور مغرب کی طرف سے طلوع ہو۔ چنانچہ وہ مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ یہ کب ہوگا؟ یہ اس وقت ہوگا جب: ﴿ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ﴾ [الأنعام : ۱۵۸] "کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الزمن الذی لا یقبل فیه الإیمان : ۱۵۹]

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾

"اور چاند، ہم نے اس کی منزلیں مقرر کر دیں، یہاں تک کہ وہ دوبارہ پرانی (کھجور کی) ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح ہو جاتا ہے۔"

یعنی چاند کو ہم نے بنایا، وہ بھی ہماری توحید اور قدرت کی ایک نشانی ہے۔ وہ ایک اور اندازے سے چلتا ہے، جس کے مطابق وہ اپنی مقررہ اٹھائیس منازل میں پوری پابندی اور ترتیب و انتظام کے ساتھ گھومتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے دن، ہفتہ، مہینا اور سال کا حساب معلوم ہوتا رہتا ہے۔ ابتدا میں چاند پتلا ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ بڑا ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ چودھویں تاریخ کو کامل ہو جاتا ہے، اس کے بعد پھر چھوٹا ہونا شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ مہینے کے آخر میں کھجور کی پتلی سوکھی اور زرد شاخ کی مانند ہو جاتا ہے۔ جو ذات برحق مہتاب کی اس حیرت انگیز گردش پر قادر ہے، وہ یقیناً تمام انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار کر دوبارہ زندہ کرنے اور ان کے اعمال کا انھیں حساب چکانے پر بھی قادر ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴾ [یونس : ۵، ۶] "وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔ بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور ان چیزوں (میں) جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہیں، یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔"

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

’’نہ سورج، اس کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔‘‘

یعنی تمام اجرامِ فلکی اپنے اپنے مدار پر گھوم رہے ہیں، کوئی اپنے مدار کو چھوڑ کر کسی اور جگہ نہیں جا سکتا، لہٰذا نہ کوئی کسی دوسرے سے ٹکرا سکتا ہے اور نہ سبقت کر سکتا ہے۔ یہ اللہ کی کاری گری ہے اور اس میں اس کی توحید اور قدرت کی زبردست نشانی ہے۔ کاش! مشرکین ان چیزوں پر غور کرتے اور شرک سے توبہ کر لیتے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٤] ’’بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔‘‘

وَ اٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝۴۱

’’اور ایک نشانی ان کے لیے یہ ہے کہ بے شک ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے لیے اس کی قدرت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے دریا اور سمندر کو ان کے لیے مسخر کر دیا ہے، تاکہ وہ ان کی کشتیوں کو اٹھا سکیں۔ ان میں سے ایک کشتی نوح علیہ السلام کی تھی جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو بچا لیا تھا اور ان کے سوا آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی اور روئے زمین پر باقی نہیں بچا تھا۔

وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝۴۲

’’اور ہم نے ان کے لیے اس جیسی کئی اور چیزیں بنائیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔‘‘

بہت سے مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد اونٹ ہے، جس کے ذریعے سے لوگ خشکی کا راستہ طے کرتے ہیں، قدیم زمانے میں عرب کے لوگ اونٹ کو خشکی کا سفینہ کہتے تھے۔ بہرحال اس میں اونٹ اور ہر وہ چیز شامل ہے جو سواری کا کام دیتی ہے۔

وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۝۴۳ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝۴۴

’’اور اگر ہم چاہیں تو انھیں غرق کر دیں، پھر نہ کوئی ان کی فریاد سننے والا ہو اور نہ وہ بچائے جائیں۔ مگر ہماری طرف سے

رحمت اور ایک وقت تک فائدہ پہنچانے کی وجہ سے۔"

اللہ تعالیٰ نے بندوں پر غایت درجہ احسان کا ذکر فرمایا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو انھیں اور ان کی کشتیوں کو موجوں کے حوالے کر دیتا اور چیخ پکار کی بھی مہلت نہ دیتا، لیکن از راہِ لطف و کرم وہ انھیں نہیں ڈبوتا اور سلامتی کے ساتھ ساحل تک پہنچاتا رہتا ہے، تاکہ وہ اپنی باقی عمر خشکی پر گزار کر دنیا سے رخصت ہوں۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَ مَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے بچو اس (عذاب) سے جو تمھارے سامنے ہے اور جو تمھارے پیچھے ہے، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ پھیرنے والے ہوتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی سرکشی و ضلالت، اپنے سابقہ گناہوں سے نہ ڈرنے اور قیامت کے دن پیش آنے والے واقعات کے بارے میں فکر مند نہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ جن آفات و بلیات کے درمیان گھرے ہوئے ہو اور جو مصائب و آلام مستقبل میں تم پر آنے والے ہیں، ان سے ڈرتے ہوئے ایمان لے آؤ، تو وہ لوگ منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ مشرکین کا ہمیشہ سے یہ وتیرہ رہا ہے کہ جب بھی ان کے رب کی طرف سے رسولوں کی صداقت کی دلیل آئی تو انھوں نے اس کی تکذیب کر دی اور ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس میں سے خرچ کرو جو تمھیں اللہ نے دیا ہے تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان سے کہتے ہیں جو ایمان لائے، کیا ہم اسے کھلائیں جسے اگر اللہ چاہتا تو کھلا دیتا۔ نہیں ہو تم مگر واضح گمراہی میں۔"

اس آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کافروں کو صرف توحید اور اسلام ہی کی دعوت نہیں دیتے تھے بلکہ ان کو اس بات کی ترغیب بھی دیتے تھے کہ وہ اپنے مال کو غربا پر بھی خرچ کریں، ان کی مصیبت میں ان کی غم گساری کریں، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کریں، تو وہ کہتے، کیا ہم انھیں کھلائیں جنھیں اللہ چاہتا تو کھلاتا، یہ تو صریح گمراہی ہے کہ ہم سے اللہ کی مرضی کے خلاف کرنے کو کہا جاتا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے جب ابو سفیان سے پوچھا تھا کہ وہ نبی تمھیں کس بات کا حکم دیتے ہیں، تو ابو سفیان نے کہا، وہ ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک

کرنے اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب کتب النبی ﷺ إلی هرقل ...... الخ : ۱۷۷۳]

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾

”اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا، اگر تم سچے ہو؟“

یعنی کفار مکہ مسلمانوں کا مذاق اڑانے کے لیے یہ بھی کہا کرتے تھے کہ تم لوگ جو قیامت اور جنت و جہنم کی بات کیا کرتے ہو اور ہمیں دھمکیاں دیتے ہو تو وہ قیامت کب واقع ہوگی؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۸۷] ”وہ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اس کا قیام کب ہوگا؟ کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری واقع ہوئی ہے، تم پر اچانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں جیسے تو اس کے بارے میں خوب تحقیق کرنے والا ہے۔ کہہ دے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَ هُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّ لَاۤ اِلٰۤى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾

ع ۲/۱۸

”وہ انتظار نہیں کر رہے مگر ایک ہی چیخ کا، جو انھیں پکڑ لے گی جب کہ وہ جھگڑ رہے ہوں گے۔ پھر وہ نہ کسی وصیت کی طاقت رکھیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آئیں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس استہزا کا جواب یہ دیا کہ وہ تو ایک چیخ ہوگی جو انھیں اچانک پکڑے گی، جب کہ وہ اپنی عادت کے مطابق خرید و فروخت میں لگے ہوں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ کاروباری معاملات طے کرنے کے لیے لڑ رہے ہوں گے۔ اس چیخ سے مراد پہلا صور ہے جسے زمین پر رہنے والا ہر آدمی سنے گا اور جو جہاں ہوگا اس کے زیر اثر وہیں مر جائے گا۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ لوگوں کو اتنی بھی مہلت نہیں ملے گی کہ کسی کو کوئی وصیت کر سکیں، یا اپنے بال بچوں کے پاس جا کر ان کا حال معلوم کر سکیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت (اتنی اچانک) قائم ہو جائے گی کہ کوئی شخص اونٹنی (کا دودھ) دوہ رہا ہوگا (اور بعد ازاں دودھ کا) برتن اس کے منہ تک نہ پہنچا ہوگا کہ قیامت آ جائے گی۔ اسی طرح دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے اور وہ ابھی خرید و فروخت کر ہی رہے ہوں گے کہ قیامت آ جائے گی اور کوئی شخص اپنا حوض درست کر کے لوٹا نہیں ہوگا کہ قیامت آ جائے گی۔“

[مسلم، کتاب الفتن، باب قرب الساعة : ۲۹۵۴]

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝۵۱ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۵۲ ﴾

''اور صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے۔ کہیں گے ہائے ہماری بربادی! کس نے ہمیں ہماری سونے کی جگہ سے اٹھا دیا؟ یہ وہ ہے جو رحمان نے وعدہ کیا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔''

جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سارے لوگ دوبارہ زندہ ہو کر میدانِ محشر کی طرف دوڑ پڑیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝۶ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝۷ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ [القمر : ٦ تا ٨] ''سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴾ [المعارج : ٤٣] ''جس دن وہ قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے، جیسے وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے سوال کیا، یا رسول اللہ! صور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة الزمر : ٣٢٤٤]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صور پھونکا جائے گا اور جو جو اسے سنے گا اپنی گردن ایک طرف جھکا لے گا اور دوسری طرف سے اٹھا لے گا (یعنی بے ہوش ہو کر گر پڑے گا) سب سے پہلے صور کی آواز سننے والا وہ آدمی ہو گا جو اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہو گا، وہ آواز سنتے ہی گر پڑے گا اور دیگر لوگ بھی (جیسے جیسے آواز سنیں گے) گرتے جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا، جو شبنم کا کام دے گی، اس سے لوگوں کے بدن تیار ہو جائیں گے۔ پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ فوراً اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔'' [مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعة، باب فی خروج الدجال و مکثه فی الأرض...... الخ : ٢٩٤٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صور کی دونوں پھونکوں کی درمیانی مدت چالیس کی ہو گی۔'' لوگوں نے کہا، اے ابو ہریرہ! کیا چالیس دن کی مدت ہو گی؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نہیں جانتا۔ لوگوں نے پوچھا، تو کیا چالیس ماہ کی مدت ہو گی؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پھر کہا، میں نہیں جانتا۔ لوگوں نے پھر پوچھا، پھر کیا چالیس سال کی مدت ہو گی؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے جانتا۔ فرمایا: ''پھر (اتنی مدت کے بعد) اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا، جس سے لوگوں کے جسم اس طرح (زمین سے) اگ پڑیں گے، جس طرح سبزی اگتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعة، باب ما بین نفختین : ٢٩٥٥]

اور جو لوگ دنیا میں قیامت اور بعث بعد الموت پر یقین نہیں رکھتے تھے، جب اپنے آپ کو دوبارہ زندہ پائیں گے اور جس عذاب کی تکذیب کرتے تھے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو شدتِ ہول سے خبط الحواس ہو جائیں گے اور مارے دہشت کے کہیں گے کہ ہائے ہماری بدنصیبی! ہمیں ہماری قبروں سے کس نے نکالا ہے کہ جہنم جیسا خطرناک اور ہیبت ناک عذاب ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ تو ان سے مومنین یا فرشتے کہیں گے کہ یہ تو وہی دن ہے جس کا اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا اور جس کی خبر تمھیں اس کے سچے رسولوں نے دی تھی اور جسے تم جھٹلاتے تھے۔

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾

’’نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ، تو اچانک وہ سب ہمارے پاس حاضر کیے ہوئے ہوں گے۔ پس آج کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور نہ تمھیں اس کے سوا کوئی بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔‘‘

یہ وہی دوسرا صور ہوگا جس کا ذکر گزشتہ آیات میں ہوا ہے اور مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنا اور انھیں میدانِ محشر کی طرف ہانک کر لے جانا بہت ہی آسان ہے، پہلی چیخ کے ذریعے سے تمام زندہ لوگ موت کے گھاٹ اتار دیے جائیں گے اور دوسری چیخ کے ذریعے سے دوبارہ زندہ ہو کر میدانِ محشر کی طرف دوڑ پڑیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴾ [النازعات : ۱۳، ۱٤] ’’پس وہ تو صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی۔ پس یک لخت وہ زمین کے اوپر موجود ہوں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ﴾ [النحل : ۷۷] ’’اور قیامت کا معاملہ نہیں ہے مگر آنکھ جھپکنے کی طرح، یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [بنی إسرائيل : ۵۲] ’’جس دن وہ تمھیں بلائے گا تو تم اس کی تعریف کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور سمجھو گے کہ تم نہیں رہے مگر تھوڑا۔‘‘

آگے فرمایا، کافروں نے دنیا میں جس کفر و شرک اور ظلم و معاصی کا ارتکاب کیا ہوگا انھیں اس کا پورا پورا بدلہ چکا دیا جائے گا، ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا : سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۷]

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّ لَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾

”بے شک جنت کے رہنے والے آج ایک شغل میں خوش ہیں۔ وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ ان کے لیے اس میں بہت پھل ہے اور ان کے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو وہ طلب کریں گے۔ سلام ہو۔ اس رب کی طرف سے کہا جائے گا جو بے حد مہربان ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس دن اہل جنت اللہ کی دی ہوئی بیش بہا نعمتوں سے مستفید ہونے میں اس طرح مشغول ہوں گے کہ وہ کافروں اور ان کے انجام بد سے بالکل غافل ہو جائیں گے، چاہے وہ ان کے عزیز و اقارب ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ درختوں کے سائے میں گاؤ تکیوں پر ٹیک لگائے آرام کریں گے۔ وہاں انھیں انواع و اقسام کے پھل اور ہر وہ نعمت ملے گی جس کی وہ لوگ خواہش کریں گے اور بے حد رحم کرنے والے رب کی طرف سے انھیں سلام کا پیغام پہنچے گا، یعنی اللہ تعالیٰ ان کی تعظیم و تکریم کے لیے انھیں سلام کرے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴾ [الدھر : ۱۱ تا ۱۴] ”پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔ اور انھیں ان کے صبر کرنے کے عوض جنت اور ریشم کا بدلہ عطا فرمایا۔ وہ اس میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اس میں سخت دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی۔ اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے خوشے تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْۤ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ۳۱، ۳۲] ”اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمھارے دل چاہیں گے اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ” (قیامت کے روز) ایک پکارنے والا (فرشتہ جنتی لوگوں کو) پکار کر کہے گا، تم لوگ ہمیشہ صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے، ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی موت نہیں آئے گی، ہمیشہ جوان رہو گے کبھی تم پر بڑھاپا نہیں آئے گا اور ہمیشہ مزے کرو گے کبھی رنجیدہ نہیں ہو گے۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی دوام نعیم أهل الجنة ...... الخ : ۲۸۳۷]

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝

”اور الگ ہو جاؤ آج اے مجرمو!“

اللہ تعالیٰ جب اہل جنت کے لیے جنت کا اور اہل جہنم کے لیے جہنم کا حکم دے دے گا تو کافروں سے کہے گا کہ اے وہ لوگو جنھوں نے کفر و شرک اور گناہوں کے سبب اپنے آپ پر ظلم کیا تھا! تم لوگ اہل جنت سے الگ ہو کر کھڑے ہو

جاؤ، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ﴾ [یونس : ۲۸] ''اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے جنھوں نے شریک بنائے تھے، کہیں گے اپنی جگہ ٹھہرے رہو، تم اور تمھارے شریک بھی، پھر ہم ان کے درمیان علیحدگی کر دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴾ [الروم : ۴۳] ''پس تو اپنا چہرہ سیدھے دین کی طرف سیدھا کر لے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں، اس دن وہ جدا جدا ہو جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ ﴾ [الصافات : ۲۲، ۲۳] ''اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا، پھر انھیں جہنم کی راہ کی طرف لے چلو۔''

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝٦٠ وَأَنِ اعْبُدُونِي ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝٦١ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا ۖ أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ۝٦٢ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝٦٣ اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝٦٤

''کیا میں نے تمھیں تاکید نہ کی تھی اے اولاد آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ اور یہ کہ میری عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا۔ تو کیا تم نہیں سمجھتے تھے۔ یہ ہے وہ جہنم جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ آج اس میں داخل ہو جاؤ، اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔''

پھر اللہ تعالیٰ ان سے بطور زجر و توبیخ کہے گا کہ کیا میں نے اپنے رسولوں کی زبانی تمھیں یہ نصیحت نہیں کی تھی کہ تم لوگ شیطان کی عبادت نہ کرو، اس لیے کہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے، صرف میری عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے، یہی وہ دین اسلام ہے جو اپنے ماننے والوں کو جنت تک پہنچاتا ہے۔ اگلی آیت میں شیطان کی انسانوں سے عداوت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اس مردود نے تو بے شمار لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے، اس لیے وہ تمھارا دوست کیسے بن سکتا ہے؟ کیا اتنی سی بات بھی تمھارے دل و دماغ میں نہیں آتی؟ آگے فرمایا کہ اے اہل کفر و شرک! اب اپنے انجام کو بھگتو اور اس جہنم میں داخل ہو جاؤ جس کی تم زندگی بھر تکذیب کرتے رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو پہلے ہی ہوشیار کر دیا تھا کہ شیطان تمھارا دشمن ہے، اس کا کہنا نہ ماننا، ورنہ دوزخ میں جاؤ گے۔ جس وعدے کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے، اس وعدے کا ذکر صراحت کے ساتھ درج ذیل آیات میں ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴾ [الحجر : ۴۲، ۴۳] ''بے شک میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں، مگر جو گمراہوں میں سے تیرے

پیچھے چلے۔ اور بلاشبہ جہنم ضرور ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُورًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٦٣] ''فرمایا جا، پھر ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا تو بے شک جہنم تمھاری جزا ہے، پوری جزا۔''

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴾ [الطور : ١٣ تا ١٥] ''جس دن انھیں جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا، سخت دھکیلا جانا۔ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے، یا تم نہیں دیکھ رہے؟''

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۶۵

''آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے جو وہ کمایا کرتے تھے۔''

یہ کفار و منافقین کا قیامت کے دن حال ہو گا جب وہ دنیا میں کیے ہوئے اپنے جرائم کا انکار کر دیں گے اور قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ انھوں نے تو یہ جرائم نہیں کیے تھے، تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا اور ان کے اعمال کے بارے میں ان کے اعضا بول کر گواہی دیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [النور : ٢٤] ''جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''کیا دوپہر کے وقت، جب بادل بھی نہ ہوں، تمھیں سورج دیکھنے میں کوئی دقت ہوتی ہے؟'' صحابہ نے عرض کی، نہیں، آپ نے فرمایا: ''کیا چودھویں رات کو، جب کوئی بادل بھی نہ ہو، تمھیں چاند دیکھنے میں کوئی دقت ہوتی ہے؟'' صحابہ نے کہا، نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تمھیں اپنے رب کے دیکھنے میں کوئی دقت نہیں ہو گی، بعینہٖ جس طرح کہ سورج اور چاند کو دیکھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ پھر اللہ تعالیٰ بندے سے ملاقات کرے گا اور فرمائے گا، اے بندے! کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی؟ کیا میں نے تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ کیا میں نے تجھے تیری شریک حیات نہیں دی تھی اور گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرا تابع نہیں کیا تھا اور تجھے چھوڑا کہ تو اپنی قوم کا سردار تھا اور ٹیکس وصول کرتا تھا؟ بندہ کہے گا، کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ بھلا تجھے یقین تھا کہ تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ بندہ کہے گا، نہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اب ہم بھی تجھے بھلا دیں گے جیسے تو ہمیں بھول گیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ دوسرے بندے سے ملاقات کرے گا، فرمائے گا، اے بندے! کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی؟ کیا تجھے

سردار نہیں بنایا تھا اور کیا تجھے تیری شریک حیات نہیں دی تھی اور گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرے تابع نہیں کر دیا تھا؟ کیا میں نے تجھے چھوڑ نہیں رکھا تھا کہ تو اپنی قوم کا سردار تھا اور تو ٹیکس وصول کرتا تھا؟ بندہ کہے گا، کیوں نہیں، اے میرے رب! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تجھے یقین تھا کہ تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ بندہ کہے گا، نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو اب میں بھی تجھے بھلا دوں گا جس طرح تو نے مجھے دنیا میں بھلا دیا تھا۔ پھر تیسرے بندے سے حساب لے گا، اس سے بھی اسی طرح سوال گا، بندہ کہے گا، اے میرے رب! میں تجھ پر، تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا تھا اور میں نماز پڑھتا، روزے رکھتا اور صدقہ و خیرات کرتا تھا، وہ اسی طرح اپنی تعریف کرے گا، جہاں تک اس سے ہو سکے گا۔ جواباً اللہ تعالیٰ فرمائے گا، دیکھ یہیں تیرا جھوٹ کھل جائے گا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر کہا جائے گا، ہم تجھ پر گواہ کھڑا کرتے ہیں۔ بندہ اپنے دل میں سوچے گا کہ کون مجھ پر گواہی دے گا، پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران کو، اس کے گوشت کو اور اس کی ہڈیوں کو حکم دیا جائے گا کہ گواہی دیں۔ چنانچہ اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں گواہی دیں گی۔ یہ اس لیے کیا جائے گا تا کہ اس کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔ دراصل یہ شخص منافق ہوگا اور اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ٢٩٦٨]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ آپ اچانک ہنسے، پھر آپ نے ہم سے پوچھا: ''جانتے ہو کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟'' ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: ''بندے کی اس گفتگو پر ہنسا ہوں۔ جو وہ اپنے رب سے (قیامت والے دن) کرے گا۔ بندہ کہے گا کہ باری تعالیٰ! کیا تو مجھے ظلم سے پناہ نہیں دے چکا؟ اللہ فرمائے گا، ہاں! تو یہ کہے گا کہ تب پھر میں سوائے اپنے کسی گواہ کی گواہی اپنے خلاف منظور نہیں کروں گا (میرا اپنا بدن تو میرا ہے، باقی سب میرے دشمن ہیں)۔ اللہ فرمائے گا، اچھا تیری ہی ذات کی گواہی تجھ پر آج کے دن کفایت کرتی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی۔ چنانچہ اس وقت اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اعضائے بدن سے فرمایا جائے گا، بولو! (تم خود گواہی دو کہ تم سے اس نے کیا کیا کام لیے؟) وہ اس کے سارے اعمال بتا دیں گے۔ پھر اسے بولنے کی اجازت دی جائے گی تو یہ اپنے اعضا سے کہے گا، تمھارا ستیاناس ہو! (اور تم مجھ سے) دور ہو جاؤ (تم ہی میرے دشمن بن بیٹھے،) میں تو (تمھارے ہی بچاؤ کی کوشش کر رہا تھا اور) تمھارے ہی فائدے کے لیے حجت بازی کر رہا تھا۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ٢٩٦٩]

وَ لَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ۝ وَ لَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝

''اور اگر ہم چاہیں تو یقیناً ان کی آنکھیں مٹا دیں، پھر وہ راستے کی طرف بڑھیں تو کیسے دیکھیں گے؟ اور اگر ہم چاہیں تو

یقیناً ان کی جگہ ہی پر ان کی صورتیں بدل دیں، پھر نہ وہ (آگے) چل سکیں اور نہ واپس آئیں۔“

اللہ تعالیٰ کی رحمت دنیا میں کافر و مومن سب کے لیے عام ہے، اسی لیے بار ہا بار کفر و شرک کے ارتکاب کے باوجود اللہ کافروں اور مشرکوں کو روزی دیتا ہے اور انھیں دنیا کی چند روزہ زندگی گزار لینے کا موقع دیتا ہے، اگر وہ کفر و شرک پر دنیا ہی میں ان کی گرفت کرتا تو ان کی آنکھیں چھین لیتا، پھر وہ اپنے جانے پہچانے راستوں پر بھی نہ چل پاتے اور ان کی صورتوں کو مسخ کر دیتا، نہ آگے جا پاتے اور نہ پیچھے لوٹ سکتے، لیکن اس نے رحمت کی وجہ سے ایسا نہیں کیا۔

وَ مَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

”اور جسے ہم زیادہ عمر دیتے ہیں اسے بناوٹ میں الٹا کر دیتے ہیں، تو کیا یہ نہیں سمجھتے۔“

جس کی عمر جتنی لمبی ہوتی جاتی ہے، اس کی حالت دن بدن اتنی ہی دگرگوں ہوتی جاتی ہے، اس کا جسم گھلتا جاتا ہے اور ذہنی اور عقلی کیفیت بدلتی جاتی ہے، حتیٰ کہ وہ اس بچے کی مانند ہو جاتا ہے جو اپنی پیدائش کے وقت تمام بدنی اور عقلی قویٰ سے محروم ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴾ [الروم : ٥٤] ”اللہ وہ ہے جس نے تمھیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد قوت بنائی، پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنا دیا، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا ہے، ہر چیز پر قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ﴾ [الحج : ٥] ”اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو قبض کر لیا جاتا ہے اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، تاکہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔“

اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ : یعنی کیا یہ اپنی عقلوں سے کام لیتے ہوئے غور نہیں کرتے کہ جو قادر مطلق انسانوں کو پیدائش، بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے مراحل سے گزار کر موت کے گھاٹ اتارنے کی قدرت رکھتا ہے کیا وہ اس کی قدرت نہیں رکھتا کہ اسے دوبارہ زندہ کر سکے؟ عقل و فہم کا تو یہی تقاضا ہے کہ وہ اس پر قادر ہے۔

وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۶۹﴾

”اور ہم نے نہ اسے شعر سکھایا ہے اور نہ وہ اس کے لائق ہے۔ وہ تو سراسر نصیحت اور واضح قرآن کے سوا کچھ نہیں۔“

مشرکین کہا کرتے تھے کہ محمد (ﷺ) شاعر ہیں اور قرآن اس کی شاعری کا نتیجہ ہے، اس آیت کریمہ میں انھی باتوں کی تردید کی گئی ہے کہ نہ محمد (ﷺ) شاعر ہیں اور نہ قرآن ان کی جدت طبع کا نتیجہ ہے۔ منصب نبوت کو شاعری پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ شعراء تو جھوٹ بولتے ہیں اور مبالغہ اور خلاف واقعہ باتیں بیان کرتے ہیں، جبکہ قرآن کریم کتابِ الٰہی ہے۔ جس سے مقصود یہ ہے کہ بندوں کو اس کے پیدا کرنے والے کی بندگی کی طرف بلایا جائے اور کفر و

سرکشی کے انجامِ بد سے انھیں ڈرایا جائے۔

کفار رسول اللہ ﷺ کو شاعر کہا کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ بَلْ قَالُوٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ٥] ”بلکہ انھوں نے کہا یہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے، بلکہ یہ شاعر ہے، پس یہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے جیسے پہلے (رسول) بھیجے گئے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴾ [الصافات : ٣٦] ”اور کہتے تھے کیا واقعی ہم یقیناً اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر چھوڑ دینے والے ہیں؟“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سب سے سچی بات جو شاعر نے کہی ہے، وہ لبید کی بات ہے: « اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ » ”خبردار! اللہ کے سوا ہر چیز مٹ جانے والی ہے۔“ اور جب رسول اللہ ﷺ نے امیہ بن ابی صلت کے اشعار سنے تو فرمایا: ”قریب تھا کہ امیہ بن ابی صلت مسلمان ہو جاتا۔“ [بخاری، كتاب الأدب، باب ما يجوز من الشعر...... الخ : ٦١٤٧۔ مسلم، كتاب الشعر، باب في إنشاد الأشعار ...... الخ : ٢٢٥٦/٣]

سیدنا جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ چل رہے تھے کہ آپ ﷺ کو پتھر سے ٹھوکر لگی اور آپ گر پڑے، اس سے آپ کی انگلی سے خون بہنے لگا تو آپ ﷺ نے (ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کا) یہ شعر پڑھا: « هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ ، وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ » ”تو ایک خون آلود انگشت ناتواں ہے، جو بھی تجھے صدمہ پہنچا ہے وہ اللہ کی راہ میں ہے۔“ [بخاری، كتاب الأدب، باب ما يجوز من الشعر...... الخ : ٦١٤٦]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے کہا، اے ابو عمارہ! کیا غزوۂ حنین میں تم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے راہِ فرار اختیار کر گئے تھے؟ کہنے لگے، مگر اللہ کی قسم! میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نہیں بھاگے تھے۔ دراصل جلد باز لوگ میدان سے منہ پھیر گئے تھے، بات یہ تھی کہ ہوازن قبیلہ نے ان کا تیروں سے استقبال کیا اور رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر سوار تھے اور ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب اس کی لگام تھامے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ یہ فرما رہے تھے، « اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ، اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ » ”میں سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔“ [بخاری، كتاب المغازي، باب قول الله تعالٰى : ﴿ و يوم حنين إذ أعجبتكم...... الخ ﴾ : ٤٣١٥۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة حنين : ١٧٧٦]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ خندق کے دن خندق سے مٹی منتقل کر رہے تھے اور آپ کا بطن اطہر گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا، آپ گھنے بالوں والے تھے اور آپ مٹی منتقل کرتے ہوئے سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل اشعار گنگنا رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَوْ لَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَ ثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
وَ إِنَّ الْأُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا إِذَا أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَيْنَا

''اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے، نہ ہم صدقہ دیتے نہ ہم نماز پڑھتے۔ اے اللہ! ہمارے اوپر سکون نازل فرما، اگر دشمن سے ہماری مڈبھیڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔ مشرکوں نے ہم پر بغاوت کر دی ہے، تاہم جب وہ ہمیں فتنہ میں مبتلا کرنا چاہیں گے تو ہم انکاری ہیں۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الأحزاب : ۴۱۰۶۔ مسلم، کتاب الجھاد، باب غزوۃ الأحزاب وھی الخندق : ۱۸۰۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، مہاجر و انصار مدینہ کے اردگرد خندق کھود رہے تھے اور مٹی منتقل کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: « نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا، عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا أَبَدًا » ''ہم ہی وہ ہیں جنھوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے۔'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کا (پرجوش انداز میں) یوں جواب دیتے تھے: « اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَهْ، فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ » ''اے میرے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، انصار و مہاجرین کو معاف کر دے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الأحزاب : ۴۰۹۹، ۴۱۰۰۔ مسلم، کتاب الجھاد، باب غزوۃ الأحزاب وھی الخندق : ۱۸۰۵/۱۳۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جانا اس کے لیے شعروں سے پیٹ بھر لینے سے بہتر ہے۔'' [مسلم، کتاب الشعر، باب فی إنشاد الأشعار...... الخ : ۲۲۵۷]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ کئی بیان جادو ہوتے ہیں اور یقیناً کئی شعر حکمت ہوتے ہیں۔'' [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب ما جاء فی الشعر : ۵۰۱۱۔ ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی إن من البیان سحرًا : ۲۰۲۸]

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

''تاکہ اسے ڈرائے جو زندہ ہو اور انکار کرنے والوں پر بات ثابت ہو جائے۔''

یعنی قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لیے نازل کیا گیا ہے، تاکہ آپ ایمان و یقین کے ذریعے سے زندہ اور آباد دلوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں اور کافروں کے لیے ان کے کفر و سرکشی کی وجہ سے عذاب آخرت ثابت ہو جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴾ [یٰسٓ : ۱۱] ''تو تو صرف اسی کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے۔ سو اسے بڑی بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ مَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ

﴿وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ﴾ [فاطر : ۱۸] ''تو تو صرف ان لوگوں کو ڈراتا ہے جو دیکھے بغیر اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو پاک ہوتا ہے تو وہ صرف اپنے لیے پاک ہوتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُم مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾

''اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان چیزوں میں سے جنھیں ہمارے ہاتھوں نے بنایا، ان کے لیے مویشی پیدا کیے، پھر وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے انھیں ان کے تابع کر دیا تو ان میں سے کچھ ان کی سواری ہیں اور ان میں سے بعض کو وہ کھاتے ہیں۔ اور ان کے لیے ان میں کئی فائدے اور پینے کی چیزیں ہیں۔ تو کیا وہ شکر نہیں کرتے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر اپنے اس انعام کا ذکر فرمایا ہے کہ چوپایوں کو ہم نے پیدا کیا ہے، ہمارے سوا کوئی ان کی تخلیق پر قادر نہیں ہے اور پھر ہم نے انھیں بندوں کے لیے مسخر کر دیا ہے، جس طرح چاہتے ہیں بحیثیت مالک ان میں تصرف کرتے ہیں، بعض جانوروں کو سواری کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں۔ چمڑے، بال اور اون سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعض جانوروں کا دودھ بھی پیتے ہیں۔ ان تمام نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ بندے اپنے خالق و مالک کا شکر ادا کریں۔ اسی کی عبادت کریں اور اس کے سوا غیروں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا نہ سمجھیں۔

وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُندٌ مُّحْضَرُونَ ﴿٧٥﴾

''اور انھوں نے اللہ کے سوا کئی معبود بنا لیے، تاکہ ان کی مدد کی جائے۔ وہ ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے اور یہ ان کے لشکر ہیں، جو حاضر کیے ہوئے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس بات کی تردید کی ہے، جو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبودانِ باطلہ کو اختیار کر رکھا ہے کہ وہ ان کی مدد کریں، ان کو رزق دیں اور انھیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ معبودانِ باطلہ ان کی مدد کی ذرہ برابر بھی قدرت نہیں رکھتے ہیں، بلکہ ان پجاریوں کو شیطان نے ان کی خدمت، دیکھ بھال اور عبادت کے لیے مقرر کر دیا ہے۔

فَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾

''پس ان کی بات تجھے غمزدہ نہ کرے، بے شک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ کی تسلی کے لیے کہا جا رہا ہے کہ مشرکین مکہ لوگوں کو آپ سے متنفر کرنے کے لیے آپ کے مختلف نام رکھتے ہیں۔ کبھی شاعر کہتے ہیں، تو کبھی جادوگر اور کبھی کاہن کہتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ اے محمد! تم اللہ کے رسول نہیں ہو، تو آپ کو ان کی ان استہزا آمیز باتوں سے غمگین نہیں ہونا چاہیے، ہم ان کے تمام خفیہ اور ظاہر کرتوتوں سے واقف ہیں، وہ ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے۔ ہم ان کے کفر و شرک اور کبر و عناد کا بدلہ انھیں چکا کر رہیں گے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۳۳، ۳۴] ”بے شک ہم جانتے ہیں کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ یقیناً تجھے وہ بات غمگین کرتی ہے جو وہ کہتے ہیں، تو بے شک وہ تجھے نہیں جھٹلاتے اور لیکن وہ ظالم اللہ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے اس پر صبر کیا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی اور کوئی اللہ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ یقیناً تیرے پاس ان رسولوں کی کچھ خبریں آئی ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴾ [الکھف : ۶] ”پس شاید تو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔“

اَوَ لَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۙ۝

”اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔“

نطفہ ایک ناچیز قطرہ ہوتا ہے، اس ناچیز قطرے سے اللہ تعالیٰ انسان کو پیدا کرتا ہے۔ کیا اس ناچیز قطرے سے انسان کی پیدائش تعجب خیز اور حیرت انگیز نہیں؟ تو جو اللہ ایک قطرے سے انسان کو پیدا کر سکتا ہے وہ اس کو مارنے کے بعد دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴾ [عبس : ۱۷ تا ۲۲] ”مارا جائے انسان! وہ کس

قدر ناشکرا ہے۔ اس نے اسے کس چیز سے پیدا کیا۔ ایک قطرے سے، اس نے اسے پیدا کیا، پس اس کا اندازہ مقرر کیا۔ پھر اس کے لیے راستہ آسان کر دیا۔ پھر اسے موت دی، پھر اسے قبر میں رکھوایا۔ پھر جب وہ چاہے گا اسے اٹھائے گا۔“

اور فرمایا: ﴿ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴾ [الدھر : ۱، ۲] ”کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں تھا جس کا (کہیں) ذکر ہوا ہو؟ بلاشبہ ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں، سو ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا۔“

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ : یعنی کیا بعث کا انکار کرنے والے نے اس سے استدلال نہیں کیا کہ جس نے اسے پہلی مرتبہ پیدا فرمایا وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے، جیسا کہ سیدنا بسر بن جحاش القرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی پر لعاب مبارک ڈالا، پھر اپنی سبابہ انگلی (اس کی طرف اشارے کے طور پر) رکھی اور فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! تو مجھے کیسے عاجز کر سکتا ہے؟ حالانکہ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے، پھر جب میں نے تجھے ٹھیک اور درست پیدا کیا تو تو فاخرانہ لباس پہن کر زمین میں اکڑ کر چلنے لگا اور تو نے مال جمع کرنا اور مسکینوں کو دینے سے روکنا شروع کر دیا اور بعد ازاں جب تیری جان حلق تک پہنچ جاتی ہے، تو کہتا ہے کہ اب میں اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں، بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟“ [ابن ماجه، كتاب الوصايا، باب النهي عن الإمساك في الحيوة والتبذير عند الموت : ۲۷۰۷۔ مسند أحمد : ۲۱۰/۴، ح : ۱۷۸٦۰]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عاص بن وائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا اور اسے ریزہ ریزہ کرنے لگا، پھر کہنے لگا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا اللہ اس ہڈی کو اس کے بوسیدہ ہونے کے بعد بھی زندہ کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں! اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا، (سن!) اللہ تعالیٰ تجھے موت دے گا، پھر تجھے زندہ کرے گا اور پھر تجھے جہنم کی آگ میں داخل کرے گا۔“ تو اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [یٰسٓ : ۷۷ تا ۸۳] سورت کے آخر تک۔ [مستدرك حاكم : ۴۲۹/۲، ح : ۳٦۰٦]

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝۸۰

”وہ جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی، پھر یکایک تم اس سے آگ جلا لیتے ہو۔“

بعث بعد الموت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ درخت کو پانی سے پیدا کرتا ہے، جو بڑھ کر ہرا بھرا ہو جاتا ہے، پھر مرورِ زمانہ کے ساتھ سوکھی لکڑی بن جاتا ہے اور ایندھن کے کام آتا ہے، اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، وہ ہر چیز

پر قادر ہے۔ اسے کوئی اس کے کسی فعل و عمل سے نہیں روک سکتا ہے۔

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَٰوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ﴿۸۱﴾

”اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کر دے؟ کیوں نہیں اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

بعث بعد الموت کی ایک تیسری دلیل آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہے، یعنی وہ ذات واحد جو عظیم آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر قادر ہے، وہ یقیناً کمزور اور چھوٹے جسم والے انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ۚ بَنَاهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا ﴿۲۸﴾ وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ﴿۲۹﴾ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا ﴿۳۰﴾ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ﴾ [النازعات : ۲۷ تا ۳۳] ”کیا پیدا کرنے میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اس نے اسے بنایا۔ اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا۔ اور اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔ اور زمین، اس کے بعد اسے بچھا دیا۔ اس سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا۔ اور پہاڑ، اس نے انھیں گاڑ دیا۔ تمھاری اور تمھارے چوپاؤں کی زندگی کے سامان کے لیے۔“ اور فرمایا: ﴿وَقَالُوا أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا ﴿۵۰﴾ أَوْ خَلْقًا مِمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ ۚ فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا ۖ قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هُوَ ۖ قُلْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا﴾ [بنی إسرائیل : ۴۹ تا ۵۱] ”اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی (معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔“

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۸۳﴾

”اس کا حکم تو، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے ”ہو جا“ تو وہ ہو جاتی ہے۔ سو پاک ہے وہ کہ اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی کامل بادشاہی ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“

یعنی اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ لفظ ''کُنْ'' سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہ ہر چیز کا مالک ہے اور جس چیز میں چاہتا ہے اپنی مرضی اور ارادے کے مطابق تصرف کرتا ہے، وہ ہر عیب و نقص سے پاک ہے اور ہر خوبی اور اچھائی سے متصف ہے، جب قیامت آئے گی تو سب کو دوبارہ زندہ ہو کر اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، تاکہ وہ خالق کائنات ہر ایک کو اس کے کیے کا بدلہ دے۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلے زمانے کے ایک شخص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد دی تھی۔ جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا، باپ کی حیثیت سے میں نے اپنے آپ کو کیسا ثابت کیا؟ انھوں نے کہا، بہت اچھا۔ اس نے کہا، دیکھو! میں اللہ کی راہ میں کوئی نیکی ذخیرہ نہیں کر سکا، تو اس حالت میں اگر میں کہیں اللہ کے سامنے پہنچ گیا تو ضرور مجھے عذاب ہو گا۔ تم ایسا کرنا کہ جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو جلا دینا، پھر جب میں جل کر کوئلہ ہو جاؤں تو خوب پیس کر باریک کر دینا اور جب کبھی تیز آندھی آئے تو میری راکھ ہوا میں اڑا دینا۔ چنانچہ اس نے اپنی اولاد سے قسم دے کر یہ عہد لیا (اور پھر وہ دنیا سے رخصت ہو گیا تو) اس کی اولاد نے اسی طرح کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''کُنْ'' اور (یہ کلمہ کہتے ہی) وہ شخص (زندہ ہو کر) کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا، اے میرے بندے! بتا تو نے یہ کام کیوں کیا تھا؟ اس نے عرض کی، اے اللہ! تیرے ڈر اور خوف کی وجہ سے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خوف کا انعام یہ دیا کہ اس پر رحم فرمایا (اور اس کے گناہ معاف کر دیے)۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب الخوف من الله عزوجل : ٦٤٨١]

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ : سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کیا، آپ نے قیام میں سورۂ بقرہ کی تلاوت فرمائی۔ آپ جس کسی آیت رحمت سے گزرتے تو وہاں رکتے اور (اللہ کی رحمت کا) سوال کرتے اور جس کسی آیت عذاب سے گزرتے تو وہاں رکتے اور (اللہ کے عذاب سے) پناہ طلب کرتے، پھر آپ نے رکوع کیا، اس قدر لمبا جتنا کہ آپ کا قیام تھا، آپ اپنے رکوع میں یہ دعا پڑھتے تھے: ((سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ)) ''پاک ہے وہ ذات جو غلبہ و قوت، ملکیت، بڑائی اور عظمت والی ہے۔'' پھر آپ نے سجدہ کیا، اس قدر لمبا جتنا آپ کا قیام تھا اور آپ اپنے سجدے میں بھی وہی دعا پڑھتے رہے، پھر کھڑے ہوئے اور سورۂ آل عمران کی تلاوت فرمائی، پھر ایک سورت پڑھی، (بعد ازاں) ایک اور سورت پڑھی۔ [أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب ما يقول الرجل في ركوعه و سجوده : ٨٧٣۔ نسائي، كتاب التطبيق، باب نوع آخر من الذكر في الركوع : ١٠٥٠]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں (نماز میں) تخفیف کا حکم دیا کرتے تھے اور ہمیں نماز پڑھاتے ہوئے آپ صافات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔[السنن الکبریٰ للنسائی : ۶/۴۴۰، ح : ۱۱۴۳۲۔ مسند أحمد : ۲/۲۶، ح : ۴۷۹۶]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

وَ الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾

”قسم ہے ان (جماعتوں) کی جو صف باندھنے والی ہیں! خوب صف باندھنا۔“

اللہ تعالیٰ نے اس سورتِ کریمہ کی ابتدا فرشتوں کی قسم کھا کر اپنی ذات کے لیے اثباتِ وحدانیت کے ذریعے سے کی ہے، بہت سے صحابہ و تابعین کا خیال ہے کہ ”الصّٰٓفّٰتِ“ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو آسمان میں اپنے رب کے سامنے صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں، جیسا کہ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ”کیا وجہ ہے کہ میں تمھیں اس طرح ہاتھ ہلاتے دیکھ رہا ہوں گویا وہ شریر گھوڑوں کی دمیں ہیں؟ تم لوگ نماز میں پرسکون رہا کرو۔“ ایک مرتبہ پھر آپ ہمارے پاس آئے اور ہمیں کئی حلقوں میں (بیٹھا ہوا) دیکھا تو فرمایا: ”کیا بات ہے کہ میں تمھیں علیحدہ علیحدہ دیکھتا ہوں؟“ پھر ایک مرتبہ آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا: ”تم اس طرح صف کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے حضور صف بناتے ہیں؟“ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! فرشتے اپنے رب کے حضور کس طرح صف بناتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فرشتے (پہلے) اگلی صفیں پوری کرتے ہیں اور وہ صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔“[مسلم، کتاب الصلوۃ، باب الأمر بالسکون فی الصلوۃ ...... الخ : ۴۳۰]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمیں لوگوں پر تین باتوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے: ① ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی مثل ہوتی ہیں۔ ② ہمارے لیے ساری زمین نماز کی جگہ بنا دی گئی ہے۔ ③ اور ہمارے لیے زمین کی مٹی پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دی گئی ہے، اس وقت جب ہمیں پانی نہ ملے۔'' [مسلم، کتاب الصلوٰة، باب المساجد و مواضع الصلوة : ٥٢٢]

فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝۲

''پھر ان کی جو ڈانٹنے والی ہیں! زبردست ڈانٹنا۔''

''فَالزّٰجِرٰتِ'' اس سے مراد یا تو وہ فرشتے ہیں جو اپنے گھوڑوں کو ڈانٹتے ہیں، یا ان فرشتوں کی قسم جو کافروں کی جان نکالتے وقت انھیں زجر و توبیخ کرتے ہیں، جیسے قریب الموت کافروں کو ڈانٹنے کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ١ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ١ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۹۳] ''اور کاش ! تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، نکالو اپنی جانیں، آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ یَتَوَفَّى الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓىِٕكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ١ۚ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴾ [الأنفال : ٥٠] ''اور کاش! تو دیکھے جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں۔ اور جلنے کا عذاب چکھو۔''

گھوڑے کو ڈانٹنے کا ذکر بھی ایک حدیث میں ملتا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (غزوۂ بدر میں) ایک مسلمان ایک کافر کا تعاقب کر رہا تھا، اس نے کافر کے اوپر سے کوڑے کی آواز سنی اور سوار کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے حیزوم! آگے بڑھ، یہ کہنا تھا کہ کافر زمین پر چت گر پڑا۔ مسلمان نے آگے بڑھ کر دیکھا تو اس کافر کی ناک زخمی تھی اور اس کا چہرہ پھٹ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے کوڑا مارا گیا ہے اور اس کافر کا سارا بدن (کوڑے کے زہر کی وجہ سے) سبز ہو چکا تھا۔ وہ انصاری مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نے سچ کہا، یہ تیسرے آسمان سے آئی ہوئی مدد تھی۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر و إباحة الغنائم : ١٧٦٣]

فَالتّٰلِیٰتِ ذِكْرًا ۝۳

''پھر ان کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والی ہیں!''

اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو خود بھی اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور انسانوں کی روحانی غذا یا ہدایت کا واسطہ بھی بنتے ہیں، پیغمبروں پر اللہ کا حکم لاتے ہیں اور نیک لوگوں کے دلوں میں القا و الہام کرتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو اللہ کا ذکر کرنے والوں کی تلاش میں راستوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسی جماعت کو پاتے ہیں جو اللہ کے ذکر میں مصروف ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو پکارتے ہوئے کہتے ہیں، ادھر آؤ! یہاں تمھاری مطلوبہ چیز موجود ہے۔ چنانچہ وہ اہل مجلس کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ عزوجل : ٦٤٠٨]

سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے بیٹھتے ہیں تو فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں، رحمت ان پر چھا جاتی ہے، سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان لوگوں (یعنی فرشتوں) میں فرماتے ہیں جو اس کے پاس ہیں۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن و علی الذکر : ۲۷۰۰]

إِنَّ إِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَ رَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿٥﴾

''کہ بے شک تمھارا معبود یقیناً ایک ہے۔ جو آسمانوں اور زمین کا اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کا رب اور تمام مشرقوں کا رب ہے۔''

فرشتوں کی قسم کھا کر انسانوں کے عرفِ عام کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کے ذہنوں میں یہ بات بٹھانا چاہی ہے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے، وہی ہر ایک کا پیدا کرنے والا اور سب کو روزی دینے والا ہے، وہی آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے اور وہی مشرق و مغرب کا رب ہے۔ آسمان اور زمین کا وجود اور جب سے دنیا قائم ہوئی ہے شمس و قمر کا مکمل نظم و نسق سے چلتے رہنا اور اس میں ذرہ برابر فرق نہ آنا، یہ اس بات کی واضح ترین دلیل ہے کہ ان کا پیدا کرنے والا موجود ہے اور وہ ایک ہے جو مالک کل ہے اور وہی اپنی مرضی کے مطابق ان میں تصرف کرتا ہے، کسی دوسرے کا کوئی دخل نہیں ہے۔

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ ﴿٦﴾ وَ حِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿٧﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلٰى وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿٨﴾ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿٩﴾

''بے شک ہم نے ہی آسمان دنیا کو ایک انوکھی زینت کے ساتھ آراستہ کیا، جو ستارے ہیں۔ اور ہر سرکش شیطان سے خوب محفوظ کرنے کے لیے۔ وہ اوپر کی مجلس کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور ہر طرف سے ان پر (شہاب) پھینکے جاتے

ہیں۔ بھگانے کے لیے اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے علم و حکمت کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے آسمانِ دنیا کو ستاروں سے مزین کر دیا ہے۔ یہ ستارے مختلف الانواع اور متحرک ہیں، ان میں سے کچھ چھوٹے ہیں اور کچھ بڑے۔ یہ ستارے رات کے وقت دیکھنے میں روشن اور چمکدار نظر آتے ہیں اور آسمانِ دنیا کو زینت بخشتے ہیں اور تاریک راتوں میں دیکھنے میں بھلے نظر آتے ہیں۔ ان ستاروں کا ایک دوسرا مقصد یہ ہے کہ ان کے ذریعے سے شیاطین کو مار کر آسمان کی باتیں سننے سے انھیں دور رکھا جاتا ہے، تاکہ وہ غیب کی باتیں سن کر زمین پر رہنے والے کاہنوں کو نہ بتائیں۔ شیاطین جب بھی اس کی کوشش کرتے ہیں، فرشتے انھیں آسمان کی ہر جہت سے انگاروں کے ذریعے سے مارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ان شیاطین کو شدید دائمی عذاب دیا جائے گا۔

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِالْكَوَاكِبِ : یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمانِ دنیا کو ستاروں سے زینت بخشی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴾ [الملك : ٥] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت بخشی اور ہم نے انھیں شیطانوں کو مارنے کے آلے بنایا اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴾ [ق : ٦] ”تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسے اسے بنایا اور اسے سجایا اور اس میں کوئی درزیں نہیں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [الحجر : ١٦ تا ١٨] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمان میں کئی برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ہے۔ اور ہم نے اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ کر دیا ہے۔ مگر جو سنی ہوئی بات چرا لے تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔“

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝

”مگر جو کوئی اچانک اچک کر لے جائے تو ایک چمکتا ہوا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔“

یعنی ان شیاطین میں سے جو چوری سے کوئی بات جھپٹ لیتا ہے اور وہ اپنے سے نیچے والے شیطان کو وہ بات بتا دیتا ہے، بسا اوقات اسے بتانے سے پہلے ہی ایک جلتا ہوا انگارا اس کے پیچھے لگ جاتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ وہ جلتے ہوئے انگارے کے لگنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق نیچے والے شیطان کو بتانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور یہ دوسرے شیطان وہ بات کاہن کو بتا دیتے ہیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا: ”وہ کچھ نہیں ہیں۔“ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کبھی کبھی ان کی

بتائی ہوئی کوئی بات سچ بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ سچی بات وہ ہوتی ہے جو جن فرشتوں سے سن کر اڑا لیتا ہے، پھر وہ اس بات کو اپنے دوست (یعنی کاہن) کے کان میں اس طرح ڈال دیتا ہے، جس طرح ایک مرغ دوسرے مرغ کو دانے کے لیے بلاتا ہے۔ (یعنی جس طرح دوسرا کوئی ان مرغوں کی بات نہیں سمجھ پاتا ایسے ان شیطانوں کی بات کو بھی دوسرے لوگ نہیں سمجھ پاتے) پھر وہ کاہن اس ایک سچ میں سو سے زیادہ جھوٹ ملا دیتے ہیں۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب قول الرجل للشيء: ليس بشيء ...... الخ : ٦٢١٣۔ مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان : ١٢٣/٢٢٢٨]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی نے انھیں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ستارہ ٹوٹا اور زبردست روشنی ہوگئی۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''جاہلیت میں جب اس طرح کوئی ستارہ گرتا تو تم کیا کہتے تھے؟'' انھوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں (کہ حقیقت کیا ہے)، تاہم ہم یہ کہتے تھے کہ رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے، یا کوئی بڑا آدمی فوت ہوا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ستارے کے گرنے کا تعلق کسی کی موت یا پیدائش سے نہیں ہوتا، دراصل بات یہ ہے کہ جب ہمارا رب تبارک و تعالیٰ کسی امر کا آسمانوں میں فیصلہ کرتا ہے تو عرش کو اٹھانے والے فرشتے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ والے آسمان کے فرشتے (ان کی آواز سن کر) تسبیح کہتے ہیں، حتیٰ کہ یہ تسبیح آسمان دنیا کے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے، پھر وہ فرشتے جو عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کے پاس ہوتے ہیں، وہ حاملانِ عرش سے پوچھتے ہیں کہ تمھارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ انھیں اس بات کی خبر دیتے ہیں جو رب نے فرمائی تھی۔ اس طرح ایک آسمان والے فرشتے (اپنے سے اوپر) دوسرے آسمان والوں سے دریافت کرتے جاتے ہیں، حتیٰ کہ یہ خبر آسمان دنیا تک پہنچ جاتی ہے اور (بعض دفعہ) اس خبر کو بعض جن چرا لیتے ہیں اور اپنے دوستوں (یعنی جادوگروں اور کاہنوں) کو بتا دیتے ہیں۔ انھیں ان ستاروں کے ذریعے سے مارا جاتا ہے۔ تو جو خبر یہ جن لاتے ہیں اگر اتنی ہی کہیں تو سچ ہے، لیکن وہ اس میں (سو) جھوٹ ملاتے ہیں اور اسے بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔'' [مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة و إتيان الكهان : ٢٢٢٩]

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ⑪

''سو ان سے پوچھ کیا یہ پیدا کرنے کے اعتبار سے زیادہ مشکل ہیں، یا وہ جنھیں ہم نے پیدا کیا؟ بے شک ہم نے انھیں ایک چپکتے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ آپ مشرکین سے پوچھیے جو بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہیں کہ جسمانی قوت و متانت میں وہ زیادہ ہیں یا آسمان و زمین اور پہاڑ؟ اس کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ واقعی کمزور اور ناتواں جسم

رکھتے ہیں اور آسمانوں اور زمین اور پہاڑ ان سے کہیں زیادہ قوی اور بڑے ہیں جنھیں اللہ نے پیدا کیا ہے اور یہ بات انھیں اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور کرتی ہے کہ اللہ کی قدرت سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔ اس لیے انسانوں کو زندہ کرنا بھی اس کے لیے بے حد آسان ہے۔ آیت کے آخر میں انسان کی کمزوری و ناتوانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ہم نے تو اسے چکنی اور کمزور مٹی سے پیدا کیا ہے۔ وہ اپنی اس حقیقت کو اور آسمان و زمین اور پہاڑوں کی قوت کو مدنظر رکھتے ہوئے کیوں نہیں ایمان لاتا، تاکہ جو اللہ ان مہیب آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے، وہ یقیناً انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۟ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۟ وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۟ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۟ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ۟ وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۟ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴾ [النازعات: ۲۷ تا ۳۳] ”کیا پیدا کرنے میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اس نے اسے بنایا۔ اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا۔ اور اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔ اور زمین، اس کے بعد اسے بچھا دیا۔ اس سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا۔ اور پہاڑ، اس نے انھیں گاڑ دیا۔ تمھاری اور تمھارے چوپاؤں کی زندگی کے سامان کے لیے۔“
اور فرمایا: ﴿ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الأحقاف: ۳۳] ”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام زمین سے جمع شدہ مٹھی بھر خاک سے پیدا فرمایا۔ اسی لیے آدم علیہ السلام کی اولاد بھی مٹی کی طرح مختلف ہے، (رنگت کے اعتبار سے) کوئی ان میں سے سرخ، کوئی سفید، کوئی سیاہ اور کوئی درمیانی رنگت والا، (طبیعت کے اعتبار سے) کوئی نرم خو، کوئی سخت مزاج اور کوئی درمیانی طبیعت والا اور (عمل کے اعتبار سے) کوئی انتہائی خبیث، کوئی بہت اچھا اور کوئی درمیانے عمل والا۔“ [مسند أحمد: ۴۰۶/۴، ح: ۱۹۶۶۳]

بَلْ عَجِبْتَ وَ يَسْخَرُوْنَ ۟ وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۟ وَ اِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۟ وَ قَالُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۟ ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۟ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۟ قُلْ نَعَمْ وَ اَنْتُمْ دٰخِرُوْنَ ۟ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۟

’’بلکہ تو نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جب انھیں نصیحت کی جائے وہ قبول نہیں کرتے۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو خوب مذاق اڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ صاف جادو کے سوا کچھ نہیں۔ کیا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو چکے تو کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟ کہہ دے ہاں! اور تم ذلیل ہو گے۔ سو وہ بس ایک ہی ڈانٹ ہوگی، تو یکایک وہ دیکھ رہے ہوں گے۔‘‘

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ مشرکین مکہ کے انکار بعث بعد الموت پر آپ کو اس لیے تعجب ہو رہا ہے کہ دلائل و براہین کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے، لیکن دراصل ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، اسی لیے اتنی واضح ترین حقیقت کا انکار کر رہے ہیں اور آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں اور جب انھیں نصیحت کی جاتی ہے کہ عقیدہ بعث بعد الموت کا انکار نہ کریں تو ان پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا اور جب انھیں کائنات میں موجود کوئی ایسی نشانی دکھائی جاتی ہے جو اللہ کی اس قدرت پر دلالت کرتی ہے تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) کی ہر بات اور ہر عمل جادو کے قبیل سے ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے شق القمر کا معجزہ دکھایا تو اسے دیکھ کر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق نہیں کی، بلکہ اسے جادو بتایا اور بدستور اپنے کفر پر اڑے رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾ وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾ وَ كَذَّبُوْا وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴾ [القمر : ۱ تا ۳] ’’قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (یہ) ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔ اور انھوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام انجام کو پہنچنے والا ہے۔‘‘

آگے فرمایا کہ وہ کہنے لگے کہ بھلا یہ بات بھی کوئی عقل سے لگتی ہے کہ جب ہم مر جائیں گے اور گل سڑ کر مٹی ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں رہ جائیں گی تو ہمیں اور ہمارے باپ دادا کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حیرت انگیز بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہاں تم یقیناً اٹھائے جاؤ گے اور اس وقت تمھیں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور کوئی دلیل و حجت تمھارے کام نہیں آئے گی، وہ تو ایک چیخ ہوگی جو انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے لیے حکم الٰہی سے تعبیر ہوگی، تو سارے انسان یک لخت زندہ ہو کر اپنے رب کے حضور کھڑے ہو جائیں گے اور قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھنے لگیں گے۔

کافر دوبارہ زندہ ہونے کو ناممکن سمجھتے تھے اور اس کا مذاق اڑاتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ﴿۷۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَ لَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [یٰسٓ : ۷۸ تا ۸۲] ’’اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ

بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔ وہ جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی، پھر یکا یک تم اس سے آگ جلا لیتے ہو۔ اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کر دے؟ کیوں نہیں اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کا حکم تو، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے۔" دوبارہ زندہ ہونے پر کافروں کا اعتراض نقل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ؁ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؁ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ؁ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ؁ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴾ [النازعات : ١٠ تا ١٤] "یہ لوگ کہتے ہیں کیا بے شک ہم یقیناً پہلی حالت میں لوٹائے جانے والے ہیں؟ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے۔ انھوں نے کہا یہ تو اس وقت خسارے والا لوٹنا ہوگا۔ پس وہ تو صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی۔ پس یک لخت وہ زمین کے اوپر موجود ہوں گے۔"

وَ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ؀ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ؁ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ؁ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ؁

"اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! یہ تو جزا کا دن ہے۔ یہی فیصلے کا دن ہے، جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا، پھر انھیں جہنم کی راہ کی طرف لے چلو۔"

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کفار اپنے آپ کو ملامت کریں گے اور اعتراف کریں گے کہ انھوں نے دنیا میں اپنے اوپر خود ظلم کیا تھا اور جب قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھیں گے تو بے حد ندامت کا اظہار کریں گے۔ اس دن انھیں اپنی ہلاکت و بربادی کا یقین ہو جائے گا اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تب بعث بعد الموت کا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے کہ یہی ہے بدلے کا وہ دن جس کا ہم دنیا میں انکار کرتے تھے اور فرشتے اور مومنین ان سے زجر و توبیخ کے طور پر کہیں گے کہ ہاں، یہی وہ دن ہے جس کی تم لوگ دنیا میں تکذیب کرتے تھے۔ اس دن اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا کہ لے جاؤ ان ظالموں کو، ان جیسے تمام مجرموں کو اور ان تمام جھوٹے معبودوں کو، جن کی یہ لوگ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے، ان سب کو جہنم کی راہ پر ڈال دو، جس پر چل کر اس کھائی میں گر جائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ؀ لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ؀

﴿لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ﴾ [الأنبياء : ۹۸ تا ۱۰۰] ”بے شک تم اور جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں، تم اسی میں داخل ہونے والے ہو۔ اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور یہ سب اسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے لیے اس میں گدھے جیسی آواز ہوگی اور وہ اس میں نہیں سنیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا﴾ [بني إسرائيل : ۹۷] ”اور قیامت کے دن ہم انھیں ان کے چہروں کے بل اندھے اور گونگے اور بہرے اٹھائیں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے، جب کبھی بجھنے لگے گی ہم ان پر بھڑکانا زیادہ کر دیں گے۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا، اے اللہ کے نبی! کافر کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل کس طرح چلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ”کیا جس اللہ نے اسے اس دنیا میں دو پاؤں پر چلایا ہے، وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ قیامت کے دن اسے اس کے چہرے کے بل چلا دے؟“ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ الذين يحشرون على وجوههم إلى جهنم ﴾ : ٤٧٦٠]

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾

”اور انھیں ٹھہراؤ، بے شک یہ سوال کیے جانے والے ہیں۔ کیا ہے تمھیں، تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ بلکہ آج وہ بالکل فرماں بردار ہیں۔ اور ان کے بعض بعض کی طرف متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ کہیں گے بے شک تم ہمارے پاس قسم کی راہ سے آتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا کہ ان مجرموں کو میدانِ محشر میں روک لو، تاکہ ان سے ان کے عقائد، اقوال اور اعمال کے متعلق پوچھا جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۱۹ تا ۲۳] ”اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، پھر ان کی الگ الگ قسمیں بنائی جائیں گی۔ یہاں تک کہ جونہی اس کے پاس پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ کہیں گے ہمیں اس اللہ نے بلوا دیا

جس نے ہر چیز کو بلوایا اور اسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا اور اسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔ اور تم اس سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمھارے خلاف تمھارے کان گواہی دیں گے اور نہ تمھاری آنکھیں اور نہ تمھارے چمڑے اور لیکن تم نے گمان کیا کہ بے شک اللہ بہت سے کام، جو تم کرتے ہو، نہیں جانتا۔ اور یہ تمھارا گمان تھا جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا، اسی نے تمھیں ہلاک کر دیا، سو تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔"

الغرض اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے سوال و جواب ہوگا، ان سوالوں میں سے ایک سوال یہ بھی ہوگا کہ تم لوگ دنیا کی طرح یہاں بھی ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کر رہے ہو؟ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہوگا، اس دن تو ذلت و رسوائی سے ان کی گردنیں جھکی ہوں گی، ان میں سے جو کمزور لوگ دنیا میں متکبر لوگوں کی پیروی کرتے رہے تھے، وہ ان متکبر لوگوں سے پوچھیں گے کہ تم لوگ دنیا میں ہمیں اپنی پیروی پر مجبور کرتے تھے، تو آج ہماری مدد کے لیے آگے کیوں نہیں بڑھتے ہو اور جہنم کا عذاب ہم سے ٹال کیوں نہیں دیتے ہو؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ا۟لْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ [سبا : ۳۱] "اور کاش! تو دیکھے جب یہ ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کیے ہوئے ہوں گے، ان میں سے ایک دوسرے کی بات رد کر رہا ہوگا، جو لوگ کمزور سمجھے گئے تھے ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہہ رہے ہوں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لانے والے ہوتے۔" اور فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ﴾ [سبا : ۳۳] "اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے، ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہیں گے بلکہ (تمھاری) رات اور دن کی چالبازی نے (ہمیں روکا) جب تم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لیے شریک ٹھہرائیں۔"

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝۲۹ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ۝۳۰ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَاۤ ۖۗ اِنَّا لَذَآىِٕقُوْنَ ۝۳۱ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ۝۳۲ فَاِنَّهُمْ يَوْمَىِٕذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝۳۳ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝۳۴

"وہ کہیں گے بلکہ تم ایمان والے نہ تھے۔ اور ہمارا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، بلکہ تم (خود) حد سے بڑھنے والے لوگ تھے۔ سو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی۔ بے شک ہم یقیناً چکھنے والے ہیں۔ سو ہم نے تمھیں گمراہ کیا، بے شک ہم خود گمراہ تھے۔ پس بے شک وہ اس دن عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔ بے شک ہم مجرموں کے ساتھ ایسے ہی کیا کرتے ہیں۔"

شیاطین یا سردارانِ کفار جواب دیں گے کہ تم مومن کب تھے کہ ہم نے تمھیں کفر پر آمادہ کیا؟ تم نیک کب تھے کہ ہم نے تمھیں برائی کی راہ پر ڈال دیا اور اہل توحید کب تھے کہ ہم نے تمھیں شرک پر مجبور کیا؟ تم لوگ ہمارے زیر تسلط نہیں تھے کہ ہم تمھیں طاقت کے بل بوتے پر کفر سے نکال کر ایمان میں داخل کر دیتے، تم تو ظلم و شرک اور کفر و طغیان میں حد سے تجاوز کیے ہوئے تھے، اس لیے آج اللہ کا وعدہ ہم سب کے لیے ثابت ہو گیا: ﴿ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [صٓ : ۸۵] ”کہ ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھر دوں گا، جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے۔“

اب ہم سب کو اس عذاب کا مزہ چکھنا ہے، جس کا وعدہ اللہ نے ہم سے کر رکھا تھا اور بالآخر اپنی مجرمانہ حرکتوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہاں! ہم نے تمھیں گمراہ کیا تھا، چونکہ ہم گمراہ تھے، اس لیے چاہا کہ تم بھی ہمارے جیسے ہو جاؤ، لیکن ہم نے تمھیں مجبور نہیں کیا تھا، بلکہ کفر و شرک کی راہوں کو تمھارے لیے خوشنما بنا دیا تھا، تو تم ان پر ہمارے ساتھ چل پڑے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے شیاطین و سردارانِ کفر اور ان کی پیروی کرنے والوں کے بارے میں خبر دی ہے کہ جس طرح دنیا میں یہ تمام لوگ ضلالت و گمراہی میں شریک تھے آج عذاب الٰہی کا مزہ چکھنے میں بھی شریک ہوں گے۔ کفر و شرک کرنے والے مجرمین کے ساتھ ہم ایسا ہی برتاؤ کیا کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴾ [حٰمٓ المؤمن : ۴۷، ۴۸] ”اور جب وہ آگ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور لوگ ان سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ بے شک ہم تمھارے ہی پیچھے چلنے والے تھے، تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ ہٹانے والے ہو؟ وہ لوگ کہیں گے جو بڑے بنے تھے بے شک ہم سب اس میں ہیں، بے شک اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا حَتّٰٓي اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۸، ۳۹] ”فرمائے گا ان جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی جماعت داخل ہو گی اپنے ساتھ والی کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ

ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔‘‘

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾

’’بے شک وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو تکبر کرتے تھے۔‘‘

یعنی جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی حقیقی الٰہ نہیں تو یہ تکبر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کی توحید کو تسلیم نہیں کرتے تھے، حق بات کو قبول نہیں کرتے تھے۔ حق بات کو تسلیم نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا اسی کا نام تو تکبر ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں نہیں جائے گا، ایک شخص نے کہا، ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو (تو کیا یہ تکبر ہے)؟ آپ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے (اس لیے یہ تکبر نہیں ہے)، تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانہ : ۹۱]

وَيَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾

’’اور کہتے تھے کیا واقعی ہم یقیناً اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر چھوڑ دینے والے ہیں؟ بلکہ وہ حق لے کر آیا ہے اور اس نے تمام رسولوں کی تصدیق کی ہے۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا گیا، شاعر کہا گیا، حالانکہ وہ نہ مجنون تھے اور نہ شاعر، ان کا لایا ہوا کلام نہ دیوانے کی بڑ ہے اور نہ شاعرانہ غلط بیانی، وہ تو سراسر حق، فصاحت و بلاغت اور حکمت کا گلدستہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الحآقۃ : ۴۰ تا ۴۳] ’’بلاشبہ یہ (قرآن) یقیناً ایک معزز پیغام لانے والے کا قول ہے۔ اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں، تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے، تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔ (یہ) جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴾ [الطور : ۲۹ تا ۳۴] ’’پس نصیحت کر، کیوں کہ تو اپنے رب کی مہربانی سے ہرگز نہ کسی طرح کاہن ہے اور نہ کوئی دیوانہ۔ یا وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے جس پر ہم زمانے کے حوادث کا انتظار کرتے ہیں؟ کہہ دے انتظار کرو، پس بے شک میں (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے

ہوں۔ یا انھیں ان کی عقلیں اس بات کا حکم دیتی ہیں، یا وہ خود ہی حد سے گزرنے والے لوگ ہیں؟ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے یہ خود گھڑ لیا ہے؟ بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ پس وہ اس جیسی ایک ہی بات بنا کر لے آئیں، اگر سچے ہیں۔"

اِنَّكُمْ لَذَآىِٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَ مَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾

"بلاشبہ تم یقیناً دردناک عذاب چکھنے والے ہو۔ اور تمھیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔"

میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ کفار و مشرکین سے کہے گا، جب ان کے بارے میں جہنم کا فیصلہ ہو جائے گا کہ اب تم جہنم کے دردناک عذاب میں ہمیشہ کے لیے مبتلا کر دیے جاؤ گے اور یہ انجام بد تمھارے برے اعمال ہی کا نتیجہ ہے۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَ هُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾

"مگر اللہ کے خالص کیے ہوئے بندے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے مقرر رزق ہے۔ کئی قسم کے پھل اور وہ عزت بخشے گئے ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان پر صاف بہتی ہوئی شراب کا جام پھرایا جائے گا۔ جو سفید ہوگی، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہ اس میں کوئی دردِ سر ہوگا اور نہ وہ اس سے مدہوش کیے جائیں گے۔ اور ان کے پاس نگاہ نیچے رکھنے والی، موٹی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی۔ جیسے وہ چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہوں۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کو عذابِ نار سے مستثنیٰ قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾ [العصر : ۱ تا ۳] "زمانے کی قسم! کہ بے شک ہر انسان یقیناً گھاٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔" اور فرمایا: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۫ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ [التين : ۴ تا ۶] "بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو سب سے اچھی بناوٹ میں پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اسے لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔"

آگے فرمایا کہ انھیں ان کا رب جنت میں داخل کر دے گا اور بے شمار نعمتوں سے نوازے گا۔ ان نعمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ انھیں بغیر انقطاع کے صبح و شام عمدہ اور پاکیزہ روزی ملتی رہے گی۔ اہل جنت کا کھانا پینا بھوک اور پیاس کی

وجہ سے نہیں، بلکہ محض لذت حاصل کرنے کے لیے ہوگا اور وہاں وہ بہت ہی باعزت زندگی گزاریں گے، وہ آمنے سامنے آرام کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے اور انھیں شراب کی جاری نہروں سے پیالے بھر بھر کر پیش کیے جائیں گے۔ ایسی شراب جس سے انھیں نہ کوئی بیماری لاحق ہوگی، نہ درد سر ہوگا اور نہ اس کے زیر اثر ان کی عقل ماری جائے گی۔ اہل جنت کی بیویاں موٹی آنکھوں والی اور بڑی خوبصورت ہوں گی، جیسے چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہوں۔ کہتے ہیں کہ شتر مرغ اپنے انڈوں کو اپنے پروں کے نیچے چھپا کر رکھتا ہے، جس کی وجہ سے وہ گرد و غبار سے محفوظ اور صاف ستھرے رہتے ہیں، پھر وہ زردی مائل سفید ہوتے ہیں، یعنی بہت خوش رنگ ہوتے ہیں۔ تو حوریں بھی انتہائی سفید، صاف ستھری اور خوش رنگ ہوں گی۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۝ فٰكِهِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ۝ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴾ [الطور: ۱۷ تا ۲۴] ”بے شک متقی لوگ باغوں اور بڑی نعمت میں ہیں۔ لطف اٹھانے والے اس سے جو ان کے رب نے انھیں دیا اور ان کے رب نے انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا لیا۔ کھاؤ اور پیو خوب مزے سے، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جو قطاروں میں بچھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیا، جو بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد کسی بھی درجے کے ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان سے ان کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے، ہر آدمی اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔ اور ہم انھیں پھل اور گوشت زیادہ دیں گے اس میں سے جو وہ چاہیں گے۔ وہ اس میں ایک دوسرے سے شراب کا پیالہ چھینیں جھپٹیں گے، جس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ میں ڈالنا۔ اور ان پر چکر لگاتے رہیں گے انھی کے لڑکے، جیسے وہ چھپائے ہوئے موتی ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۝ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۝ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴾ [الواقعة : ۱۰ تا ۲۶] ”اور جو پہل کرنے والے ہیں، وہی آگے بڑھنے والے ہیں۔ یہی لوگ قریب کیے ہوئے ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔ بہت بڑی جماعت پہلوں سے۔ اور تھوڑے سے پچھلوں سے ہوں گے۔ سونے اور جواہر سے بُنے ہوئے تختوں پر (آرام کر رہے ہوں گے)۔ ان

پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے بیٹھنے والے (ہوں گے)۔ان پر چکر لگا رہے ہوں گے وہ لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے۔ایسے کوزے اور ٹونٹی والی صراحیاں اور لبالب بھرے ہوئے پیالے لے کر جو بہتی ہوئی شراب کے ہوں گے۔وہ نہ اس سے دردِ سر میں مبتلا ہوں گے اور نہ بہکیں گے۔اور ایسے پھل لے کر جنھیں وہ پسند کرتے ہیں۔اور پرندوں کا گوشت لے کر جس کی وہ خواہش رکھتے ہیں۔اور (ان کے لیے وہاں) سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتیں ہیں، جو فراخ آنکھوں والی ہیں۔چھپا کر رکھے ہوئے موتیوں کی طرح۔اس کے بدلے کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔وہ اس میں نہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات۔مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔''

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

''پھر ان کے بعض بعض کی طرف متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا بے شک میں، میرا ایک ساتھی تھا۔وہ کہا کرتا تھا کہ کیا واقعی تو بھی ماننے والوں میں سے ہے۔کیا جب ہم مر گئے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا واقعی ہم ضرور جزا دیے جانے والے ہیں؟ کہے گا کیا تم جھانک کر دیکھنے والے ہو؟ پس وہ جھانکے گا تو اسے بھڑکتی آگ کے وسط میں دیکھے گا۔کہے گا اللہ کی قسم! یقیناً تو قریب تھا کہ مجھے ہلاک ہی کر دے۔اور اگر میرے رب کی نعمت نہ ہوتی تو یقیناً میں بھی ان میں ہوتا جو حاضر کیے گئے ہیں۔تو کیا ہم کبھی مرنے والے نہیں ہیں۔مگر ہماری پہلی موت اور نہ ہم کبھی عذاب دیے جانے والے ہیں۔یقیناً یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔اس جیسی (کامیابی) ہی کے لیے پس لازم ہے کہ عمل کرنے والے عمل کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے باہم احوال پوچھیں گے کہ وہ دنیا میں کس حال میں تھے اور کن شدائد و مشکلات کو برداشت کرتے تھے۔جب وہ اپنے تختوں پر جلوہ افروز ہو کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں گے اور شراب کے دور چل رہے ہوں گے تو وہ آپس میں اسی طرح کی باتیں کریں گے۔ادھر خدام ان کے پاس انواع و اقسام کے ایسے عمدہ و اعلیٰ کھانے اور مشروبات لا رہے ہوں گے جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا، نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا وہم و گمان گزرا ہوگا۔اس وقت ان میں سے ایک

جنتی کہے گا کہ ایک مشرک میرے ساتھ دنیا میں کبھی کبھار بیٹھتا تھا، وہ آخرت کی تکذیب کرتے ہوئے کہتا تھا کہ کیا تم اس بات کو مانتے ہو کہ جب ہم مر کر گل سڑ جائیں گے اور مٹی میں مل جائیں گے تو ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ چکایا جائے گا ؟ تو آج ہمارے رب نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا ہے، ہمیں جنت میں داخل کر دیا ہے اور میرے اس ساتھی کو جہنم میں دھکیل دیا ہے۔ کیا تم لوگ اسے جہنم میں دیکھنا چاہتے ہو؟ پھر وہ جنتی جہنم میں جھانکے گا تو اس مشرک کو بیچ جہنم میں دیکھے گا اور اسے پکار کر کہے گا کہ اللہ کی قسم ! قریب تھا کہ تو مجھے بھی جہنم میں پہنچا دیتا، اگر مجھ پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو آج میں بھی تمھارے ساتھ جہنم کی کھائی میں نظر آتا۔ پھر وہ جنتی اپنے اہل جنت ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرحت و شادمانی کے عالم میں کہے گا کہ دوستو ! ہم نے دنیا میں جو موت کا مزہ چکھا تھا، اس کے بعد اب ہمیں یہاں جنت میں موت نہیں آئے گی، یہاں کی زندگی دائمی ہے اور اس کی نعمتیں لازوال ہیں۔ بے شک مردِ مومن کی یہی سب سے بڑی کامیابی ہے، جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لوگوں کو اسی کے حصول کے لیے دنیا کی زندگی میں کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ : سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں تو موت کو لایا جائے گا اور اسے جنت اور دوزخ کے بیچ میں لا کر ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے جنت والو! اب موت نہیں اور اے دوزخ والو ! اب موت نہیں۔ جنت والوں کو یہ سن کر خوشی پر خوشی حاصل ہو گی اور دوزخ والوں کا رنج مزید زیادہ ہو گا۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء : ۴۳/ ۲۸۵۰]

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْۤ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾

”کیا مہمانی کے طور پر یہ بہتر ہے، یا زقوم کا درخت؟ بے شک ہم نے اسے ظالموں کے لیے ایک آزمائش بنایا ہے۔ بے شک وہ ایسا درخت ہے جو بھڑکتی ہوئی آگ کی تہ میں اگتا ہے۔ اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے وہ شیطانوں کے سر ہوں۔ پس بے شک وہ یقیناً اس میں سے کھانے والے ہیں، پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔ پھر بلاشبہ ان کے لیے اس پر یقیناً سخت گرم پانی کی آمیزش ہے۔“

اہل جنت کی خوش بختیوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کی بد بختیوں کا ذکر کیا ہے کہ اوپر اہل جنت کے لیے جن نعمتوں کا ذکر ہوا وہ بہترین ہیں، جبکہ ان کے لیے بدترین چیز کڑوے زقوم کا درخت ہے، جسے ہم نے ظالم کفار مکہ کی آزمائش کا سبب بنا دیا ہے، جو کہتے ہیں کہ بھلا یہ بھی عقل میں آنے والی بات ہے کہ کوئی ایسا بھی درخت ہے جو آگ میں پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہاں! زقوم ایسا درخت ہے جو جہنم کی تہ میں پیدا ہوتا ہے، جس کی شاخیں آگ میں لہلہاتی ہیں اور جس کے پھل شیطانوں کے سروں کی مانند بڑے اور قبیح المنظر ہوتے ہیں۔ جہنمی جب بھوک کی شدت سے تڑپیں گے تو اپنے آگے سوائے شجر زقوم کے کچھ بھی کھانے کے لیے نہ پائیں گے۔ ناچار اسی کو کھائیں گے اور اپنے پیٹ بھریں گے، پھر کھانے کے بعد جب انھیں پیاس لگے گی تو پینے کے لیے پیپ اور گندگی ملا ہوا شدید گرم پانی ملے گا، جو ان کی آنتوں کو کاٹ کر باہر نکال دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ۝ كَالْمُهْلِ ۚ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ﴾ [الدخان : ٤٣ تا ٤٦] ”بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔“ اور فرمایا: ﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ ۝ وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِیَةً ۝ تُسْقٰى مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ ۝ لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ ۝ لَّا یُسْمِنُ وَ لَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ ﴾ [الغاشیة : ١ تا ٧] ”کیا تیرے پاس ڈھانپ لینے والی کی خبر پہنچی؟ اس دن کئی چہرے ذلیل ہوں گے۔ محنت کرنے والے، تھک جانے والے۔ گرم آگ میں داخل ہوں گے۔ وہ ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پلائے جائیں گے۔ ان کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوگا مگر ضریع سے۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے کچھ فائدہ دے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ لَدَیْنَاۤ اَنْكَالًا وَّ جَحِیْمًا ۝ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴾ [المزمل : ١٢، ١٣] ”بلاشبہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ۔ اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا اور دردناک عذاب۔“ اور فرمایا: ﴿ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ۝ اِلَّا حَمِیْمًا وَّ غَسَّاقًا ﴾ [النبا : ٢٤، ٢٥] ”نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تھوہر کا ایک قطرہ دنیا میں گرا دیا جائے تو ساری دنیا کے جانداروں کے اسباب زندگی (یعنی خور و نوش کی چیزیں) تباہ کر دے۔ پھر اس شخص کا کیا حال ہوگا کہ جس کی خوراک ہی تھوہر ہو۔“ [ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ما جاء فی صفة شراب أهل النار : ٢٥٨٥]

﴿ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِالَى الْجَحِیْمِ ۝ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّیْنَ ۝ فَهُمْ عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ یُهْرَعُوْنَ ۝ ﴾

”پھر بلاشبہ ان کی واپسی یقیناً اسی بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف ہوگی۔ بے شک انھوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔ تو وہ

انھی کے قدموں کے نشانوں پر دوڑائے چلے جاتے ہیں۔“

انھوں نے یہ سوچنے کی زحمت گوارا ہی نہ کی کہ جو کچھ ان کے آبا و اجداد کرتے آ رہے ہیں، وہ درست ہے یا غلط، جس راہ پر انھیں چلتے دیکھا اسی پر دوڑنے لگے، کنواں کھائی کچھ نہ دیکھا اور اگر ان کے پاس رسول آئے تو انھیں بھی جھٹلا دیا اور انھی آبائی رسوم کی حمایت میں رسولوں کی مخالفت پر اتر آئے، حالانکہ اگر وہ سابقہ اقوام کی روش سے اور ان کے انجام سے کچھ سبق حاصل کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے۔ کفار کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ وہ انبیاء کی لائی ہوئی شریعت کے مقابلہ میں اپنے آبا و اجداد کی پیروی کرتے رہے، گویا وہ آبا و اجداد کو معیارِ حق سمجھتے رہے، حالانکہ معیارِ حق تو اللہ کی لائی ہوئی شریعت ہوتی ہے، انھوں نے آبا و اجداد کی تقلید کی اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کو مسترد کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴾ [الزخرف: ۲۳، ۲٤] ”اور اسی طرح ہم نے تجھ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر اس کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے نشانوں کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ اس نے کہا اور کیا اگر میں تمھارے پاس اس سے زیادہ سیدھا راستہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا؟ انھوں نے کہا بے شک ہم اس سے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو، منکر ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرۃ: ۱۷۰] ”اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔“

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝

”اور بلاشبہ یقیناً ان سے پہلے اگلے لوگوں میں سے زیادہ تر گمراہ ہو گئے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ان میں کئی ڈرانے والے بھیجے۔ سو دیکھ ان ڈرائے جانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ مگر اللہ کے خالص کیے ہوئے بندے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرکین مکہ سے پہلے بھی بہت سی قومیں گمراہ ہوئیں اور ہم نے انھیں ان کے برے اعمال کے انجام بد سے ڈرانے کے لیے انبیاء و رسل بھیجے، تو جنھوں نے ان کی دعوت کو قبول نہ کیا انھیں ہلاک کر دیا اور اپنے ان نیک بندوں کو اس عذاب سے بچا لیا جو اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ ہماری عبادت کرتے رہے۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَجَعَلْنَا

ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾

”اور بلاشبہ یقیناً نوح نے ہمیں پکارا تو یقیناً ہم اچھے قبول کرنے والے ہیں۔اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی۔ اور ہم نے اس کی اولاد ہی کو باقی رہنے والے بنا دیا۔“

اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ ذکر فرمایا کہ پہلے اکثر لوگ راہِ نجات سے بھٹک گئے تھے اور اب اس نے اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے اور اس سلسلے میں سب سے پہلے نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی اور طویل مدت تک دعوت دینے کے باوجود ان میں سے بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے تھے۔ آپ ان میں ساڑھے نو سو سال تک رہے تھے، جب ان کی مخالفت طویل اور تکذیب بہت شدید ہو گئی، تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی، اس لیے کہ ہمارے علاوہ کوئی کسی پریشان حال کی پکار نہیں سن سکتا ہے اور انھیں اور ان کے خاندان والوں کو، ان کی بیوی اور بیٹے کنعان کے سوا طوفانِ عظیم سے بچا لیا اور ان کی نسلوں کو دنیا میں باقی رکھا۔ چنانچہ قوم نوح کی ہلاکت کے بعد دوبارہ پوری دنیا نوح کے تین بیٹوں سام، حام اور یافث کی اولاد سے آباد ہوئی۔

نوح علیہ السلام کی دعا کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ ازْدُجِرَ ۝ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴾ [القمر : ۹، ۱۰] ”ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو انھوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور انھوں نے کہا دیوانہ ہے اور جھڑک دیا گیا۔ تو اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک میں مغلوب ہوں، سو تو بدلہ لے۔“ نوح علیہ السلام کی دعا کا ذکر کرتے ہوئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ لَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴾ [نوح : ۲۶ تا ۲۸] ”اور نوح نے کہا اے میرے رب! زمین پر ان کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ چھوڑ۔ بے شک تو اگر انھیں چھوڑے رکھے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور کسی نافرمان، سخت منکر کے سوا کسی کو نہیں جنیں گے۔ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اس کو جو مومن بن کر میرے گھر میں داخل ہو اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔“

وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾

”اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کے لیے باقی رکھا۔ (یہ کہنا) کہ نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو۔ بے شک ہم

نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں سے تھا۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد آنے والی قوموں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا کہ سب ان کا نام عزت و احترام سے لیتے ہیں اور ان کے لیے سلامتی و رحمت کی دعا کرتے ہیں، تو قیامت تک ان کا ذکر خیر سب قوموں میں باقی رہے گا، پھر فرمایا کہ ہم عمل صالح کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ نوح علیہ السلام کا عمل صالح یہ تھا کہ انھوں نے اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تک اللہ کے دین کی طرف بلاتے رہے۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام ہمارے سچے مومن بندوں میں سے تھے اور آخری آیت میں فرمایا کہ ان کے اور ان کے اہل ایمان رشتہ داروں اور پیروکاروں کے سوا باقی تمام کافروں کو ہم نے طوفان کی نذر کر دیا۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا (اور مختلف سوال کرنے لگا)، اس نے پوچھا: "یا رسول اللہ! احسان کسے کہتے ہیں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(احسان یہ ہے کہ) تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر تو یہ نہیں کر سکتا (یعنی یہ مقام حاصل نہیں کر سکتا) تو اتنا خیال ضرور رہے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب الإیمان ما ھو؟ و بیان خصالہ : ۹]

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٦٤] "پھر انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے، بچا لیا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ یقیناً وہ اندھے لوگ تھے۔"

وَ اِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۝ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ۝ اَىِٕفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۝ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

"اور بے شک اس کے گروہ میں سے یقیناً ابراہیم (بھی) ہے۔ جب وہ اپنے رب کے پاس بے روگ دل لے کر آیا۔ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر گھڑے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو؟ تو جہانوں کے رب کے بارے میں تمھارا کیا گمان ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام ایمان اور توحید کی طرف لوگوں کو بلانے میں نوح علیہ السلام کی راہ پر گامزن تھے، وہ بھی اپنے رب کی طرف ایسے دل کے ساتھ متوجہ ہوئے تھے جو شرک اور شک وشبہ کی آلائشوں سے یکسر پاک اور فطری طور پر توحید کی طرف مکمل طور پر مائل تھا، اسی لیے انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کی بت پرستی پر نکیر کی اور ان سے کہا کہ کیا

اللہ کے خلاف افترا پردازی کرتے ہوئے، اپنے لیے اس کے سوا دوسروں کو معبود بناتے ہو اور رب العالمین کی عبادت چھوڑ کر غیروں کی پرستش کرتے ہو؟ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ بات تمھارے وہم و گمان میں بھی نہ آتی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا عبادت کا مستحق ہوسکتا ہے۔

اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ : سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خبردار ہو جاؤ! جسم میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ (خوب) سن لو! وہ ٹکڑا دل ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینه : ٥٢]

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۝ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۝ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ۝ فَاَقْبَلُوْۤا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۝ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۝ وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ ۝

''پس اس نے ستاروں میں ایک نگاہ ڈالی۔ پھر کہا میں تو بیمار ہوں۔ تو وہ اس سے پیٹھ پھیر کر واپس چلے گئے۔ تو وہ چپکے سے ان کے معبودوں کی طرف گیا اور اس نے کہا کیا تم کھاتے نہیں؟ تمھیں کیا ہے کہ تم بولتے نہیں؟ پھر وہ دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے ان پر پل پڑا۔ تو وہ دوڑتے ہوئے اس کی طرف آئے۔ اس نے کہا کیا تم اس کی عبادت کرتے ہو جسے خود تراشتے ہو؟ حالانکہ اللہ ہی نے تمھیں پیدا کیا اور اسے بھی جو تم کرتے ہو۔''

وہ لوگ علم نجوم کے قائل تھے، اسی لیے ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھ کر کہا کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ اگر میں تمھارے ساتھ میلے میں شریک ہوں گا تو بیمار پڑ جاؤں گا، تاکہ لوگ انھیں میلہ میں شرکت سے معذور سمجھیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، لوگوں نے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور خود میلے میں شرکت کے لیے چلے گئے۔ ابراہیم علیہ السلام بتوں کے پاس پہنچے اور ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ اگر تم عبادت کے مستحق ہو تو تمھارے سامنے اتنے کھانے پڑے ہیں، انھیں کھاتے کیوں نہیں ہو؟ لیکن بتوں نے نہ کھانا کھایا اور نہ ان کی بات کا جواب دیا تو ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے، اے بتو! تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ پھر اپنے دائیں ہاتھ میں موجود کلہاڑی سے انھیں مار مار کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ مشرکین جب شام کو واپس آئے اور اپنے معبودوں کا حالِ زار دیکھا تو فوراً ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے اور ان سے پوچھ گچھ کرنے لگے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دفاع میں کہا کہ یہ کیسی تمھاری کورمغزی ہے کہ جن بتوں کو تم اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو انھی کی پوجا کرتے ہو، حالانکہ تمھارا اور تمھارے معبودوں کا خالق اللہ ہے۔ اس لیے عبادت کا مستحق بھی صرف وہی ہے۔

فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام نے تین مواقع کے

سوا کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ایک جب انھیں بتوں کی طرف بلایا گیا تو انھوں نے فرمایا: ﴿ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴾ [الصافات : ۸۹] ''میں بیمار ہوں'' اور دوسرا ان کا یہ قول: ﴿ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ﴾ [الأنبياء : ٦٣] ''یہ کام ان کے بڑے (سردار بت) نے کیا ہے'' اور سارہ علیہا السلام کے بارے میں فرمایا: ''یہ میری بہن ہے۔'' (واقعہ اس طرح ہے کہ) ابراہیم علیہ السلام ایک شہر (مصر) میں داخل ہوئے، جہاں ایک ظالم بادشاہ (حکمران) تھا۔ اسے بتایا گیا کہ آج رات ابراہیم (علیہ السلام) ایک خاتون کے ساتھ آئے ہیں جو حسین ترین عورتوں میں سے ہے۔ بادشاہ نے بلا بھیجا اور کہا، تمھارے ساتھ یہ عورت کون ہے؟ انھوں نے فرمایا: ''میری بہن ہے۔'' اس نے کہا، اسے (میرے پاس) بھیج دو۔ آپ نے انھیں بھیج دیا اور فرمایا: ''میری بات کی تکذیب نہ کرنا، میں نے اسے بتایا ہے کہ تم میری بہن ہو اور حقیقت یہ ہے کہ زمین پر ہم دونوں کے سوا کوئی مومن موجود نہیں۔'' جب سارہ علیہا السلام بادشاہ کے پاس پہنچیں تو وہ آپ کی طرف بڑھا۔ آپ نے وضو کر کے نماز پڑھی اور (دعا کرتے ہوئے) کہا: ''یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنے جسم کو اپنے خاوند کے سوا ہر ایک سے محفوظ رکھا ہے، اب اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا۔'' بادشاہ کی سانس بند ہو گئی حتیٰ کہ وہ پاؤں مارنے لگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، سیدہ سارہ علیہا السلام نے فرمایا: ''یا اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے، اس نے اسے قتل کر دیا ہے۔'' تب وہ (اس عذاب سے) چھوٹ گیا۔ (اس کے بعد) وہ دوبارہ آپ کی طرف بڑھا۔ آپ نے پھر وضو کر کے نماز پڑھی اور کہا: ''یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنے جسم کو اپنے خاوند کے سوا ہر ایک سے محفوظ رکھا ہے، تو اب اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا۔'' بادشاہ کی سانس بند ہو گئی حتیٰ کہ وہ ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ سارہ علیہا السلام نے فرمایا: ''یا اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اس نے اسے قتل کر دیا ہے۔'' تب وہ چھوٹ گیا۔ تیسری یا چوتھی بار اس نے دربان سے کہا، تم نے میرے پاس کوئی شیطان (جن) بھیج دیا ہے، اسے واپس ابراہیم کے پاس پہنچا دو اور اسے ہاجرہ (علیہا السلام) دے دو! سارہ علیہا السلام واپس آ گئیں اور ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا: ''اللہ نے کافروں کی تدبیر کو ناکام بنا دیا اور خدمت کے لیے ایک لڑکی دے دی۔'' [مسند أحمد : ۲ / ٤٠٣، ٤٠٤، ح: ٩٢٦٣۔ مسلم، كتاب الفضائل ، باب من فضائل إبراهيم الخليل عليه السلام : ۲۳۷۱]

ان باتوں سے مراد وہ حقیقی جھوٹ نہیں جس کے بولنے والے کو مذموم قرار دیا جاتا ہے، حاشا و کلا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف کذبِ حقیقی کی نسبت کی جائے، بلکہ آپ کی نسبت کذب کا لفظ مجازی طور پر استعمال کیا گیا ہے اور یہ شرعی اور دینی مقصد کی خاطر کلام میں معاریض (توریہ) کے قبیل سے ہے اور یہ جائز ہے۔

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾

''انھوں نے کہا اس کے لیے ایک عمارت بناؤ، پھر اسے بھڑکتی آگ میں پھینک دو۔ غرض انھوں نے اس کے ساتھ ایک

چال چلنے کا ارادہ کیا تو ہم نے انھی کو سب سے نیچا کر دیا۔‘‘

قوم ابراہیم کے پاس جب اپنے شرک و کفر کی تائید میں کوئی دلیل باقی نہ رہی اور ابراہیم علیہ السلام کی صریح اور واضح دلیل نے انھیں لاجواب کر دیا، تو انھوں نے ظلم و جبروت کی راہ اختیار کی، جو حق کی آواز کو دبانے کے لیے ظالموں اور جابروں کا ہمیشہ سے شیوہ رہا ہے۔ انھوں نے طے کیا کہ ایک بہت بڑی آگ جلا کر ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈال دیں، انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کے خلاف سازش کی اور ان کو نیچا دکھانا چاہا، لیکن اللہ نے انھیں ہی ذلیل و رسوا کیا، ان کی سازش یکسر ناکام رہی اور آگ ابراہیم علیہ السلام کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ۙ۝ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴾ [الأنبیاء : ٦٩، ٧٠] ’’ہم نے کہا اے آگ! تو ابراہیم پر سراسر ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔ اور انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال کا ارادہ کیا تو ہم نے انھی کو انتہائی خسارے والے کر دیا۔‘‘

وَ قَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۚ۝ وَ نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۙ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝ وَ فَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝

’’اور اس نے کہا بے شک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔ اے میرے رب! مجھے (لڑکا) عطا کر جو نیکوں سے ہو۔ تو ہم نے اسے ایک بہت بردبار لڑکے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا تو اس نے کہا اے میرے چھوٹے بیٹے! بلاشبہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ بے شک میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تو دیکھ تو کیا خیال کرتا ہے؟ اس نے کہا اے میرے باپ! تجھے جو حکم دیا جا رہا ہے کر گزر، اگر اللہ نے چاہا تو تو ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ تو جب دونوں نے حکم مان لیا اور اس نے اسے پیشانی کی ایک جانب پر گرا دیا۔ اور ہم نے اسے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے خواب سچا کر دکھایا، بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ بے شک یہی تو یقیناً کھلی آزمائش ہے۔ اور ہم نے اس کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دیا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کی قوم کے مقابلے میں فتح و نصرت سے نوازا اور وہ اپنی قوم سے مایوس ہو گئے کہ وہ اتنی عظیم الشان نشانیوں کو دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں لائی تو آپ نے ہجرت کا ارادہ کر لیا اور وہاں سے نکل کر شام کے علاقے حران میں پہنچ گئے اور جاتے ہوئے اپنے رب سے

اس امید کا اظہار کیا کہ وہ انھیں ان کے مقصد میں کامیاب کرے گا اور انھیں ایمان و توحید پر ثابت قدم رکھے گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے شام کی مقدس سرزمین میں پہنچنے کے بعد دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے ایک نیک لڑکا عطا فرما جو غریب الدیاری میں میرے لیے انس و دل بستگی کا سامان بنے اور تیری اطاعت و بندگی میں میری مدد کرے۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو انھوں نے اللہ کے حکم سے ماں اور بیٹے کو مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا، جہاں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے آب زمزم مہیا کر دیا اور قبیلۂ جرہم کو لا کر بسا دیا۔ اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے تو اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں بذریعہ وحی حکم دیا کہ وہ اپنے رب کی خوشنودی کے لیے اپنے چہیتے بیٹے کی قربانی دیں، انھوں نے اپنا خواب بیٹے سے بیان کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا تو بیٹے نے کہا، ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے اسے کر گزریے، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام بیٹے کو ساتھ لے کر منیٰ کی طرف چل پڑے اور جمرات کی جگہ پہنچ کر انھیں پیشانی کے بل لٹا دیا، اچانک دیکھتے کیا ہیں کہ وہاں ایک مینڈھا کھڑا ہے، ایک غیبی آواز آئی کہ آپ اپنے بیٹے کو چھوڑ دیجیے اور مینڈھے کو ذبح کیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آواز دی اور کہا کہ آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اور کمالِ طاعت اور عظیم ترین صبر و ثبات کی دلیل پیش کر دی۔ اب آپ بیٹے کو ذبح نہ کیجیے، ہم احسان اور عمل کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہی وہ کھلی اور صریح آزمائش ہے جس کے ذریعے سے مخلص اور غیر مخلص کا امتیاز ہو جاتا ہے، چنانچہ جب وہ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے تو اللہ نے ایک بڑا مینڈھا بھیج دیا، تاکہ وہ بیٹے کے بدلے اسے ذبح کریں، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج کا حکم دیا گیا تو مقامِ سعی پر شیطان ان کے سامنے آیا اور اس نے ان کے ساتھ دوڑ لگائی، لیکن ابراہیم علیہ السلام اس پر سبقت لے گئے۔ پھر جبریل علیہ السلام انھیں جمرہ عقبہ کے پاس لے گئے تو شیطان پھر ان کے سامنے آیا۔ انھوں نے اس کو سات کنکریاں ماریں تو وہ چلا گیا، پھر جمرہ وسطیٰ پر ان کے سامنے آیا تو انھوں نے اسے (اس موقع پر بھی) سات کنکریاں ماریں اور (اس مقام پر) انھوں نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ تب اسماعیل علیہ السلام نے سفید قمیص پہن رکھی تھی، انھوں نے عرض کی: ”اے میرے باپ! میرے پاس اس قمیص کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں کہ جس میں آپ مجھے کفنا سکیں، اس لیے آپ اس کو اتار لیجیے، تاکہ آپ مجھے اس میں کفن دے سکیں۔“ بہر حال وہ قمیص اتارنے کا ارادہ ہی فرما رہے تھے کہ انھیں پیچھے سے آواز دی گئی: ﴿ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ﴾ [الصافات : ۱۰۴، ۱۰۵] ”کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے خواب سچا کر دکھایا۔“ ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو وہاں ایک سفید رنگ کا سینگوں اور موٹی آنکھ والا مینڈھا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، یقیناً ہم نے اپنے آپ کو دیکھا کہ ہم اسی قسم کے مینڈھے خریدتے ہیں۔ [مسند أحمد : ۲۹۷/۱، ح : ۲۷۱۱]

وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۰۸ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝۱۰۹ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۱۰ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۱

''اور پیچھے آنے والوں میں اس کے لیے یہ بات چھوڑ دی۔ کہ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں سے تھا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے بعد آنے والی قوموں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا، یہودی، نصرانی اور مسلمان سبھی ان کا نام عزت واحترام سے لیتے ہیں، ان کے لیے سلامتی اور رحمت کی دعا کرتے ہیں اور قیامت تک ان کا ذکر جمیل تمام قوموں میں باقی رہے گا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ ہم عمل صالح کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں، ابراہیم علیہ السلام کا عمل صالح یہ تھا کہ توحید باری تعالیٰ کی طرف اپنی قوم کو بلانے کی پاداش میں انھیں آگ کی نذر کر دیا گیا، جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے انھیں نجات دی، اسی لیے آخر میں فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے صادق الایمان بندوں میں سے تھے۔

وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۱۲ وَ بٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَ عَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۝۱۱۳ ع

''اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی، جو نبی ہوگا، صالح لوگوں سے (ہوگا)۔ اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت نازل کی اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکی کرنے والا ہے اور کوئی اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔''

فرمایا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق کی بشارت دی جو بڑے ہو کر صالح اور نبی ہوں گے اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق علیہما السلام پر اپنی برکتیں نازل کر دیں، یعنی ان کی اولاد میں کثرت ہوگی۔ ان میں انبیاء کا سلسلہ جاری رہے گا، ان میں کچھ لوگ بادشاہ ہوں گے، ہم انھیں ایسی نعمتیں دیں گے جو دوسروں کو نہیں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے آخر میں فرمایا کہ ابراہیم و اسحاق علیہما السلام کی اولاد میں کچھ تو مومنین و صالحین ہوں گے اور کچھ لوگ کفر و معاصی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر کھلا ظلم کرنے والے ہوں گے۔

وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ۝۱۱۴ وَ نَجَّيْنٰهُمَا وَ قَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝۱۱۵ وَ نَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝۱۱۶ وَ اٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ۝۱۱۷ وَ هَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۱۱۸ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۱۹ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ۝۱۲۰ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۲۱

اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا۔ اور ہم نے ان دونوں کو اور دونوں کی قوم کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی۔ اور ہم نے ان کی مدد کی تو وہی غالب ہوئے۔ اور ہم نے ان دونوں کو نہایت واضح کتاب دی۔ اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے راستے پر چلایا۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کے لیے یہ بات چھوڑی۔ کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔ بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ بے شک وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔''

اقوامِ گزشتہ میں سے چوتھا واقعہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں نبوت و رسالت اور دیگر عظیم نعمتوں سے نوازا تھا، انھیں اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون اور فرعونیوں کے ظلم و استبداد اور ان کی غلامی سے نجات دی اور ان پر انھیں غلبہ عطا کیا، بایں طور کہ فرعون نے جب ایک بڑی فوج کے ساتھ ان کا پیچھا کیا، تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بچا لیا اور فرعون اور اس کی پوری فوج کو سمندر میں ڈبو دیا۔ موسیٰ و ہارون علیہما السلام اور ان کی قوم پر ایک بڑا احسان یہ تھا کہ اب تک جو لوگ فرعونیوں کے ظلم کی چکی میں پسے جا رہے تھے، انھیں اللہ تعالیٰ نے عزت و غلبہ دیا اور ظالم فرعونیوں کو سمندر کی نذر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام پر یہ احسان بھی کیا کہ انھیں تورات جیسی عظیم کتاب عطا کی، جس میں احکام و تشریعاتِ الٰہیہ کھول کر بیان کر دیے گئے تھے اور انھیں اپنی سیدھی راہ پر ڈال دیا، یعنی دین اسلام کا پیرو بنا دیا، جو تمام انبیاء کا دین رہا ہے اور ان دونوں کا ذکر خیر آنے والی قوموں میں باقی رکھا کہ یہودی و نصرانی اور مسلمان سبھی ان کا نام عزت و احترام سے لیتے ہیں اور ان کے لیے سلامتی و رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ ہم عمل صالح کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اور وہ دونوں ہمارے صادق الایمان بندوں میں سے تھے۔

وَ اِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ رَبَّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

''اور بلاشبہ الیاس یقیناً رسولوں میں سے تھا۔ جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں؟ کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور بنانے والوں میں سے سب سے بہتر کو چھوڑ دیتے ہو؟ اللہ کو، جو تمھارا رب ہے اور تمھارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔ تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا، سو یقیناً وہ ضرور حاضر کیے جانے والے ہیں۔ مگر اللہ کے وہ بندے جو چنے ہوئے ہیں۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کے لیے یہ بات چھوڑ دی۔ کہ سلام ہو الیاسین پر۔ بے شک ہم نیکی کرنے والوں

کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔"

پانچواں واقعہ الیاس علیہ السلام کا ہے، انھیں اللہ تعالیٰ نے شہر بعلبک اور اس کے گرد و نواح میں رہنے والے بنی اسرائیل کے لیے اس وقت نبی بنا کر بھیجا تھا جب ان میں بت پرستی پھیل گئی تھی، تو الیاس علیہ السلام نے ان سے کہا کہ کیا تم اللہ کے عذاب سے ڈرتے نہیں کہ اس کے بجائے بتوں کی عبادت کرتے ہو؟ کیا تم اس قدر گم گشتۂ راہ ہو گئے ہو کہ اپنے بڑے بت (بعل) کی پرستش کرتے ہو اور اللہ احسن الخالقین کو فراموش کر بیٹھے ہو، جو تمھارا اور تمھارے باپ دادا کا رب ہے؟

اہل بعلبک پر ان کی تقریر کا کوئی مثبت اثر نہیں ہوا، انھوں نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار نہیں کیا اور حالت کفر ہی میں مر گئے تو انجام کار جہنم ہی میں ڈال دیے گئے، سوائے ان چند نیک بندوں کے جنھوں نے ان کی ایمان کی دعوت کو قبول کر لیا تھا اور ان کی پیروی کی تھی، انھیں اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل کر دیا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ان کا ذکر خیر آنے والی قوموں میں باقی رکھا کہ ہر صاحب ایمان ان کا نام عزت و احترام سے لیتا ہے اور ان کے لیے اور ان کے پیروکاروں کے لیے سلامتی و رحمت کی دعا کرتا ہے اور فرمایا کہ ہم عمل صالح کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اور الیاس علیہ السلام ہمارے صادق الایمان بندوں میں سے تھے۔

وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ بِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

"اور بلاشبہ لوط یقیناً رسولوں میں سے تھا۔ جب ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات دی۔ سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا۔ اور بلاشبہ تم یقیناً صبح جاتے ہوئے ان پر سے گزرتے ہو۔ اور رات کو بھی۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟"

چھٹا واقعہ لوط علیہ السلام کا ہے، یہ بھی اللہ کے رسولوں میں سے ہیں۔ انھوں نے بھی اپنی قوم کو دعوت توحید دی اور انھیں ان کے بدترین عمل اغلام سے روکا، لیکن ان کی دعوت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تمام بدکاروں کو ہلاک کر دیا، ان کی بستیوں کو تہ و بالا کر دیا اور لوط علیہ السلام، ان پر ایمان لانے والوں اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا، سوائے ان کی بوڑھی بیوی کے جو کافروں کے ساتھ رہ گئی تھی، وہ بھی ان کے ساتھ ہلاک کر دی گئی۔ آگے فرمایا کہ ہم نے لوط اور ان کے مومن ساتھیوں کے سوا باقی سب کو ہلاک کر دیا، یعنی ان کی بستی کو الٹ دیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش کر دی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ سے کہا کہ تم لوگ ان بستیوں کے پاس سے کبھی صبح کے وقت اور کبھی شام کے وقت گزرتے ہو اور عذاب الٰہی کے جو آثار اب تک باقی ہیں انھیں دیکھتے ہو، تو کیا یہ بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر تم بھی اپنے کفر و

شرک پر مصر رہو گے تو تمھارا انجام بھی انھی جیسا ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ۝ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝ وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الحجر : ۷۳ تا ۷۷] ”پس انھیں چیخ نے روشنی ہوتے ہی پکڑ لیا۔ تو ہم نے اس کے اوپر کا حصہ اس کا نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر کھنگر کے پتھروں کی بارش برسائی۔ بے شک اس میں گہری نظر سے دیکھنے والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور بے شک وہ (بستی) یقیناً ایک دائمی (آباد) راستے پر ہے۔ بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ۳۵] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے ان لوگوں کے لیے ایک کھلی نشانی چھوڑ دی جو عقل رکھتے ہیں۔“

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا ہے اور (اس کی باگ ڈھیلی کر دیتا ہے، تاکہ وہ خوب نافرمانی کرے اور عذاب کا مستحق ہو جائے) پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو چھوڑتا نہیں۔“ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۲] ”اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... الخ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ۝ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ سَقِيْمٌ ۝ وَ اَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۝ وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝

”اور بلاشبہ یونس یقیناً رسولوں میں سے تھا۔ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر گیا۔ پھر وہ قرعہ میں شریک ہوا تو ہارنے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر مچھلی نے اسے نگل لیا، اس حال میں کہ وہ مستحق ملامت تھا۔ پھر اگر یہ بات نہ ہوتی کہ بے شک وہ تسبیح کرنے والوں سے تھا۔ تو یقیناً اس کے پیٹ میں اس دن تک رہتا جس میں لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پھر ہم نے اسے چٹیل میدان میں پھینک دیا، اس حال میں کہ وہ بیمار تھا۔ اور ہم نے اس پر ایک بیل دار پودا اگا دیا۔ اور اسے ایک لاکھ کی طرف بھیجا، بلکہ وہ زیادہ ہوں گے۔ پس وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انھیں ایک وقت تک فائدہ دیا۔“

ان آیات میں یونس علیہ السلام کا واقعہ بیان ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے انھیں عراق کے شہر نینویٰ والوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا تھا۔ یونس علیہ السلام نے انھیں ایمان کی دعوت دی، جب انھوں نے اسے قبول نہ کیا تو یونس علیہ السلام نے انھیں عذاب کی دھمکی دی اور جب عذاب آنے میں تاخیر ہوئی تو یونس علیہ السلام شہر سے نکل کر سمندر کی طرف چل دیے۔ جب بندرگاہ پہنچے تو ایک کشتی کہیں روانہ ہونے کے لیے تیار تھی، اس پر سوار ہو گئے، چونکہ اس کا وزن زیادہ تھا، اس لیے بیچ سمندر میں جا کر رک گئی۔ ناخدا کی رائے ہوئی کہ کشتی کا وزن کم کرنا ضروری ہے، ورنہ سارے لوگ ڈوب جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں یونس علیہ السلام ہی کا نام نکلا۔ چنانچہ لوگوں نے انھیں سمندر میں پھینک دیا اور انھیں ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا، اس لیے کہ وہ اپنے رب کی اجازت کے بغیر اپنی قوم کے پاس سے چلے آئے تھے۔ آگے فرمایا کہ یونس علیہ السلام چونکہ اس ابتلا و آزمائش سے قبل کثرت سے نماز پڑھتے تھے اور ہمیشہ تسبیح و تہلیل اور ذکر و عبادت میں مشغول رہتے تھے اور اس وقت بھی انھوں نے اپنے رب کو مدد کے لیے پکارا، تو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ۸۷، ۸۸] ”تو اس نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے ہو گیا ہوں۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔“

اس ذکر و دعا کی برکت سے مچھلی نے اللہ کے حکم سے انھیں ساحل سمندر پر لا کر ڈال دیا، ورنہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتے۔ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے یونس علیہ السلام بیمار ہو گئے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت و تندرستی کا یہ سامان کیا کہ وہاں فوراً بیل دار یقطین کا ایک پودا اگ آیا جس کے پتے ان پر سایہ فگن ہو گئے اور انھیں دھوپ اور مکھی سے بچانے لگے، یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہو گئے اور اپنی قوم کے پاس واپس گئے تو دیکھا کہ وہ سب مسلمان ہو چکے ہیں اور ان کے جانے کے بعد انھوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی تھی، اس لیے اللہ نے ان سے عذاب کو ٹال دیا تھا۔ آخری آیات میں بتایا گیا کہ یونس علیہ السلام جس قوم کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے ان کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے زیادہ تھی۔ وہ لوگ جب اللہ پر ایمان لے آئے، اسلام کو بحیثیت دین قبول کر لیا اور یونس علیہ السلام کی دعوت پر ایمان لے آئے اور کفر و شرک سے تائب ہو گئے تو اللہ نے ان سے عذاب کو ٹال دیا اور انھیں ایک وقت مقرر تک دنیاوی نعمتوں سے مستفید ہونے کا موقع دے دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴾ [يونس : ۹۸] ”سو کوئی ایسی بستی کیوں نہ ہوئی جو ایمان لائی ہو، پھر اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو، یونس کی قوم کے سوا، جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے

ان سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹا دیا اور انھیں ایک وقت تک سامان دیا۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی بندے کے لیے یہ لائق نہیں کہ وہ مجھے یونس بن متّٰی (علیہ السلام) سے افضل قرار دے۔" [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ و إن يونس لمن المرسلين ﴾ ...... الخ : ۳٤۱۳۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب في ذكر يونس عليه السلام ...... الخ : ۲۳۷۷]

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَ لَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّ هُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾

"پس ان سے پوچھ کیا تیرے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے؟ یا ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا، جب کہ وہ حاضر تھے۔ سن لو! بے شک وہ یقیناً اپنے جھوٹ ہی سے کہتے ہیں ۔ کہ اللہ نے اولاد جنی اور بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ کیا اس نے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی ؟ کیا ہے تمھیں، تم کیسا فیصلہ کر رہے ہو؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ یا تمھارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟ تو لاؤ اپنی کتاب، اگر تم سچے ہو۔"

یہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید فرمائی ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے تو بیٹیاں قرار دیں اور اپنے لیے پسندیدہ اولاد بیٹوں کو چاہا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [النحل : ۵۷ تا ۵۹] "اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، وہ پاک ہے اور اپنے لیے وہ جو وہ چاہتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ آیا اسے ذلت کے باوجود رکھ لے، یا اسے مٹی میں دبا دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔"

یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے اسی باطل مزعومہ پر ان کی زجر و توبیخ کے لیے اپنے رسول سے کہا کہ ذرا ان سے پوچھے تو سہی، کیا انھیں شرم نہیں آتی کہ اپنے لیے تو بیٹا ثابت کرتے ہیں، جسے اپنی عزت و شرف کا باعث سمجھتے ہیں اور اللہ کے لیے بیٹیاں ثابت کرتے ہیں، جنھیں اپنے لیے ذلت و رسوائی کا سبب مانتے ہیں۔ کیا جب ہم نے فرشتوں کو پیدا کیا تھا تو وہ موجود تھے اور ان کے علم میں یہ بات آ گئی تھی کہ فرشتے مؤنث ہیں؟ یقیناً ایسی کوئی بات نہیں ہے، وہ لوگ محض

افترا پردازی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے۔ ولادت تو ان جسموں کا خاصہ ہے جو نقص و فساد کو قبول کرتے ہیں اور اللہ تو ہر نقص و عیب سے پاک ہے، اس لیے ان کے جھوٹا ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اگلی آیات میں فرمایا کہ کیا اللہ نے بیٹوں کے بجائے اپنے لیے بیٹیاں چن لی ہیں؟ تمھاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے، تمھارا یہ فیصلہ کیسا ہے کہ باری تعالیٰ کے مقام اعلیٰ کی طرف ناقص کو منسوب کرتے ہو؟ کیا تمھیں یہ بات معلوم نہیں ہے کہ اس کی ذات بیوی اور اولاد سے یکسر منزہ ہے؟ کیا تمھارے پاس اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی واضح دلیل ہے؟ عقلی طور پر تو یہ محال ہے، اس لیے تم لوگ اگر سچے ہو تو بتاؤ کہ کیا یہ بات تمھارے پاس کسی آسمانی کتاب میں ہے؟ یہ بات بھی صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ جو کتابِ الٰہی تمھاری ہدایت کے لیے نازل ہوئی ہے، یعنی قرآن مجید، اس کا تو تم انکار کر چکے ہو، معلوم ہوا کہ تمھاری بات اللہ کے خلاف محض افترا پردازی ہے۔

وَ جَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَ لَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾

”اور انھوں نے اس کے درمیان اور جنوں کے درمیان رشتہ داری بنا دی، حالانکہ بلاشبہ یقیناً جن جان چکے ہیں کہ بے شک وہ ضرور حاضر کیے جانے والے ہیں۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ مگر اللہ کے وہ بندے جو چنے ہوئے ہیں۔“

یعنی کفارِ عرب اللہ اور جنوں کے درمیان رشتۂ ازدواج بتاتے ہیں، حالانکہ شیاطین الجن جانتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ اللہ کی ذات ولادت و نسب جیسے عیب و نقص سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے اپنے رب کی طرف اس قسم کے عیوب و نقائص کو منسوب نہیں کرتے ہیں۔

فَاِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾

”پس بلاشبہ تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ تم اس کے خلاف بہکانے والے نہیں۔ مگر اس کو جو بھڑکتی آگ میں داخل ہونے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اور تمھارے معبودانِ باطلہ اللہ کے نیک بندوں کو گمراہ نہیں کر سکتے ہو، سوائے ان لوگوں کے جو تمھاری طرح گمراہ ہیں اور جن کی قسمت میں جہنمی ہونا لکھ دیا گیا ہے۔ ایسے لوگ وہی کام کریں گے جو انھیں جہنم میں پہنچا دے گا اور وہی لوگ تمھاری راہ پر چلیں گے، یعنی جو دوزخ میں لے جانے والے کام کر رہے ہیں وہی تمھارے بہکاوے میں آ سکتے ہیں۔ اللہ کے پسندیدہ بندے تمھارے بہکاوے میں نہیں آ سکتے،

جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ۝ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [الحجر : ۳۹ تا ۴۳] ''اس نے کہا اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور ہی ان کے لیے زمین میں مزین کروں گا اور ہر صورت میں ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ مگر ان میں سے تیرے وہ بندے جو خالص کیے ہوئے ہیں۔ فرمایا یہ راستہ ہے جو مجھ تک سیدھا ہے۔ بے شک میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں، مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلے۔ اور بلاشبہ جہنم ضرور ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔''

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۱۶۴ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۝۱۶۵ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝۱۶۶

''اور ہم میں سے جو بھی ہے اس کی ایک مقرر جگہ ہے۔ اور بلاشبہ ہم، یقیناً ہم صف باندھنے والے ہیں۔ اور بلاشبہ ہم، یقیناً ہم تسبیح کرنے والے ہیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی زبانی ان کی عبودیت کے اعتراف کو بیان کیا ہے اور اس سے مقصود ان لوگوں کی تردید ہے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں اور معبود کہتے ہیں، حالانکہ وہ تو اللہ کی مخلوق اور اس کے خاص بندے ہیں، وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟

فرشتوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اطاعت و بندگی اور احکامِ الٰہی کی بجا آوری میں ہم میں سے ہر فرشتے کی ایک حد مقرر ہے، جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتا ہے اور ہم تمام فرشتے اللہ کے حضور صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور ہر وقت اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، جیسا کہ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح بارگاہِ الٰہی میں فرشتے صف بستہ رہتے ہیں؟'' [مسلم، کتاب الصلوۃ، باب الأمر بالسکون فی الصلوۃ ...... الخ : ۴۳۰]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آسمان پر چار انگلی کے برابر بھی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں کوئی فرشتہ اللہ کے لیے (اس کے سامنے) اپنی پیشانی رکھے سربسجود نہ ہو۔'' [ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی قول النبی ﷺ : لو تعلمون ما أعلم لضحکتم قلیلاً : ۲۳۱۲]

وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ۝۱۶۷ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۶۸ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝۱۶۹ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۷۰

''اور بے شک وہ (کافر) تو کہا کرتے تھے۔ اگر واقعی ہمارے پاس پہلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی۔ تو ہم ضرور اللہ کے

چنے ہوئے بندے ہوتے۔ تو انھوں نے اس کا انکار کر دیا، سو جلد ہی جان لیں گے۔''

یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ کے آنے سے پہلے یہ لوگ تمنا کیا کرتے تھے کہ اے کاش! ان کے پاس کوئی ایسا شخص ہوتا جو انھیں اللہ کا حکم یاد دلاتا، پہلے لوگوں کی باتیں بتاتا اور ان کے پاس اللہ کی کتاب لاتا، لیکن جب اللہ نے ان کے لیے قرآن کریم نازل فرما دیا جو اس کی عظیم تر کتاب ہے، تو انھوں نے اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ معلوم ہوا کہ ان کی بات محض جھوٹی تمنا تھی۔ اس لیے عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ قرآن کریم کی تکذیب کا انجام کیا ہوتا ہے۔ مشرکین عرب کی اس جھوٹی تمنا کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی دیگر آیات میں بھی بیان کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ﴾ [فاطر : ٤٢] ''اور انھوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی کہ واقعی اگر کوئی ڈرانے والا ان کے پاس آیا تو ضرور بالضرور وہ امتوں میں سے کسی بھی امت سے زیادہ ہدایت پانے والے ہوں گے۔ پھر جب ان کے پاس ایک ڈرانے والا آیا تو اس نے ان کو دور بھاگنے کے سوا کچھ زیادہ نہیں کیا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۙ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ﴾ [الأنعام : ١٥٦، ١٥٧] ''ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی جو ہم سے پہلے تھے اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے یقیناً بے خبر تھے۔ یا یہ کہو کہ اگر واقعی ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے۔ پس بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی، پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کنارا کرے۔''

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿١٧٣﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے طے ہو چکی۔ کہ بے شک وہ، یقیناً وہی ہیں جن کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر، یقیناً وہی غالب آنے والا ہے۔''

قرآن کی تکذیب پر مشرکین کو دھمکی دینے کے بعد اب رسول اللہ ﷺ کو اطمینان دلایا جا رہا ہے کہ اللہ ان کی مدد ضرور کرے گا۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے جن بندوں کو انسانوں کی ہدایت کے لیے رسول بنا کر بھیجا، ان سے ہمارا وعدہ رہا ہے کہ ہم ضرور ان کی مدد کریں گے اور بالآخر غلبہ انھی کو حاصل ہو گا جو اللہ کی فوج بن کر اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے جہاد کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴾ [المؤمن : ٥١] ''بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی

زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔" اور فرمایا: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [المجادلة : ۲۱] "اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔"

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّ اَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾

"سو ایک وقت تک ان سے منہ موڑ لے۔ اور انھیں دیکھ، پس وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے۔ تو کیا وہ ہمارا عذاب جلدی مانگتے ہیں؟ پھر جب وہ ان کے صحن میں اترے گا تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بری ہوگی۔"

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ ابھی مشرکین سے اعراض کیجیے، ان کی باتوں کا جواب نہ دیجیے اور صبر سے کام لیجیے، یہاں تک کہ حالات آپ کے لیے سازگار ہو جائیں، یا ان کے بارے میں اللہ کا کوئی حکم آ جائے، یا اللہ انھیں کسی آزمائش میں مبتلا کر دے، یہ لوگ تمھاری تکذیب اور تمھارے ساتھ کفر کی وجہ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں، انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ان کرتوتوں کی وجہ سے سخت ناراض ہے اور وہ انھیں عنقریب سزا دے گا اور جب ان کے علاقے میں عذاب نازل ہوگا تو ان کی ہلاکت وتباہی و بربادی کا یہ بدترین دن ہوگا۔

فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ خیبر کی طرف روانہ ہوئے آپ وہاں رات کے وقت پہنچے (اور آپ کا معمول مبارک یہ تھا کہ) آپ جب کسی قوم کے پاس رات کو پہنچتے تو (صبح ہونے کا انتظار کرتے رہتے اور) جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہ کرتے، بہر حال جب صبح ہوئی تو یہودی پھاوڑے اور ٹوکریاں لے کر نکلے۔ انھوں نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگے، محمد! اللہ کی قسم محمد! اپنے لشکر سمیت۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ اکبر! خیبر (آج) تباہ و برباد ہونے والا ہے۔ ہم لوگ جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو جو لوگ ڈرائے گئے ہوتے ہیں ان کی صبح (بہت) بری ہوتی ہے۔" [بخاری، کتاب الجهاد، باب دعاء النبی ﷺ إلى الإسلام : ۲۹۴۵۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة خيبر : ۱۲۱/۱۳۶۵، قبل الحديث : ۱۸۰۲]

وَ تَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّ اَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

"اور ایک وقت تک ان سے منہ موڑ لے۔ اور دیکھ، پس وہ بھی جلدی دیکھ لیں گے۔"

نبی کریم ﷺ سے دوبارہ کہا جا رہا ہے کہ آپ ابھی مشرکین سے اعراض ہی کیجیے اور کفر وسرکشی کا انجام انھیں بتا دیجیے اور اگر اب نہ سمجھے تو جب اللہ کی نصرت و تائید فتح و کامرانی بن کر آپ کو حاصل ہوگی، تب خود ہی سب کچھ ان کی

سمجھ میں آ جائے گا۔

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۝ وَ سَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۝ وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝

’’پاک ہے تیرا رب، عزت کا رب۔ ان باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ اور سلام ان پر جو بھیجے گئے۔ اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔‘‘

ان آخری آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے ان باتوں سے اپنی پاکی اور نزاہت بیان کی ہے جن کے ساتھ مشرکین اللہ کو موصوف کرتے تھے اور اپنے رسولوں پر سلامتی بھیجی ہے، جنھیں اس نے اپنے بندوں کی راہنمائی کے لیے مبعوث کیا تھا۔ ان میں سے ایک آپ ﷺ بھی ہیں اور آخر میں تمام تعریفوں کو صرف اپنی ذات کے لیے ثابت کیا ہے، جو سارے جہان کا پالن ہار ہے، جو اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتا ہے۔

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَمِ اتَّخَذُوۡۤا اٰلِهَةً مِّنَ الۡاَرۡضِ هُمۡ يُنۡشِرُوۡنَ ۝ لَوۡ كَانَ فِيۡهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ﴾ [الأنبياء : ۲۱، ۲۲] ’’یا انھوں نے زمین سے کوئی معبود بنا لیے ہیں، جو زندہ کریں گے۔ اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے۔ سو پاک ہے اللہ جو عرش کا رب ہے، ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَمۡ لَهُمۡ اِلٰهٌ غَيۡرُ اللّٰهِ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴾ [الطور : ۴۳] ’’یا ان کا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا، چند کلمات ایسے ہیں کہ جو کوئی انھیں اپنی مجلس سے اٹھتے ہوئے تین بار پڑھ لے تو یہ اس کے لیے (مجلس کے گناہوں کا) کفارہ بن جائیں گے اور جو کوئی انھیں اپنی اسی مجلس کے دوران میں پڑھ لے، وہ مجلس خواہ خیر کی ہو یا ذکر کی تو یہ اس کے لیے ایسے ہوں گے جیسے کسی تحریر کو مہر بند کر دیا گیا ہو (یعنی اس کے لیے اس کا اجر اور گناہوں کا کفارہ ہونا محفوظ ہو گا۔ وہ کلمات یہ ہیں): ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ)) ’’اے اللہ! تو پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ، (میں گواہی دیتا ہوں کہ) تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔‘‘ [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی کفارة المجلس : ۴۸۵۷۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول إذا قام من مجلسه : ۳۴۳۳]

سورۃ صٓ مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

صٓ وَ الۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ؕ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ ﴿۲﴾

''صٓ۔ اس نصیحت والے قرآن کی قسم! بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تکبر اور مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔''

''صٓ'' یہ حروف مقطعات میں سے ہے، اللہ ہی کو معلوم ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کریم کی قسم کھائی ہے جو تمام انسانوں کے لیے اپنے اندر بے شمار پند و نصیحت کی باتیں لیے ہوئے ہے اور بتایا کہ معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا مشرکین سمجھتے ہیں کہ محمد (ﷺ) جادوگر، شاعر اور جھوٹے ہیں، بلکہ ان کے کبر و غرور اور نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی گہری عداوت نے انھیں افترا پردازیوں پر ابھارا ہے، ورنہ انھیں خوب معلوم ہے کہ آپ نہ جادوگر ہیں، نہ شاعر، نہ آپ کو جنون لاحق ہے اور نہ جھوٹ بولنا آپ کی عادت ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابو طالب بیمار ہوئے تو قریش کے لوگ (ان کی عیادت کے لیے) آئے۔ نبی ﷺ بھی تشریف لائے۔ ابو طالب کے پاس ایک آدمی کے بیٹھنے کی گنجائش تھی، ابو جہل اپنی جگہ سے اس نیت سے اٹھا کہ آپ کو (وہاں بیٹھنے سے) روکے۔ لوگوں نے ابو طالب سے آپ کی شکایت کی۔ انھوں نے کہا، اے میرے بھتیجے! تم اپنی قوم سے کیا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا: ''میں ایک ایسا کلمہ چاہتا ہوں کہ اگر یہ اسے قبول کر لیں تو یہ عرب پر حکومت کریں اور عجم ان کو جزیہ دے۔'' ابو طالب نے کہا ایک ہی کلمہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ہاں!) ایک ہی کلمہ۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''چچا! وہ (صرف ایک کلمہ یعنی) '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' کہہ دیں۔'' انھوں نے کہا، صرف ایک الٰہ!؟ ہم نے تو پچھلے کسی بھی مذہب میں یہ بات نہیں سنی، یہ تو بناوٹی بات ہے۔ تو اس موقع پر ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا:

﴿ صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ ۝ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ۝ وَ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ٘ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا١ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ وَ انْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَ اصْبِرُوْا عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمْ١ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ١ۖۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴾ ''صٓ۔ اس نصیحت والے قرآن کی قسم! بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تکبر اور مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔ ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا تو انھوں نے پکارا اور وہ بچ نکلنے کا وقت نہیں تھا۔ اور انھوں نے اس پر تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا اور کافروں نے کہا یہ ایک سخت جھوٹا جادوگر ہے۔ کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔ اور ان کے سرکردہ لوگ چل کھڑے ہوئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو، یقیناً یہ تو ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ ہم نے یہ بات آخری ملت میں نہیں سنی، یہ تو محض بنائی ہوئی بات ہے۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة صٓ : ۳۲۳۲۔ مصنف ابن أبی شیبة : ۳۳۳/۷، ح : ۳٦٥٥۳۔ مسند أحمد : ۲۲۷/۱، ۲۲۸، ح : ۲۰۰۸]

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ۝ وَ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ٘ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا١ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝

''ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا تو انھوں نے پکارا اور وہ بچ نکلنے کا وقت نہیں تھا۔ اور انھوں نے اس پر تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا اور کافروں نے کہا یہ ایک سخت جھوٹا جادوگر ہے۔ کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔''

گزشتہ کافر و مشرک قوموں کا جو انجام ہوا، اسے بیان کر کے کفارِ مکہ کو دھمکی دی جا رہی ہے، اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اہل مکہ سے قبل بہت سی قوموں کو ان کے غرور و کبر اور کفر و شرک کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور جب عذاب آیا تو وہ لوگ فریاد رسی کے لیے چیخنے چلانے لگے، لیکن اس وقت کی چیخ پکار سے انھیں کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا؟ اس وقت نہ تو وہ لوگ بھاگ سکتے تھے اور نہ کوئی انھیں بچا سکتا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اَحَسُّوْا بَاْسَنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَرْكُضُوْنَ ۝ لَا تَرْكُضُوْا وَ ارْجِعُوْۤا اِلٰی مَاۤ اُتْرِفْتُمْ فِیْهِ وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۝ قَالُوْا یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰی جَعَلْنٰهُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۱۱ تا ۱۵] ''اور کتنی ہی بستیاں ہم نے توڑ کر رکھ دیں جو ظالم تھیں اور ان کے بعد اور لوگ نئے پیدا کر دیے۔ تو جب انھوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا اچانک وہ ان (بستیوں) سے بھاگ رہے تھے۔ بھاگو نہیں اور ان (جگہوں) کی طرف واپس آؤ جن میں تمھیں خوش حالی دی گئی تھی اور اپنے گھروں کی طرف، تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ انھوں نے کہا ہائے ہماری

بربادی! یقیناً ہم ظالم تھے۔ تو ان کی پکار ہمیشہ یہی رہی، یہاں تک کہ ہم نے انھیں کٹے ہوئے، بجھے ہوئے بنا دیا۔"

ان واقعات سے کفار مکہ کو عبرت حاصل کرنی چاہیے تھی، لیکن ان سے انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا اور حیرت و استعجاب کرنے لگے کہ کیسے انھی کا ایک آدمی اللہ کا رسول ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے، آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بہت سے معبودوں کے بجائے صرف ایک معبود ہو؟ یہ تو بڑی عجیب و غریب بات ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ﴾ [ق : ۲] "بلکہ انھوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا، تو کافروں نے کہا یہ ایک عجیب چیز ہے۔" اور فرمایا: ﴿ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ﴾ [یونس : ۲] "کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی کہ ہم نے ان میں سے ایک آدمی کی طرف وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈرا اور جو لوگ ایمان لائے انھیں بشارت دے کہ یقیناً ان کے لیے ان کے رب کے ہاں سچا مرتبہ ہے۔ کافروں نے کہا بے شک یہ تو کھلا جادوگر ہے۔"

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب بیمار ہوئے تو ان کے پاس قریش کا ایک گروہ آیا، جس میں ابو جہل بھی تھا، انھوں نے ابو طالب سے کہا کہ تمھارا بھتیجا ہمارے معبودوں کو گالی دیتا ہے، وہ (ان کے بارے میں) اس اس طرح کہتا ہے اور یہ یہ کام کرتا ہے، لہٰذا آپ انھیں اپنے ہاں بلائیں اور (اس سے) منع کریں۔ ابو طالب نے آپ کی طرف پیغام بھیجا۔ اس وقت ابو طالب کے پاس ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی، تو ابو جہل (ملعون) کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ محمد (ﷺ) جب ابو طالب کے پاس بیٹھیں گے تو ہوسکتا ہے کہ ابو طالب کا دل نرم ہو جائے تو وہ فوراً کود کر اس جگہ خود بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ جب اندر داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ دروازے کے سوا اور کہیں جگہ نہیں ہے تو آپ وہیں بیٹھ گئے۔ ابو طالب نے کہا، بھتیجے! آپ کی قوم کے لوگ آپ کی شکایت کر رہے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کو گالی دیتے ہیں، آپ (ان کے معبودوں کے بارے میں) اس اس طرح کہتے ہیں اور (ان کے خلاف) یہ یہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چچا جان! میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ ایک کلمے کو اختیار کر لیں، جس کے قبول کرنے کی وجہ سے سارا عرب ان کے تابع ہو جائے گا اور عجم ان کو جزیہ دینے لگ جائے گا۔" (وہ آپ کی بات اور آپ کے کلمے سے چونک اٹھے) انھوں نے کہا، وہ کلمہ کون سا ہے؟ آپ کے باپ کی قسم! ہم تو (ایسے) دس کلمے قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ابو طالب نے بھی پوچھا کہ ہاں بھتیجے! بتائیں، وہ کلمہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ کلمہ " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " ہے۔" یہ سن کر وہ لوگ (نفرت کرتے ہوئے اور) اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ﴾ [صٓ : ۵] "کیا اس نے تمام

معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔'' اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔[مسند أحمد : ۱/ ۳۶۲، ح : ۳٤۱۷۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ صٓ : ۳۲۳۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی : ٦/ ٤٤۲، ح : ۱۱٤۳٦]

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۝ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝

''اور ان کے سرکردہ لوگ چل کھڑے ہوئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو، یقیناً یہ تو ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ہم نے یہ بات آخری ملت میں نہیں سنی، یہ تو محض بنائی ہوئی بات ہے۔ کیا ہمارے درمیان میں سے اسی پر نصیحت نازل کی گئی ہے؟ بلکہ وہ میری نصیحت سے شک میں ہیں، بلکہ انھوں نے ابھی تک میرا عذاب نہیں چکھا۔''

یعنی جب رسول اللہ ﷺ نے کفارِ قریش سے کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کا مطالبہ کیا تو وہ ابو طالب کے پاس سے دامن جھاڑ کر اٹھ گئے اور واپس جاتے ہوئے ایک دوسرے کو بت پرستی پر جمے رہنے کی تاکید کرتے ہوئے کہنے لگے کہ لوگو! اپنے آبا و اجداد کے طریقے پر قائم رہو اور محمد (ﷺ) ہمارے اور ہمارے معبودوں کے بارے میں جو چاہے کہتا رہے، ہمیں ان باتوں کی پروا نہیں کرنی چاہیے اور اپنے معبودوں کی عبادت نہیں چھوڑنی چاہیے۔ محمد (ﷺ) کی ساری کوششوں اور تدبیروں کا مقصد یہی تو ہے کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ جس توحید کی بات کی جا رہی ہے اور جس پر ایمان لانے کی ہمیں دعوت دی جا رہی ہے وہ تو نصاریٰ کے یہاں بھی موجود نہیں ہے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ یہ محمد کی افترا پردازی ہے، جس کی دلیل اس کے پاس اس کتاب کے سوا کوئی نہیں، جسے وہ قرآن کہتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ یہ اللہ کی وحی ہے۔ یہ بات اس لیے بھی قابل حیرت ہے کہ ہمارے درمیان اس سے زیادہ مال دار اور صاحبِ حیثیت لوگ موجود ہیں، تو اس کے بجائے کسی اور کو نبوت کیوں نہیں دی گئی ہے؟ آخر میں اللہ نے فرمایا کہ کفارِ قریش کو میرے قرآن کے بارے میں شبہ ہے کہ یہ میری طرف سے نازل کردہ کتاب ہے یا نہیں، ان کا یہ شک اس لیے زائل نہیں ہو رہا ہے کہ انکارِ قرآن پر انھیں اب تک سزا نہیں ملی، اگر اس کی وجہ سے ان پر عذاب آ گیا ہوتا تو سارا شک وحسد از خود دور ہو گیا ہوتا۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۭ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ [الفرقان : ٤۱، ٤۲] ''اور جب وہ تجھے دیکھتے ہیں تو تجھے نہیں بناتے مگر مذاق، کیا یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ بے شک یہ تو قریب تھا کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ ہی کر دیتا، اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم ان پر جمے رہے۔ اور عنقریب وہ جان لیں گے جب

عذاب دیکھیں گے، کون راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہے۔'' کافروں کا خیال تھا کہ نبوت کسی بڑے آدمی کو ملنی چاہیے تھی، وہ رسول اللہ ﷺ کو اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ ان کو نبوت دی جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّ اِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴾ [الزخرف : ۳۰، ۳۱] ''اور جب ان کے پاس حق آیا تو انھوں نے کہا یہ جادو ہے اور بے شک ہم اس سے منکر ہیں۔ اور انھوں نے کہا یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟''

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝

''کیا انھی کے پاس تیرے رب کی رحمت کے خزانے ہیں، جو سب پر غالب ہے، بہت عطا کرنے والا ہے۔''

فرمایا کہ کیا کفارِ مکہ آپ کے رب کے خزانوں کے مالک ہیں (جن میں نبوت اور دوسری نعمتیں شامل ہیں) کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں؟ جب ایسی کوئی بات نہیں ہے، تو انھیں کہاں سے یہ حق حاصل ہو گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نبوت پر فائز ہونے پر اعتراض کریں؟

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝

''یا آسمانوں کی اور زمین کی اور ان کے درمیان کی چیزوں کی بادشاہی انھی کے پاس ہے تو وہ سیڑھیوں میں اوپر چڑھ جائیں۔ (یہ) ایک حقیر سا لشکر ہے، لشکروں میں سے، جو اس جگہ شکست کھانے والا ہے۔''

فرمایا کہ کیا کفارِ مکہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کے مالک ہیں؟ اگر ایسی بات ہے تو پھر منزل بہ منزل چڑھتے ہوئے ساتویں آسمان تک پہنچ جائیں اور نبی اکرم ﷺ پر نزولِ وحی کو روک دیں۔ آگے فرمایا کہ کفارِ مکہ کا حقیر لشکر عنقریب ہی بری طرح شکست کھائے گا اور ہمیشہ کے لیے ان کا زور ٹوٹ جائے گا، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴾ [القمر : ۴۴، ۴۵] ''یا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت ہیں، جو بدلہ لے کر رہنے والے ہیں؟ عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔''

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احزاب کے دن لشکر کفار (احزاب) کے خلاف یوں بد دعا کی: ((اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ ! سَرِيْعَ الْحِسَابِ ! اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَ زَلْزِلْهُمْ)) ''اے اللہ! کتاب نازل کرنے والے، جلد حساب لینے والے، اے اللہ! لشکروں کو شکست دے، اے اللہ!

انھیں شکست دے اور ان کے پاؤں ڈگمگا دے۔'' [بخاری، کتاب الجھاد، باب الدعاء علی المشرکین بالھزیمۃ و الزلزلۃ : ۲۹۳۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے : ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَعَزَّ جُنْدَهُ، وَ نَصَرَ عَبْدَهُ وَ غَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ)) ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس نے اپنے لشکر کو عزت دی اور اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی اور کافروں کی فوجوں پر وہ اکیلا غالب آیا، اس کی سی ہستی کوئی نہیں۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق و ھی الأحزاب : ۴۱۱۴]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَ وَعْدَكَ، اَللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ)) ''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنا وعدہ اور اقرار پورا کر۔ یا اللہ! اگر تیری مرضی یہی ہے (کہ یہ کافر غالب ہوں) تو پھر زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔'' سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! بس کیجیے (دعا ہو چکی) چنانچہ اس وقت آپ یہ آیت پڑھتے ہوئے باہر نکلے : ﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴾ [القمر : ۴۵] ''عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ إذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم ...... الخ ﴾ : ۳۹۵۳]

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ﴿۱۲﴾ وَ ثَمُوْدُ وَ قَوْمُ لُوْطٍ وَّ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ﴿۱۳﴾ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ ع

''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور عاد نے اور میخوں والے فرعون نے۔ اور ثمود اور قوم لوط اور ایکہ والوں نے، یہی لوگ وہ لشکر ہیں۔ نہیں ہے (ان میں سے) کوئی مگر اس نے رسولوں کو جھٹلایا، تو میرا عذاب واقع ہو گیا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کی قوم سے پہلے نوح کی قوم اور قوم عاد اور جاہ و سطوت والے فرعون نے اللہ کے انبیاء کی تکذیب کی اور قوم ثمود، قوم لوط اور ایکہ والوں نے بھی اپنے اپنے زمانے کے رسولوں کی تکذیب کی اور وہ قومیں کفارِ مکہ کے مقابلے میں تعداد، قوت اور مال و دولت میں بہت آگے تھیں، لیکن جب اللہ کا عذاب آ گیا، تو ان میں سے کوئی قوم بھی ہزار جتن کے باوجود اس سے بچ نہ سکی۔ قوم عاد سے مراد ہود علیہ السلام کی قوم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : ﴿ وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ نَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾ وَ تِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴾ [ھود : ۵۸ تا ۶۰] ''اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے ہود کو

اور ان لوگوں کو جو اس کے ہمراہ ایمان لائے تھے، اپنی طرف سے عظیم رحمت کے ساتھ نجات دی اور انھیں ایک بہت سخت عذاب سے بچالیا۔ اور یہ عاد تھے جنھوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر زبردست جابر، سخت عناد والے کے حکم کی پیروی کی۔ اور ان کے پیچھے اس دنیا میں لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ سن لو! بے شک عاد نے اپنے رب سے کفر کیا۔ سن لو! عاد کے لیے ہلاکت ہے، جو ہود کی قوم تھی۔'' جنگل والوں سے مراد شعیب علیہ السلام کی قوم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴾ [الشعراء : ۱۷٦ تا ۱۷۹] ''ایکہ والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے شعیب نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمھارے لیے ایک امانتدار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔''

وَ مَا يَنْظُرُ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝

''اور یہ لوگ کسی چیز کا انتظار نہیں کر رہے سوائے ایک سخت چیخ کے، جس میں کوئی وقفہ نہ ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ نے گزشتہ قوموں کی تباہی اور بربادی کا ذکر فرما کر اس آیت میں کفارِ مکہ کو تنبیہ کی اور فرمایا کہ کیا وہ یہی چاہتے ہیں کہ کوئی عذاب آئے اور انھیں تباہ و برباد کر دے اور اس سے پہلے وہ ماننے والے نہیں؟ تو یہ نہیں ہو سکتا، عذاب کا وقت مقرر ہے، عذاب وقت مقررہ سے پہلے نہیں آئے گا، پھر قیامت کا وقت بھی مقرر ہے، لہٰذا قیامت کے دن کا عذاب بھی اپنے وقت مقررہ پر آئے گا، کوئی عذاب بھی اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں آ سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٥٣] ''اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴾ [فاطر : ٤٥] ''اور اگر اللہ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑے جو انھوں نے کمایا تو اس کی پشت پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑے اور لیکن وہ انھیں ایک مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب ان کا مقرر وقت آ جائے تو بے شک اللہ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔''

وَ قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝

''اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں ہمارا حصہ یوم حساب سے پہلے جلدی دے دے۔''

کفارِ مکہ پر عذاب کی دھمکی کا الٹا ہی اثر ہوا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے ہوئے اس حد تک آگے بڑھ

گئے کہ یہ دعا کرنے لگ گئے کہ اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارے حصے کا عذاب ہمیں جلدی دے دے۔تو ان کی یہ تمنا بھی پوری نہیں ہوگی، قیامت کا وقت مقرر ہے، لہٰذا قیامت کا عذاب اپنے وقت مقرر ہی پر آئے گا۔

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾

''اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کر، جو قوت والا تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے تو صبر کرنے کا حکم دیا، پھر آپ کا غم غلط کرنے کے لیے آپ کی توجہ دوسری طرف پھیر دی، یعنی اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کا ذکر شروع کر دیا، داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے، لہٰذا رسول اللہ ﷺ کو بھی تمام تکلیف دہ باتوں سے صرف نظر کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ : رسول اللہ ﷺ کو کافروں کی باتوں سے صدمہ ہوتا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۳۳] ''بے شک ہم جانتے ہیں کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ یقیناً تجھے وہ بات غمگین کرتی ہے جو وہ کہتے ہیں، تو بے شک وہ تجھے نہیں جھٹلاتے اور لیکن وہ ظالم اللہ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔''

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾

''بے شک ہم نے پہاڑوں کو اس کے ہمراہ مسخر کر دیا، وہ دن کے پچھلے پہر اور سورج چڑھنے کے وقت تسبیح کرتے تھے۔ اور پرندوں کو بھی، جب کہ وہ اکٹھے کیے ہوتے، سب اس کے لیے رجوع کرنے والے تھے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا جو طلوع آفتاب کے وقت اور دن کے آخری حصے میں ان کے ساتھ مل کر اللہ کی تسبیح کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ﴾ [سبا : ۱۰] ''اے پہاڑو! اس کے ساتھ تسبیح کو دہراؤ اور پرندے بھی۔''

اسی طرح جب آپ تسبیح پڑھتے تو پرندے بھی آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے اور جب آپ دہراتے تو وہ بھی دہراتے تھے اور ہوا میں اڑتا ہوا کوئی پرندہ جب آپ کو ترنم سے زبور پڑھتے ہوئے سنتا تو وہ وہاں سے جا نہیں سکتا تھا، بلکہ ہوا ہی میں کھڑے ہو کر آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتا۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ : داؤد علیہ السلام بڑی قوت والے تھے، عبادت میں بھی مضبوط تھے اور جنگ میں بھی مضبوط تھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو نمازوں میں سب سے زیادہ پسند داؤد علیہ السلام کی نماز تھی اور روزوں میں بھی سب سے زیادہ پسند داؤد علیہ السلام کا روزہ تھا، آپ آدھی

رات سوتے اور تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ رات کا پھر سو جاتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے (اور دشمنانِ دین سے جہاد کرنے میں پیٹھ نہ دکھاتے اور ہر حال میں اپنے اللہ کی طرف رغبت اور رجوع رکھتے)۔'' [بخاری، کتاب التہجد، باب من نام عند السحر : ۱۱۳۱۔ مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر ...... الخ : ۱۸۹/ ۱۱۵۹]

وَ شَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾

''اور ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کر دی اور اسے حکمت اور فیصلہ کن گفتگو عطا فرمائی۔''

اس آیت میں بھی داؤد علیہ السلام کا ذکر خیر ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے فوجوں اور جنگی ساز و سامان کے ذریعے سے دشمنوں کے دلوں میں ان کا رعب و دبدبہ بٹھا دیا تھا اور میدانِ جنگ میں فتح و نصرت دے کر ان کی حکومت کی جڑوں کو مضبوط کر دیا تھا اور ہم نے انھیں نبوت اور بالغ نظری عطا کی تھی۔ اسی لیے ان کا کوئی قول و عمل حکمت سے خالی نہیں ہوتا تھا اور ہم نے لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں انھیں صائب الرائے بنایا تھا۔

وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حسد (یعنی رشک) صرف دو قسم کے لوگوں (کی عادتوں) پر جائز ہے، ایک اس شخص (کی عادت) پر جسے اللہ نے مال دیا ہو اور اس بات کی توفیق و ہمت بھی کہ اسے (راہ) حق میں صرف کرے اور دوسرے اس شخص (کی عادت) پر جسے اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت عنایت کی ہو اور وہ اس کے ذریعے سے فیصلے (اور عمل) کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس کی تعلیم دیتا ہو۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم و الحکمۃ ...... الخ : ۷۳]

وَ هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَ لَا تُشْطِطْ وَ اهْدِنَاۤ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَاۤ اَخِيْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّ لِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَ عَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ ۩ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

السجدۃ

''اور کیا تیرے پاس جھگڑنے والوں کی خبر آئی ہے، جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں آ گئے۔ جب وہ داؤد کے

پاس اندر آئے تو وہ ان سے گھبرا گیا، انھوں نے کہا مت ڈر، دو جھگڑنے والے ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، سو تو ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور بے انصافی نہ کر اور ہماری سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر۔ بے شک یہ میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے، تو اس نے کہا کہ یہ میرے سپرد کر دے اور اس نے بات کرنے میں مجھ پر بہت سختی کی۔ اس نے کہا بلاشبہ یقیناً اس نے تیری دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کے مطالبے کے ساتھ تجھ پر ظلم کیا ہے اور بے شک بہت سے شریک یقیناً ان کا بعض بعض پر زیادتی کرتا ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور یہ لوگ بہت ہی کم ہیں۔ اور داؤد نے یقین کر لیا کہ بے شک ہم نے اس کی آزمائش ہی کی ہے تو اس نے اپنے رب سے بخشش مانگی اور رکوع کرتا ہوا نیچے گر گیا اور اس نے رجوع کیا۔ تو ہم نے اسے یہ بخش دیا اور بلاشبہ اس کے لیے ہمارے پاس یقیناً بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ایک دن داؤد علیہ السلام کے پاس دو آدمی دروازے سے داخل ہونے کے بجائے دیوار پر چڑھ کر اس محراب میں داخل ہو گئے جس میں وہ اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ وہ ان دونوں کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر گھبرا گئے، تو انھوں نے کہا، گھبرائیے نہیں، ہمارے درمیان جھگڑا ہے، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، ہم آپ کے پاس آئے ہیں، تاکہ آپ عدل و انصاف کے مطابق ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجیے، کسی پر زیادتی نہ کیجیے اور صحیح راستے کی طرف ہماری راہنمائی کیجیے۔ پھر وہ آدمی جو اپنے آپ کو مظلوم سمجھتا تھا، کہنے لگا کہ میرے اس مسلمان بھائی کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے، یہ کہتا ہے کہ تم مجھے اپنی دنبی دے دو، تاکہ اپنی دنبیوں کے ساتھ اسے ملا لوں اور اس نے بڑی سخت زبان استعمال کی ہے۔ داؤد علیہ السلام نے کہا کہ اس نے تمھاری دنبی مانگ کر تم پر زیادتی کی ہے، اس لیے کہ ننانوے دنبیوں کے ہوتے ہوئے تمھاری دنبی زبردستی لینے کی اسے ضرورت نہیں تھی۔ مزید کہا کہ بہت سے شرکاء اسی طرح اخوت و انصاف کا پاس نہیں رکھتے اور زیادتی کر بیٹھتے ہیں، حالانکہ اخوت و انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنے بھائی کو اپنے اوپر ترجیح دی جائے۔ البتہ جو لوگ ایمان و تقویٰ والے ہوتے ہیں وہ ایسی زیادتی نہیں کرتے اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ دونوں کے واپس چلے جانے کے بعد داؤد علیہ السلام کے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ قضیہ اللہ کی طرف سے ان کا امتحان تھا۔ اس لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کرنے لگے اور ان کے دل پر خشیت الٰہی کا ایسا غلبہ ہوا کہ سجدے میں گر کر رونے لگے اور پوری طرح اپنے رب کی طرف متوجہ ہو گئے، تو اللہ نے انھیں بخش دیا۔

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو ’’سورۂ صٓ‘‘ میں (مذکورہ آیت پر) سجدہ کرتے دیکھا ہے۔[بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ﴿ و اذكر

عبدنا داؤد ذا الأيد...... الخ ﴾ : ٣٤٢٢]

مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اس سورت (صٓ) میں سجدہ کرنے کی دلیل کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا، کیا تم نے (سورۃ الانعام: ۸۴تا۹۰ میں) یہ نہیں پڑھا: ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ﴾، ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (یعنی یہی لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں، سو آپ بھی ان کی ہدایت کی اتباع کریں) تو داؤد علیہ السلام بھی ان میں سے تھے جن کی اتباع کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، چونکہ (اس سورت میں یہ ذکر ہے کہ) داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا تھا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سجدہ کیا تھا۔ [بخاري، كتاب التفسير، سورة صٓ : ٤٨٠٧]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سورۂ صٓ لکھ رہا ہوں۔ تو میں جب آیت سجدہ تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ قلم، دوات اور میرے آس پاس کی دیگر تمام چیزوں نے سجدہ کیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تلاوت کے وقت برابر سجدہ کرتے رہے۔ [مسند أحمد : ٧٨/٣، ح : ١١٧٤٧۔ مستدرك حاكم : ٤٣٢/٢، ح : ٣٦٥٤]

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ : یعنی روزِ قیامت داؤد علیہ السلام کو قرب حاصل ہوگا، اللہ تعالیٰ انھیں اپنے تقرب سے سرفراز فرمائے گا، نیز انھیں عمدہ مقام، یعنی ان کی توبہ اور اپنی مملکت میں مکمل عدل کی وجہ سے انھیں جنت میں بلند و بالا درجات نصیب ہوں گے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً عادل لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے ممبروں پر ہوں گے، رحمٰن عزوجل کی دائیں جانب (اور ذہن نشین رہے کہ) اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ یہ عادل وہ ہیں جو اپنے فیصلوں میں، اپنے اہل و عیال میں اور جن کے وہ مالک ہوں ان میں عدل و انصاف کرتے ہیں۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل...... الخ : ١٨٢٧]

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

''اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، سو تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور خواہش کی پیروی نہ کر، ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ یقیناً وہ لوگ جو اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے، اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔''

اس آیت کریمہ کا تعلق گزشتہ آیت سے ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے داؤد علیہ السلام سے کہا، اے داؤد! ہم نے

آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے، تا کہ آپ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیں، برائی سے روکیں اور اپنے رب کی شریعت کو نافذ کریں، تو آپ لوگوں کے درمیان اس عدل کے ساتھ فیصلہ کیجیے جس کا اللہ کی شریعت تقاضا کرتی ہے اور اپنے نفس کی پیروی نہ کیجیے کہ مال و جاہ یا دوستی و رشتہ داری کی وجہ سے حق و عدل سے منحرف ہو جائیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ اس صراط مستقیم سے دور ہو جائیں گے، جس پر چل کر قومیں دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی حاصل کرتی ہیں اور جس سے انحراف حکم ومحکوم سب کی ہلاکت و بربادی کا سبب بنتا ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ جو لوگ اس دنیا میں اللہ کی راہ سے برگشتہ ہو جائیں گے، انھیں قیامت کے دن شدید عذاب دیا جائے گا، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا اور ایمان و تقویٰ کے بجائے کفر و سرکشی کی زندگی اختیار کر لی تھی۔

فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ: مقدمات کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بھی اسی قسم کی ہدایت دی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ﴾ [المائدة : ٤٨] ''اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے اور اس پر محافظ ہے۔ پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر، اس سے ہٹ کر جو حق میں سے تیرے پاس آیا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ۝ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴾ [المائدة : ٤٩، ٥٠] ''اور یہ کہ ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر اور ان سے بچ کہ وہ تجھے کسی ایسے حکم سے بہکا دیں جو اللہ نے تیری طرف نازل کیا ہے، پھر اگر وہ پھر جائیں تو جان لے کہ اللہ یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے کچھ گناہوں کی سزا پہنچائے اور بے شک بہت سے لوگ یقیناً نافرمان ہیں۔ پھر کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے، ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔''

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ۝۲۷ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ۝۲۸

''اور ہم نے آسمان و زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو بے کار پیدا نہیں کیا۔ یہ ان لوگوں کا گمان ہے

جنھوں نے کفر کیا، سو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا آگ کی صورت میں بڑی ہلاکت ہے۔ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح کر دیں گے؟ یا کیا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟''

فرمایا کہ ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کو بے مقصد پیدا نہیں کیا ہے، بلکہ اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ لوگ وحدانیت پر ایمان لائیں اور صرف ہماری عبادت کریں، لیکن کفارِ مکہ اور دیگر اہل کفر اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ ان کی پیدائش میں کوئی حکمت و مصلحت نہیں ہے۔ یہ ان کی خام خیالی ہے، ان کافروں کا ٹھکانا جہنم کی وہ وادی ہے جس کا نام ''ویل'' ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الدخان : ۳۸ تا ۴۲] ''اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔ ہم نے ان دونوں کو حق ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔ یقیناً فیصلے کا دن ان سب کا مقرر وقت ہے۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ مگر جس پر اللہ نے رحم کیا، بے شک وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے جو عقل مند بندے ہیں وہ تو کائنات کی تخلیق کا مقصد سمجھتے ہیں اور اس مقصد کو ذہن میں رکھ کر ڈرتے رہتے ہیں اور اپنی نجات کے لیے دعائیں مانگتے رہتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴾ [آل عمران : ۱۹۰ تا ۱۹۴] ''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب! بلاشبہ تو جسے آگ میں ڈالے سو یقیناً تو نے اسے رسوا کر دیا اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔ اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک آواز دینے والے کو سنا، جو ایمان کے لیے آواز دے رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب! پس ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری

برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ فوت کر۔ اے ہمارے رب! اور ہمیں عطا فرما جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بے شک تو وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔''

کیا یہ بات معقول ہو سکتی ہے کہ ہم اہل ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کو ان لوگوں جیسا بنا دیں جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، یا تقویٰ کی راہ اختیار کرنے والوں کو ان لوگوں جیسا بنا دیں جو ہمارے احکام کی مخالفت کرتے ہیں اور ہم سے دشمنی کرتے ہیں؟

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

''یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تا کہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تا کہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔''

قرآن حکیم حکمتوں کا خزانہ ہے اور دنیاوی اور اخروی بھلائیوں کی طرف انسان کی صحیح راہنمائی کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ یہ قرآن ایک مبارک کتاب ہے، جسے ہم نے اپنے رسول پر اس لیے نازل کیا ہے، تا کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں، اس کے انوار سے اپنی عقلوں اور اپنے دلوں کو روشن کریں، اللہ پر ایمان لائیں اور عمل صالح کریں، تا کہ دین و دنیا کی سعادت حاصل کریں اور تا کہ عقل و ہوش والے اس میں موجود نصیحتوں سے مستفید ہوں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [الرعد : ۱۹] ''نصیحت تو عقلوں والے ہی قبول کرتے ہیں۔''

وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿ؕ۳۰﴾

''اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا، اچھا بندہ تھا، بے شک وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔''

داؤد علیہ السلام پر اللہ کا ایک انعام یہ بھی تھا کہ اس نے انھیں سلیمان علیہ السلام جیسا بیٹا عطا کیا، جو انھی کی طرح نبی ہوئے، اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے رب کے بہت اچھے بندے تھے، اس لیے کہ کثرت سے ذکرِ الٰہی اور طلبِ مغفرت میں مشغول رہتے تھے۔

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿ۙ۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿ٙ۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾

''جب اس کے سامنے دن کے پچھلے پہر اصیل تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے۔ تو اس نے کہا بے شک میں نے اس مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد کی وجہ سے دوست رکھا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پردے میں چھپ گئے۔ انھیں میرے پاس

واپس لاؤ، پھر وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔“

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ شام کے وقت عمدہ جنگی گھوڑوں کی ان کے سامنے نمائش کی گئی، تو انھوں نے کہا کہ میں نے ان گھوڑوں کو اپنے رب کی راہ میں جہاد کی خاطر پسند کیا ہے، جب وہ گھوڑے دوڑتے ہوئے آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو انھوں نے حکم دیا کہ انھیں واپس لایا جائے اور جب سارے گھوڑے واپس آ گئے تو از راہ لطف و محبت ان کی پنڈلیوں اور گردنوں کو اپنے ہاتھ سے سہلانے لگے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر سیدنا سلیمان علیہ السلام کو جہاد سے بہت رغبت تھی اور جہاد کی خاطر گھوڑوں سے بہت محبت تھی، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک بار سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے یوں کہا کہ آج رات میں اپنی سو بیویوں یا (فرمایا) ننانویں بیویوں کے پاس ضرور گھوم کر آؤں گا (یعنی سب سے صحبت کروں گا) اور ہر ایک عورت ایک بیٹا پیدا کرے گی جو شہسوار بن کر اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان کے ایک رفیق نے کہا، ان شاء اللہ کہیے، تاہم سلیمان علیہ السلام نے ”ان شاء اللہ“ نہ کہا، تو ان عورتوں میں سے صرف ایک کو حمل ٹھہرا اور اس سے بھی ادھورا بیٹا پیدا ہوا۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر وہ ”ان شاء اللہ“ کہتے تو سب عورتوں کے بیٹے ہوتے جو شہسوار بن کر جہاد کرتے۔“ [بخاري، كتاب الجهاد و السير، باب من طلب الولد للجهاد : ۲۸۱۹]

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ : یعنی جب سلیمان علیہ السلام کی مملکت و سلطنت میں ان کے سامنے اصیل اور تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے، سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کا تذکرہ ایک حدیث میں بھی ملتا ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک یا خیبر کے سفر سے واپس آئے تو میرے طاقچے کے آگے پردہ پڑا ہوا تھا کہ ناگاہ تیز ہوا کے جھونکے سے پردے کا کنارہ ہٹ گیا۔ وہاں سامنے میرے کھلونے اور گڑیاں نظر آئیں، آپ نے پوچھا: ”عائشہ! یہ کیا ہے؟“ میں نے کہا، یہ میری گڑیاں ہیں، آپ نے ان میں کپڑے کا گھوڑا بھی دیکھا جس کے دو پر تھے۔ آپ نے پوچھا: ”میں ان کے درمیان یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟“ میں نے کہا، یہ گھوڑا ہے، آپ نے پوچھا: ”اور اس کے اوپر کیا ہے؟“ میں نے کہا، اس کے دو پر ہیں۔ آپ نے کہا: ”کیا گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں؟“ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ کیا آپ نے سنا نہیں کہ سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر تھے۔ کہتی ہیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ میں نے آپ کی ڈاڑھیں دیکھیں۔ [أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب اللعب بالبنات : ۴۹۳۲۔ ابن حبان : ۵۸۶۴]

فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ : اس آیت کے دوسرے معنی کے لحاظ سے تفسیر یہ ہے کہ آپ گھوڑوں کے مشاہدے میں اس قدر مشغول ہوئے کہ نماز عصر کا وقت ختم ہو گیا اور اس سلسلہ میں قطعی بات یہ

ہے کہ عمداً نہیں بلکہ بھول جانے کی وجہ سے آپ کی نماز رہ گئی، جیسا کہ خندق کے موقع پر نبی کریم ﷺ اس قدر مشغول ہو گئے تھے کہ آپ نماز عصر نہ پڑھ سکے، حتیٰ کہ آپ نے اسے غروبِ آفتاب کے بعد ادا فرمایا تھا اور یہ بات صحیحین میں کئی ایک سندوں سے ثابت ہے، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن سورج ڈوبنے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کفار قریش کو برا بھلا کہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! میں تو عصر کی نماز بھی ادا نہیں کر سکا، حتیٰ کہ سورج غروب ہونے والا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میں بھی اب تک ادا نہیں کر سکا۔'' چنانچہ ہم بطحان میں گئے، وہاں وضو کیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز ادا کی اور پھر مغرب پڑھی۔ [بخاری، کتاب مواقیت الصلوة، باب من صلی بالناس جماعة بعد ذهاب الوقت : ٥٩٦۔ مسلم، کتاب المساجد، باب الدلیل لمن قال الصلوة الوسطی هی صلاة العصر : ٦٣١]

وَ لَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَ اَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَ الشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّ اٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور اس کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا، پھر اس نے رجوع کیا۔ اس نے کہا اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، یقیناً تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔ تو ہم نے اس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا جو اس کے حکم سے نرم چلتی تھی، جہاں کا وہ ارادہ کرتا تھا۔ اور شیطانوں کو، جو ہر طرح کے ماہر معمار اور ماہر غوطہ خور تھے۔ اور کچھ اوروں کو بھی (تابع کر دیا) جو بیڑیوں میں اکٹھے جکڑے ہوئے تھے۔ یہ ہماری عطا ہے، سو احسان کر، یا روک رکھ، کسی حساب کے بغیر۔ اور بلاشبہ اس کے لیے ہمارے ہاں یقیناً بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔''

داؤد علیہ السلام کے بیٹے سلیمان علیہ السلام پر بھی اللہ تعالیٰ نے بڑے انعامات کیے تھے، اس آیت کریمہ میں انھی کا ذکر ہے، فرمایا کہ ہم نے سلیمان علیہ السلام کو بادشاہی دے کر اپنے لیے ان کی اطاعت و بندگی کو آزمایا اور ان کے تخت پر ایک دھڑ کو ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دھڑ کی حقیقت کو بیان نہیں کیا، جسے اس نے سلیمان علیہ السلام کے تخت پر ڈال دیا تھا، لہٰذا ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تخت پر ایک دھڑ کو ڈال کر ان کی آزمائش فرمائی تھی، لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ دھڑ کیا تھا۔ اس پر آپ کو معلوم ہوا کہ آپ تو آزمائش میں پڑ چکے ہیں، پھر اسی وقت اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے قصور

کی معافی طلب کی اور ساتھ ہی یہ دعا کی کہ مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے شایان شان نہ ہو۔ چنانچہ آپ کا یہ قصور بھی معاف کر دیا گیا اور دعا بھی قبول ہوگئی کہ ہواؤں اور جنوں کو آپ کے لیے مسخر کر دیا گیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾ [النمل : ۱۷] ”اور سلیمان کے لیے اس کے لشکر جمع کیے گئے، جو جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے تھے، پھر وہ الگ الگ تقسیم کیے جاتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ﴾ [النمل : ۱۶] ”اور سلیمان داؤد کا وارث بنا اور اس نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہمیں ہر چیز میں سے حصہ دیا گیا ہے۔ بے شک یہ یقیناً یہی واضح فضل ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”گزشتہ رات اچانک ایک سرکش جن میرے سامنے آیا“ یا ایسا ہی کوئی اور کلمہ آپ نے ارشاد فرمایا، پھر فرمایا: ”وہ میری نماز میں خلل ڈالنا چاہتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا۔ میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون سے باندھ دوں، تاکہ صبح تم سب لوگ اسے دیکھ لو، لیکن پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ [صٓ : ۳۵] ”اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، یقیناً تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔“ (تو اس دعا کے یاد آتے ہی میں نے اسے چھوڑ دیا) الغرض، اللہ تعالیٰ نے اسے نامراد کر کے لوٹا دیا۔“ [بخاري، كتاب الصلوة، باب الأسير و الغريم يربط في المسجد : ٤٦١۔ مسلم، كتاب المساجد، باب جواز لعن الشيطن في أثناء الصلوة والتعوذ منه ...... الخ : ٥٤١]

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو ہم نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”میں تجھ پر اللہ کی لعنت کے ساتھ لعنت کرتا ہوں۔“ آپ نے تین مرتبہ یہ الفاظ کہے۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، جیسے آپ کوئی چیز لے رہے ہوں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو نماز میں کوئی بات کرتے سنا ہے، حالانکہ اس سے قبل ہم نے آپ کو کبھی کوئی ایسی بات کرتے نہیں سنا اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ بھی آگے بڑھایا۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ کا دشمن ابلیس ایک دہکتا ہوا انگارا لے کر آیا تھا، تاکہ اسے میرے منہ میں دے دے۔ تو میں نے تین مرتبہ کہا کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور پھر میں نے کہا کہ میں تجھ پر اللہ کی مکمل لعنت کے ساتھ لعنت کرتا ہوں، تو وہ تینوں مرتبہ پیچھے نہیں ہٹا۔ پھر میں نے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا، اللہ کی قسم! اگر میرے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی، تو وہ صبح تک بندھا رہتا اور مدینہ کے بچے اس سے کھیلتے۔“ [مسلم، كتاب المساجد، باب جواز لعن الشيطان في أثناء الصلوة والتعوذ منه ...... الخ : ٥٤٢]

وَ اذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ؕ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

’’اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کر، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک شیطان نے مجھے بڑا دکھ اور تکلیف پہنچائی ہے۔ اپنا پاؤں مار، یہ نہانے کا اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے۔ اور ہم نے اسے اس کے گھر والے عطا کر دیے اور ان کے ساتھ اتنے اور بھی، ہماری طرف سے رحمت کے لیے اور عقلوں والوں کی نصیحت کے لیے۔ اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا (جھاڑو) لے اور اسے مار دے اور قسم نہ توڑ، بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا، اچھا بندہ تھا۔ یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ داؤد اور سلیمان علیہما السلام کی طرح ہمارے بندے ایوب علیہ السلام کے حالات کو بھی یاد کیجیے، جنھیں ہم نے آزمائشوں میں ڈالا تو انھوں نے صبر سے کام لیا اور حرف شکایت اپنی زبان پر نہ لائے اور نہ ان کے دل میں شکوہ کا گزر ہوا۔ آپ کسی بیماری اور شدید تکلیف میں مبتلا ہو گئے اور کئی سال تک اسی حال میں رہے، جب تکلیف بہت زیادہ ہوگئی تو اپنے رب سے دعا کی اور کہا اے میرے رب! مجھے شیطان نے تکلیف اور عذاب الیم میں مبتلا کر دیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور بذریعہ وحی ان سے کہا کہ آپ زمین پر اپنا پاؤں ماریے، تو پانی کا ایک چشمہ نکل پڑے گا، اس پانی سے نہائیے اور اسے پی لیجیے، آپ کی بیماری دور ہو جائے گی۔ انھوں نے ایسا ہی کیا تو ان کی تکلیف بالکل ختم ہوگئی، جیسے کوئی تکلیف تھی ہی نہیں اور اللہ نے ان پر مزید رحم کرتے ہوئے انھیں ان کا کھویا ہوا خاندان، اولاد اور مال و دولت دوبارہ دے دیے، بلکہ ان کا دوگنا دیا۔ ان کی زندگی ارباب عقل و خرد کے لیے سبق آموز ہے کہ مصیبت کے وقت آدمی کو صبر سے کام لینا چاہیے اور انھوں نے اپنی بیوی کی کسی غلطی پر قسم کھائی تھی کہ اسے سو کوڑے ماریں گے۔ جب اچھے ہو گئے تو اللہ نے ان سے کہا کہ سو تنکوں کا ایک مٹھا لے کر اسے ایک بار مار دیجیے، تاکہ آپ کی قسم پوری ہو جائے۔ آخر میں اللہ نے ایوب علیہ السلام کے صبر کی تعریف کی اور کہا کہ وہ اپنے رب کے بڑے ہی اچھے بندے تھے اور ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ : سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’سب سے زیادہ سخت آزمائش انبیائے کرام (علیہم السلام) پر آتی ہے، پھر ان پر جو (ان کے بعد) زیادہ نیک لوگوں ہوں، پھر ان پر جو ان سے کم درجے کے ہوں۔‘‘ [مستدرك حاكم : ۱/ ۴۰، ۴۱، ح : ۱۲۰]

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایوب علیہ السلام بغیر تہ بند کے نہا رہے تھے کہ (آسمان سے) سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں۔ آپ نے جلدی جلدی انھیں اپنے کپڑے میں سمیٹنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے ایوب! کیا میں نے تمھیں غنی اور بے پروا نہیں کر رکھا، اس چیز سے جو تو دیکھ رہا ہے؟ آپ نے جواب دیا، ہاں، اے میرے رب! (بے شک تو نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے، میں ان چیزوں سے غنی اور بے نیاز تو ہوں) لیکن میں تیری رحمت سے ہرگز بے نیاز نہیں ہو سکتا۔“ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ و أيوب إذ نادىٰ ربه ...... الخ ﴾ : ۳۳۹۱]

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَ الْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾

”اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کر، جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔ بے شک ہم نے انھیں ایک خاص صفت کے ساتھ چن لیا، جو اصل گھر کی یاد ہے۔ اور بلاشبہ وہ ہمارے نزدیک یقیناً چنے ہوئے بہترین لوگوں سے تھے۔ اور اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل کو یاد کر اور یہ سب بہترین لوگوں سے ہیں۔ یہ ایک نصیحت ہے اور بلاشبہ متقی لوگوں کے لیے یقیناً اچھا ٹھکانا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگانِ مرسلین اور انبیائے عابدین کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ داؤد، سلیمان اور ایوب کی طرح ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے حالات کو بھی یاد کیجیے جو ہماری اطاعت و بندگی میں بڑی قوت کا مظاہرہ کرتے تھے، دین کی اچھی سمجھ رکھتے تھے اور اسرار شریعت سے خوب وقف تھے۔ چونکہ یہ سب ہر دم فکر آخرت میں لگے رہتے تھے، اس کی کامیابی کے لیے کوشاں رہتے تھے اور لوگوں کو اسی کی دعوت دیتے تھے اور دنیا اور اس کی لذتوں پر دھیان نہیں دیتے تھے، اس لیے ہم نے انھیں اپنی خالص اور حقیقی محبت کے لیے خاص کر لیا تھا اور یہ سب ہمارے نزدیک برگزیدہ اور اصحاب خیر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے ہمارے نبی! آپ اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل کے حالات کو بھی یاد کیجیے، داؤد علیہ السلام سے ذوالکفل تک کے یہ تمام انبیاء بھی اللہ کے برگزیدہ تھے، ان کا ذکر جمیل دنیا میں ان کے لیے باعثِ شرف ہے اور آخرت میں اللہ اپنے تمام اہل تقویٰ بندوں کو بہت ہی عمدہ رہنے کی جگہ دے گا، جن میں یہ انبیاء بدرجہ اولیٰ شامل ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن بتوں کی موجودگی میں بیت اللہ

میں داخل ہونے سے انکار کر دیا، آپ نے ان سب کو نکالنے کا حکم دیا، چنانچہ انھیں باہر نکال دیا گیا۔ ان میں ایک ابراہیم علیہ السلام کی اور ایک اسماعیل علیہ السلام کی تصویر تھی ۔ ان کے ہاتھوں میں فال کے تیر پکڑائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ ان مشرکوں کو ہلاک کرے، اللہ کی قسم! ان مشرکوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے کبھی ان تیروں کے ذریعے سے قسمت معلوم کرنے کے لیے فال نہیں نکالی (اس کے باوجود ان لوگوں نے ان کے ہاتھوں میں فال کے تیر پکڑا دیے ہیں)۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب أین رکز النبی ﷺ الرایة یوم الفتح ؟ : ۴۲۸۸ ـ مسند أحمد : ۳۳۴/۱، ح : ۳۰۹۲]

جَنّٰتِ عَدۡنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الۡاَبۡوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيۡنَ فِيۡهَا يَدۡعُوۡنَ فِيۡهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ وَّ شَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَ عِنۡدَهُمۡ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ اَتۡرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ لِيَوۡمِ الۡحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزۡقُنَا مَا لَهٗ مِنۡ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾

''ہمیشہ رہنے کے باغات، اس حال میں کہ ان کے لیے دروازے پورے کھلے ہوں گے۔ ان میں تکیے لگائے ہوئے ہوں گے، وہ ان میں بہت سے پھل اور مشروب منگوا رہے ہوں گے۔ اور ان کے پاس نگاہ نیچے رکھنے والی ہم عمر عورتیں ہوں گی۔ یہ ہے جس کا حساب کے دن کے لیے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ بلاشبہ یقیناً یہ ہمارا رزق ہے، جس کے لیے کسی صورت ختم ہونا نہیں ہے۔''

اہل تقویٰ سے جس عمدہ رہائش کا وعدہ کیا گیا ہے، وہ ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہوں گی، جن کے دروازے جنتیوں کے انتظار میں ہر دم کھلے رہیں گے، اہل جنت ان جنتوں میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، جب چاہیں گے اپنی خواہش کے مطابق بہت سے پھل اور مشروبات طلب کر لیا کریں گے۔ اہل جنت کو ایسی بیویاں ملیں گی جو اپنے شوہروں کے سوا دوسروں کو نہیں دیکھیں گی اور وہ ان کی ہم عمر ہوں گی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اہل تقویٰ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور وہاں کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ یہی وہ جنت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ یہ نعمت قیامت کے دن حساب کے بعد ملے گی اور یہی وہ روزی ہے جو کبھی ختم نہیں ہو گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَ مَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَ لَنَجۡزِيَنَّ الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡۤا اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴾ [النحل : ۹۶] ''جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور یقیناً ہم ان لوگوں کو جنھوں نے صبر کیا، ضرور ان کا اجر بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا الَّذِيۡنَ سُعِدُوۡا فَفِي الۡجَنَّةِ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الۡاَرۡضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيۡرَ

مَجۡذُوۡذٍ ﴾ [هود : ١٠٨] ''اور رہ گئے وہ جو خوش قسمت بنائے گئے تو وہ جنت میں ہوں گے، ہمیشہ اس میں رہنے والے، جب تک سارے آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جو تیرا رب چاہے۔ ایسا عطیہ جو قطع کیا جانے والا نہیں۔''

جَنّٰتِ عَدۡنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الۡاَبۡوَابُ : یعنی ایسے باغات جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہ جب آئیں گے تو ان کے لیے دروازے کھول دیے جائیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ اُدۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوۡمُ الۡخُلُوۡدِ ﴾ [ق : ٣٤] ''اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہی ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔''

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازے کا نام ریان ہے۔ اس میں سے کوئی داخل نہیں ہوگا سوائے روزہ داروں کے۔'' [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة أبواب الجنة : ٣٢٥٧]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ کے راستہ میں جوڑا خرچ کیا، اسے جنت کے (سب) دروازوں سے پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے۔ جو نمازی ہوا، اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو مجاہد ہوا، اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو صدقہ دینے والوں سے ہوا تو اسے صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو روزے داروں میں سے ہوا تو اسے ''باب الریان'' سے پکارا جائے گا۔'' ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، اگر کوئی ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازے سے بھی بلایا جائے تو کوئی حرج نہیں (بلکہ بڑی بات ہے، تاہم پھر بھی) کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہوگا کہ جسے جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ فرمایا: ''ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تو انھی میں سے ہوگا۔'' [بخاري، كتاب الصوم، باب الريان للصائمين : ١٨٩٧ ـ مسلم، كتاب الزكوة، باب فضل من ضم إلى الصدقة غيرها من أنواع البر : ١٠٢٧]

وَعِنۡدَهُمۡ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ اَتۡرَابٌ : یعنی انھوں نے اپنے شوہروں کے علاوہ دیگر لوگوں سے نگاہیں نیچی رکھی ہوں گی، نیز وہ ہم عمر بھی ہوں گی، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ لِلۡمُتَّقِيۡنَ مَفَازًا ۙ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَ اَعۡنَابًا ۙ﴿۳۲﴾ وَّ كَوَاعِبَ اَتۡرَابًا ۙ﴿۳۳﴾ وَّ كَاۡسًا دِهَاقًا ﴾ [النبا: ٣١ تا ٣٤] ''یقیناً پرہیز گاروں کے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔ باغات اور انگور اور ابھری چھاتیوں والی ہم عمر لڑکیاں۔ اور چھلکتے ہوئے پیالے۔'' اور فرمایا: ﴿ فِيۡهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ ۙ لَمۡ يَطۡمِثۡهُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَهُمۡ وَ لَا جَآنٌّ ۚ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الۡيَاقُوۡتُ وَ الۡمَرۡجَانُ ﴾ [الرحمٰن : ٥٦ تا ٥٨] ''ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں، جنھیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن نے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ گویا وہ (عورتیں) یاقوت اور مرجان ہیں۔''

هٰذَا ؕ وَ اِنَّ لِلطّٰغِيۡنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿ۙ۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصۡلَوۡنَهَا ۚ فَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلۡيَذُوۡقُوۡهُ حَمِيۡمٌ

وَّ غَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَّ اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾

’’یہ ہے (جزا) اور بلاشبہ سرکشوں کے لیے یقیناً بدترین ٹھکانا ہے۔ جہنم، وہ اس میں داخل ہوں گے، سو وہ برا بچھونا ہے۔ یہ ہے (سزا) سو وہ اسے چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ۔ اور دوسری اس کی ہم شکل کئی قسمیں۔‘‘

یعنی جو لوگ اللہ کے سرکش اور باغی بندے ہوں گے ان کا ٹھکانا بڑا ہی برا ہوگا، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جس میں وہ لامحالہ داخل ہوں گے اور وہ ہر چہار جانب سے انھیں گھیر لے گی، انھیں پینے کے لیے انتہائی گرم پانی اور جہنمیوں کے جسموں کا لہو اور پیپ دی جائے گی اور کہا جائے گا کہ اب اللہ کے سرکش اور باغی بندے ان کا اور انھی جیسے نوع بہ نوع عذابوں، ذلتوں اور رسوائیوں کا مزہ چکھتے رہیں جو ان کے لیے تیار کی گئی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَاۤ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴾ [النبا: ۲۱ تا ۲٦] ’’یقیناً جہنم ہمیشہ سے ایک گھات کی جگہ ہے۔ سرکشوں کے لیے ٹھکانا ہے۔ وہ مدتوں اسی میں رہنے والے ہیں۔ نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ پورا پورا بدلہ دینے کے لیے۔‘‘

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾

’’یہ ایک گروہ ہے جو تمھارے ساتھ گھستا چلا آنے والا ہے، انھیں کوئی خوش آمدید نہیں، یقیناً یہ آگ میں داخل ہونے والے ہیں۔ وہ کہیں گے بلکہ تم ہو، تمھارے لیے کوئی خوش آمدید نہیں، تم ہی اسے ہمارے آگے لائے ہو۔ سو یہ برا ٹھکانا ہے۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! جو اس کو ہمارے آگے لایا ہے پس تو اسے آگ میں دگنا عذاب زیادہ کر۔‘‘

یہ اہل دوزخ کے دوزخ میں داخل ہونے کے وقت کا ایک مکالمہ پیش کیا گیا ہے، پہلا گروہ تو بڑے لوگوں یعنی سرداروں اور پیشواؤں کا ہوگا، انھیں فرشتے جہنم کے کنارے لا کھڑا کریں گے، پھر ان کے بعد ان کے پیروکاروں کی عظیم جماعت کو لایا جائے گا، سردار حضرات اس عظیم جماعت کو دیکھتے ہی کہنے لگیں گے، یہ ایک اور جماعت جہنم میں داخل ہونے کے لیے آگے بڑھتی چلی آ رہی ہے، ان پر اللہ کی مار اور پھٹکار، یہ کہاں سے آ گئے؟ جب پچھلی جماعت پہلوں کی یہ بات سنے گی تو وہ کہیں گے کہ اللہ کی مار اور پھٹکار تمھی پر ہو، تمھی تو ہمارے پیشوا تھے اور ہمیں یہاں جہنم میں لانے کا سبب بنے ہو اور اب تمھی ہم پر لعنت اور پھٹکار کہہ رہے ہو، پھر یہ پیروی کرنے والا گروہ اپنے پیشواؤں سے توجہ ہٹا کر اپنے پروردگار سے درخواست کرے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہماری گمراہی کا اور ہمیں یہاں جہنم میں لانے کا باعث بنے ہیں، لہٰذا اے پروردگار! انھیں ہم سے دوگنا عذاب دے۔ اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے اور مقامات پر بھی بیان کیا ہے، جیسا کہ

ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ١ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا١ؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا١ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ١ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ۰۰ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ﴾ [الأعراف : ۳۸، ۳۹] ”فرمائے گا ان جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی اپنے ساتھ والی کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آ ملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا۰۰ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا﴾ [الأحزاب : ٦٧، ٦٨] ”اور کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انھوں نے ہمیں اصل راہ سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے رب! انھیں دوگنا عذاب دے اور ان پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت۔“ اور فرمایا: ﴿ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ۰۰ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا١ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ١ؕ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾ [البقرۃ : ١٦٦، ١٦٧] ”جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی، ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنھوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل منقطع ہو جائیں گے۔ اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے کاش! ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہو تو ہم ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں، جیسے یہ ہم سے بالکل بے تعلق ہوگئے۔ اس طرح اللہ انھیں ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ کسی صورت آگ سے نکلنے والے نہیں۔“

وَ قَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ۰۰ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ۰۰ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ۰۰

”اور وہ کہیں گے ہمیں کیا ہے کہ ہم ان آدمیوں کو نہیں دیکھ رہے جنھیں ہم بدترین لوگوں میں شمار کرتے تھے۔ کیا ہم نے انھیں مذاق بنائے رکھا، یا ہماری آنکھیں ان سے پھر گئی ہیں۔ بلاشبہ یہ آگ والوں کا آپس میں جھگڑنا یقیناً حق ہے۔“

رؤسائے کفر جہنم میں ادھر ادھر دیکھیں گے تو بلال، عمار اور صہیب جیسے کمزور اور فقیر مسلمانوں کو نہیں پائیں گے،

جنھیں دنیا میں حقیر سمجھ کر ان کا مذاق اڑاتے تھے تو اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہیں گے کہ وہ لوگ یہاں کیوں نظر نہیں آ رہے، جنھیں ہم ''برے لوگ'' کہا کرتے تھے اور جن کا ہم مذاق اڑایا کرتے تھے، یا جن پر حقارت کی وجہ سے ہماری نظریں نہیں ٹھہرتی تھیں؟ تو اس وقت انھیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ تو جنت کے بلند و بالا اور ارفع واعلیٰ درجات میں جلوہ افروز ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٤٤] ''اور جنت والے آگ والوں کو آواز دیں گے کہ ہم نے تو واقعی وہ وعدہ سچا پا لیا ہے جو ہم سے ہمارے رب نے کیا تھا، تو کیا تم نے وہ وعدہ سچا پا لیا جو تمھارے رب نے تم سے کیا تھا؟ وہ کہیں گے ہاں! پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بات بالکل سچ ہے کہ اہل جہنم آپس میں جھگڑیں گے، ایک دوسرے کو الزام دیں گے، سردار اور ان کے پیروکار ایک دوسرے کا برا چاہیں گے۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنْذِرٌ ۖۗ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾

''کہہ دے میں تو صرف ایک ڈرانے والا ہوں اور کوئی معبود نہیں مگر اللہ، جو ایک ہے، بڑے دبدبے والا ہے۔ جو آسمانوں کا اور زمین کا رب ہے اور ان چیزوں کا جو ان دونوں کے درمیان ہیں، سب پر غالب، بہت بخشنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ مشرکین مکہ سے ایک ایسی بات کہیں جس میں ان کے لیے ان کے کفر و شرک پر دھمکی کے ساتھ توحید فی العبادۃ کی دعوت بھی ہو۔ چنانچہ فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کفارِ مکہ سے کہہ دیجیے کہ میں اللہ کے عذاب سے ہر اس شخص کو ڈرانے والا ہوں جو کفر کی راہ اختیار کرے گا، اللہ کے بجائے شیطان کی راہ پر چلے گا اور ان سے آپ یہ بھی کہہ دیجیے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، جو اپنی ذات وصفات اور ربوبیت وعبادت میں تنہا اور لاشریک ہے اور اپنی تمام مخلوقات پر قادر و غالب ہے، آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا مالک ہے، ان میں بلا شرکتِ غیرے تصرف کرنے والا ہے، وہ جب نافرمانوں کو سزا دیتا ہے تو کوئی اسے مغلوب نہیں کر سکتا۔ وہ ہر اس شخص کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے جو صدقِ دل سے اس کے حضور توبہ کرتا ہے۔

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾

''کہہ دے وہ ایک بہت بڑی خبر ہے۔ جس سے تم منہ پھیرنے والے ہو۔''

یعنی اے رسول! کہہ دیجیے وہ یعنی قیامت کی خبر ایک بہت بڑی خبر ہے، پھر بھی تم اس سے منہ موڑ رہے ہو، جتنی ہولناک یہ خبر ہے، اتنی ہی بے پروائی سے تم اس سے روگردانی کر رہے ہو، جتنی توجہ کی مستحق یہ خبر ہے اتنی ہی غفلت تم اس سے برت رہے ہو۔

قیامت کی خبر یقیناً بڑی ہولناک خبر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ ۝ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ۝ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۝ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴾ [النبا: ۱ تا ۵] ”کس چیز کے بارے میں وہ آپس میں سوال کر رہے ہیں؟ (کیا) اس بڑی خبر کے بارے میں؟ وہ کہ جس میں وہ اختلاف کرنے والے ہیں۔ ہرگز نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے۔ پھر ہرگز نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ﴾ [إبراهيم: ۴۲، ۴۳] ”اور تو اللہ کو ہرگز اس سے غافل گمان نہ کر جو ظالم لوگ کر رہے ہیں، وہ تو انھیں صرف اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی رہ جائیں گی۔ اس حال میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے، ان کی نگاہ ان کی طرف نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ﴾ [الحج: ۱، ۲] ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔“

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کے لیے آنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دیر لگا دی، یہاں تک کہ سورج طلوع ہونے کا وقت قریب آ گیا۔ پھر آپ بہت جلدی کرتے ہوئے آئے، تو نماز کے لیے اقامت کہی گئی اور آپ نے مختصر سی نماز پڑھائی۔ سلام پھیرنے کے بعد ہم سے فرمایا: ”ذرا دیر ٹھہرے رہو۔“ بعد ازاں ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”میں تمھیں اپنے دیر سے آنے کی وجہ بتاتا ہوں، رات کو میں تہجد کی نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے اونگھ آنے لگی، یہاں تک کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں اپنے رب عزوجل کے پاس ہوں، میں نے اپنے رب کو بہترین اور عمدہ ترین صورت میں دیکھا، مجھ سے اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا، اے محمد! جانتے ہو عالم بالا کے فرشتے اس وقت کس امر میں گفتگو اور سوال و جواب کر رہے ہیں؟ میں نے کہا، میرے رب! مجھے کیا خبر؟ اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا، اے محمد! عالم بالا کے فرشتے اس وقت کس معاملہ میں بحث و مباحثہ کر رہے ہیں؟ میں نے کہا، اے میرے رب! میں نہیں

جانتا۔ تو میں نے دیکھا کہ میرے دونوں کندھوں کے درمیان اللہ عزوجل نے اپنا ہاتھ رکھا، یہاں تک کہ مجھے اپنے سینے میں انگلیوں کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اور مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں جان گیا، تو اب پھر اللہ تعالیٰ نے پوچھا، اے محمد! عالم بالا کے فرشتوں میں کیا بات چیت ہو رہی ہے؟ میں نے کہا، گناہوں کے کفارے کے بارے میں۔ اللہ نے فرمایا، کفارے کیا کیا ہیں؟ میں نے کہا، جمعہ (و جماعت) کے لیے چل کر جانا، نماز کے بعد مسجدوں میں بیٹھے رہنا اور دل کے نہ چاہنے پر بھی کامل وضو کرنا۔ پھر مجھ سے میرے اللہ نے پوچھا، درجے کیا ہیں؟ میں نے کہا، کھانا کھلانا، نرم گفتگو کرنا اور رات کو جب لوگ سوئے پڑے ہوں، نماز پڑھنا۔ اب مجھ سے میرے رب نے فرمایا، مانگ کیا مانگتا ہے؟ میں نے کہا، اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں نیکیوں کا کرنا، برائیوں کا چھوڑنا، مسکینوں سے محبت رکھنا اور یہ کہ تو مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور یہ کہ جب تیرا ارادہ کسی قوم کی فتنے کے ساتھ آزمائش کا ہو تو اس فتنے میں مبتلا ہونے سے پہلے موت، تیری محبت اور تجھ سے محبت رکھنے والوں سے محبت اور ان کاموں کی چاہت جو تیری محبت سے قریب کرنے والے ہوں۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ سراسر حق ہے، اسے پڑھو پڑھاؤ اور سیکھو سکھاؤ۔'' [مسند أحمد : ۵/۲۴۳، ح : ۲۲۱۷۰۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ صٓ : ۳۲۳۵]

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰۤى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ يُّوْحٰۤى اِلَيَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾

''مجھے سب سے اونچی مجلس کے متعلق کبھی کچھ علم نہیں، جب وہ آپس میں جھگڑتے ہیں۔ میری طرف اس کے سوا وحی نہیں کی جاتی کہ میں تو صرف کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔''

یعنی اے رسول! آپ یہ بھی کہہ دیجیے کہ عالم بالا کے لوگ یعنی فرشتے جب کسی معاملے میں بحث کرتے ہیں تو مجھے ان کے بحث کرنے کی کوئی خبر نہیں ہوتی، میں الٰہ نہیں ہوں کہ مجھے علم غیب ہو، الٰہ تو بس اللہ تعالیٰ ہے اور وہی عالم الغیب ہے، وہی بتاتا ہے تو مجھے معلوم ہوتا ہے، وہ نہ بتائے تو مجھے علم نہیں ہوتا۔ آگے فرمایا، اے رسول! کہہ دیجیے کہ نہ میں الٰہ ہوں، نہ میں عالم الغیب ہوں کہ عالم بالا کی باتیں سن لوں، یا مجھے ان کا علم ہو جائے، مجھے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وحی کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے اور سنو! میرے پاس تو بس یہ وحی آتی ہے کہ میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں، یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے پیغامات بندوں تک پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ میں تو بس اس کے پیغامات پہنچاتا ہوں، لہٰذا اے لوگو! اللہ کے پیغامات پر ایمان لاؤ اور ان پر عمل کرو۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ١ؕ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۭ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ ۡ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾

"جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ بے شک میں تھوڑی سی مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔ تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح سے پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے گر جاؤ۔ پس تمام فرشتوں، سب کے سب نے سجدہ کیا۔ سوائے ابلیس کے، اس نے تکبر کیا اور کافروں سے ہو گیا۔ فرمایا اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لیے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا؟ کیا تو بڑا بن گیا، یا تھا ہی اونچے لوگوں میں سے؟ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا۔ فرمایا پھر اس سے نکل جا، کیونکہ بلاشبہ تو مردود ہے۔ اور بے شک تجھ پر جزا کے دن تک میری لعنت ہے۔ اس نے کہا اے میرے رب! پھر مجھے اس دن تک کے لیے مہلت دے جس میں یہ اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا پس بے شک تو ان لوگوں سے ہے جنھیں مہلت دی گئی۔ مقرر وقت کے دن تک۔ کہا تو قسم ہے تیری عزت کی! کہ میں ضرور بالضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر ان میں سے تیرے وہ بندے جو چنے ہوئے ہیں۔ فرمایا پھر حق یہ ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں۔ کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھر دوں گا، جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم سے پہلے فرشتوں کو بتایا کہ وہ مٹی سے ایک آدمی بنائے گا اور بنا لینے کے بعد انھیں حکم دیا کہ وہ آدم کی تکریم کے لیے اسے سجدہ کریں، تو ابلیس کے علاوہ تمام فرشتوں نے اللہ کے حکم کی بجا آوری میں آدم کو سجدہ کیا۔ ابلیس جنوں میں سے تھا، اس کی فطرت میں کبر و غرور تھا، اس نے سجدہ کرنے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ میں اس سے بہتر ہوں، میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور آدم مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ مٹی سے بہتر ہے۔ ابلیس کی یہ سوچ غلط تھی اور اس کا قیاس قیاسِ فاسد تھا، چنانچہ وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کر بیٹھا اور کفر کا مرتکب ہوا۔ اس لیے اللہ نے اسے اپنی جناب سے دور کر دیا، اسے رسوا کیا اور ہمیشہ کے لیے اپنی رحمت سے محروم کر دیا اور ذلیل و خوار بنا کر زمین پر بھیج دیا۔ ابلیس نے جب دیکھا کہ وہ ہمیشہ کے لیے راندۂ درگاہ ہو گیا ہے، تو آدم کے خلاف اس کے حقد و حسد کی آگ اور بھڑک اٹھی، اس نے اللہ سے قیامت کے دن تک زندہ رہنے کی مہلت مانگی، تاکہ آدم اور اس کی ذریت کو خوب گمراہ

کرے، اللہ نے اسے مہلت دے دی تو اس نے اللہ کی عزت کی قسم کھا کر ازراہِ غرور و سرکشی کہا کہ میں تیرے مخلص بندوں کے سوا سب کو گمراہ کروں گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ٦٢] ”اس نے کہا کیا تو نے دیکھا، یہ شخص جسے تو نے مجھ پر عزت بخشی، یقیناً اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں بہت تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی اولاد کو ہر صورت جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔“

اور جن تھوڑے لوگوں کو یہاں مستثنیٰ کیا گیا ہے ان کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ٦٥] ”بے شک میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں اور تیرا رب کافی کارساز ہے۔“

جب ابلیس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ اے اللہ! میں تیرے مخلص بندوں کے سوا سب کو گمراہ کروں گا تو اللہ نے بھی اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا کہ میں بھی جہنم کو تجھ سے اور ان تمام لوگوں سے بھر دوں گا جو تیری پیروی کریں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴾ [بني إسرائيل : ٦٣] ”فرمایا جا، پھر ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا تو بے شک جہنم تمھاری جزا ہے، پوری جزا۔“ اور فرمایا: ﴿ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٨] ”فرمایا اس سے نکل جا، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا، بے شک ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا میں ضرور ہی جہنم کو تم سب سے بھروں گا۔“

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ: سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام زمین سے جمع شدہ مٹھی بھر خاک سے پیدا فرمایا۔ اسی لیے آدم علیہ السلام کی اولاد بھی مٹی کی طرح مختلف ہے، (رنگت کے اعتبار سے) کوئی ان میں سے سرخ، کوئی سفید، کوئی سیاہ اور کوئی درمیانی رنگت والا، (طبیعت کے اعتبار سے) کوئی نرم خو، کوئی سخت مزاج اور کوئی درمیانی طبیعت والا اور (عمل کے اعتبار سے) کوئی انتہائی خبیث، کوئی بہت اچھا اور کوئی درمیانے عمل والا۔“ [مسند أحمد : ٤٠٦/٤، ح : ١٩٦٦٣]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو جب تک چاہا، انھیں (بلا روح جسم کی حالت میں) پڑا رہنے دیا۔ ابلیس آپ کے ارد گرد چکر لگاتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ جسم کھوکھلا ہے تو اسے معلوم ہو گیا کہ یہ ایسی مخلوق ہے جو اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے گی۔“ [مسند أحمد : ١٥٢/٣، ح : ١٢٥٤٧۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب خلق الإنسان خلقا لا يتمالك : ٢٦١١]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔ جب پیدا کر چکے (اور روح پھونک دی) تو فرمایا، جا کر ان فرشتوں کی جماعت کو سلام کہیے اور سنیے کہ وہ تجھے کیا

جواب دیتے ہیں تو تیرا اور تیری اولاد کا یہی سلام (کا طریقہ) ہوگا۔ آدم علیہ السلام نے کہا: " اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ " فرشتوں نے کہا: " اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ " یعنی انھوں نے جواب میں " وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ " کا اضافہ کیا۔ تو جنت میں جو بھی داخل ہوگا، وہ آدم علیہ السلام کی صورت پر (یعنی ساٹھ ہاتھ قد کا) ہوگا۔ اس کے بعد اب تک مخلوق (کے قد کاٹھ) میں کمی ہوتی آئی ہے۔" [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم و ذریته : ۳۳۲٦۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب یدخل الجنة أقوام أفئدتهم مثل أفئدة الطیر : ۲۸٤۱]

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ۝۸۶ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ۝۸۷

" کہہ دے میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں۔ نہیں ہے یہ مگر ایک نصیحت تمام جہانوں کے لیے۔"

یعنی میں بالکل بے لوث ہو کر تمھیں اللہ کا پیغام پہنچا رہا ہوں، اس کا نہ تم سے کوئی صلہ مانگتا ہوں اور نہ اس سے میری کوئی ذاتی غرض وابستہ ہے اور نہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنی بڑائی قائم کرنے کے لیے جھوٹے دعوے لے کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس بات پر شہادت میری سابقہ زندگی ہے، جسے تم خوب جانتے ہو۔

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴾ [الفرقان : ۵۷] " کہہ دے میں تم سے اس پر کسی مزدوری کا سوال نہیں کرتا مگر جو چاہے کہ اپنے رب کی طرف کوئی راستہ اختیار کرے۔" اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ [سبا : ٤۷] " کہہ میں نے تم سے جو بھی اجرت مانگی ہے تو وہ تمھاری ہوئی، میری اجرت تو اللہ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔"

وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ انھوں نے فرمایا، ہمیں تکلف اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ [بخاری، کتاب الاعتصام، باب ما یکره من کثرة السؤال و من تکلف ما لا یعنیه ...... الخ : ۷۲۹۳]

مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، تو آپ نے فرمایا، اے لوگو! جسے کسی بات کا علم ہو تو وہ اسے بیان کرے اور جسے کسی چیز کا علم نہ ہو تو وہ کہہ دے کہ (اسے) اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اس لیے کہ جس چیز کی بابت علم نہ ہو، اس کے متعلق یہ کہنا ہی علم ہے کہ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے فرمایا: ﴿ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴾ " کہہ دے میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی : ﴿ وما أنا من المتکلفین ﴾ : ٤۸۰۹]

وَلَتَعۡلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعۡدَ حِیۡنٍ ﴿۸۸﴾

''اور یقیناً تم اس کی خبر کچھ وقت کے بعد ضرور جان لو گے۔''

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک قسم کی تسلی ہے کہ آپ گھبرائیں نہیں، اگر یہ ایمان نہیں لائے تو عنقریب اسلام سر بلند ہو کے رہے گا اور اس کی دعوت کے مخالفوں کو مغلوب اور ذلیل و خوار ہونا پڑے گا، کافروں میں سے جو زندہ رہیں گے وہ تو اپنی آنکھوں سے یہ انجام دیکھ لیں گے اور جو مر گئے انھیں موت کے دروازے سے گزرتے ہی اس حقیقت کا پتا چل جائے گا کہ قرآن نے جو خبر دی تھی وہ ٹھوس حقیقت پر مبنی تھی۔

سورة الزمر مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ②

"اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ بلاشبہ ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، پس اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ تو دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والا ہو۔"

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو خبر دی گئی ہے کہ یہ قرآن کریم اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے جو ہر چیز پر غالب اور اپنے تمام امور میں صاحب حکمت ہے۔ اس کے منزل من اللہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ یہ وہ کتاب برحق ہے جس میں توحید ونبوت، آخرت اور دیگر تمام اوامر ونواہی بیان کر دیے گئے ہیں۔ اس لیے اے میرے نبی! آپ صرف اللہ کی عبادت کیجیے جس کا کوئی شریک نہیں اور انسانوں کو بھی اس بات کی دعوت دیجیے اور انھیں بتا دیجیے کہ رب العالمین کا کوئی مدمقابل نہیں ہے، اس لیے اس کے سوا کسی اور کی عبادت جرمِ عظیم ہے۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③

"خبردار! خالص دین صرف اللہ ہی کا حق ہے اور وہ لوگ جنھوں نے اس کے سوا اور حمایتی بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں)

ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔ یقیناً اللہ ان کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو، بہت ناشکرا ہو۔"

یعنی اے لوگو! خبردار ہو جاؤ، اللہ ہی کے لیے ہے ایسا دین جس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہو، نہ اس میں کسی کی رائے ہو اور نہ کسی کا فتویٰ، دین میں جو کچھ ہو بس اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ؀ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ۱٤٥، ۱٤٦] "بے شک منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور اللہ کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین اللہ کے لیے خالص کر لیا تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ مومنوں کو جلد ہی بہت بڑا اجر دے گا۔" اور فرمایا: ﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [الأنفال : ۳۹] "اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو بے شک اللہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اسے خوب دیکھنے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۸۵] "اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہوگا۔"

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھ سے پہلے جو بھی نبی آیا اس پر یہ حق تھا کہ خیر کی جتنی باتیں اسے معلوم ہوں وہ اپنی امت کو بتا دے اور شر کی جتنی باتیں اسے معلوم ہوں ان سے اپنی امت کو ڈرائے۔" [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ الأول فالأول : ۱۸٤٤]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمام کاموں میں سب سے برے کام (دین میں) نئے کام ہیں اور ہر نیا کام گمراہی ہے۔" [مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ : ۸٦۷]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات نکالی جو اس میں نہیں تھی تو اس نئی بات کو رد کر دیا جائے گا۔" [بخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود : ۲٦۹۷۔ مسلم، کتاب الأقضیۃ، باب نقض الأحکام الباطلۃ ورد محدثات الأمور : ۱۷۱۸]

یعنی جو لوگ اس کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں، وہ ان معبودوں کی عبادت کرتے ہیں اور اپنی ضلالت و گمراہی کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں، تاکہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں اور ہماری

حاجت برآری کے لیے اس کے نزدیک ہمارے سفارشی بنیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اور مومنوں کے درمیان فیصلہ کر دے گا اور ہر ایک کو ان کے عمل کا بدلہ دے گا۔ مومنوں کو انعام و اکرام سے نوازے گا اور کافروں اور مشرکوں کو جہنم میں ڈال دے گا۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص یہ جھوٹا دعویٰ کرتا ہے، اللہ ایسے جھوٹے کافر کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا ہے۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④

”اگر اللہ چاہتا کہ (کسی کو) اولاد بنائے تو ان میں سے جنھیں وہ پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ضرور چن لیتا، وہ پاک ہے۔ وہ تو اللہ ہے، جو اکیلا ہے، بہت غلبے والا ہے۔“

اس آیت میں شرک باللہ کی مزید نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ سے اولاد کی نفی کی ہے کہ اس کی کوئی اولاد نہیں، نہ فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں اور نہ عزیر و عیسیٰ اس کے بیٹے ہیں۔ اگر بفرض محال اللہ کسی کو اپنی اولاد بنانا چاہتا تو وہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا اختیار کرتا، نہ کہ معاملہ جاہل مشرکوں اور گمراہ یہود و نصاریٰ کی مرضی پر چھوڑ دیتا کہ انھوں نے اپنی مرضی سے فرشتوں اور عزیر و عیسیٰ کو اللہ کی اولاد بنا دیا ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو اس کی اولاد قرار دینا محال اس لیے ہے کہ خالق و مخلوق میں کوئی مجانست نہیں پائی جاتی ہے، اس لیے اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ مخلوق اس کا بندہ ہو، اولاد نہیں۔ اس لیے آیت کے آخر میں فرمایا کہ باری تعالیٰ کی ذات ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور وہ تنہا اللہ ہے، جس کے قہر و جبروت کے سامنے تمام مخلوقات کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ⑩ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [البقرة : ١١٦، ١١٧] ”اور انھوں نے کہا اللہ نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے، وہ پاک ہے، بلکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے بس یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑩ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴾ [الأنعام : ١٠١، ١٠٢] ”وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہو گی، جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ یہی اللہ تمھارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ سو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔“

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤

’’اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو تابع کر رکھا ہے، ہر ایک ایک مقرر وقت کے لیے چل رہا ہے۔ سن لو! وہی سب پر غالب، نہایت بخشنے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے، وہی رات اور دن کو تبدیل کرتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور ذرا بھی نہیں تھکتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا﴾ [الأعراف : ٥٤] ’’رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے۔‘‘

اور اس نے آفتاب و مہتاب کو بھی ایک مخصوص نظام کا پابند بنا رکھا ہے، دونوں اپنے اپنے مدار میں قیامت تک چلتے رہیں گے اور اللہ کی مخلوقات ان کے فوائد سے مستفید ہوتی رہیں گی۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے میں بڑا زبردست ہے اور اپنی طرف رجوع کرنے والے بندوں کو معاف کرنے والا ہے۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥

’’اس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا اور تمھارے لیے چوپاؤں میں سے آٹھ قسمیں (نر و مادہ) اتاریں۔ وہ تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں، تین اندھیروں میں، ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش میں پیدا کرتا ہے۔ یہی اللہ تمھارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کس طرح پھیرے جاتے ہو۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کی دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے تمام بنی نوع انسان کو صرف ایک آدم سے پیدا کیا ہے اور اس کی بیوی حوا کو اس کی بائیں پسلی سے پیدا کیا ہے اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ کو پیدا کیا اور ہر ایک کی مذکر و مؤنث دو قسمیں بنائیں اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ انسانوں کو ان کی ماؤں کے بطن میں مختلف مراحل سے گزارتا ہے، پہلے رحم مادر میں نطفہ قرار پاتا ہے، پھر منجمد خون کی شکل اختیار کرتا ہے، پھر گوشت کے لوتھڑے کی مانند ہو جاتا ہے، پھر انسان کی شکل و صورت اختیار کرتا ہے اور اس میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ اس کی پرورش تین تاریکیوں کے نیچے ہوتی ہے، پیٹ کی تاریکی، رحم کی تاریکی اور اس جھلی کی تاریکی جو اس مخلوق پر چڑھی رہتی

ہے۔ وہ ذات برحق جس نے آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو اور تمھیں پیدا کیا ہے، وہی اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا رب ہے، وہی مالک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور جب بات ایسی ہے تو پھر لوگ اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا : یعنی حوا علیہا السلام کو پیدا کر کے جوڑا بنایا، ارشاد فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ﴾ [النساء : ۱] ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔“

وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۴۳، ۱۴۴] ”آٹھ قسمیں، بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو۔ کہہ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ مجھے کسی علم کے ساتھ بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔ اور اونٹوں میں سے دو اور گائیوں میں سے دو، کہہ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ یا تم اس وقت حاضر تھے جب اللہ نے تمھیں اس کی وصیت کی تھی؟ پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، تاکہ لوگوں کو کسی علم کے بغیر گمراہ کرے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۲ تا ۱۴] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو حقیر مٹی کے ایک خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ایک قطرہ بنا کر ایک محفوظ ٹھکانے میں رکھا۔ پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو کچھ گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔“

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷

”اگر تم ناشکری کرو تو یقیناً اللہ تم سے بہت بے پروا ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمھارے لیے پسند کرے گا اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی، پھر تمھارا لوٹنا تمھارے رب ہی کی طرف ہے تو وہ تمھیں بتلائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ یقیناً وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے سوا تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: ﴿ اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ [إبراهيم : ۸] ”اگر تم اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں، سب کے سب کفر کرو تو بے شک اللہ یقیناً بڑا بے پروا، بے حد تعریف والا ہے۔“

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے اور بعد والے، انسان اور جن سب کے سب اس آدمی کی طرح ہو جائیں جو تم میں سے بدترین شخص ہے، تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔“ [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۷]

لیکن اللہ تعالیٰ اپنی غایت رحمت کی وجہ سے اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا، جو ان کی شقاوت و بدبختی کا سبب ہوتا ہے، وہ تو ان کے لیے یہ پسند کرتا ہے کہ قول و عمل کے ذریعے سے وہ اس کا شکر ادا کرتے رہیں، تاکہ وہ انھیں اس کا اچھا بدلہ دے اور جنت ان کا مقام بنے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، ہر شخص صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہوگا اور اسی کا اسے بدلہ دیا جائے گا اور مرنے کے بعد ہر شخص کو بہر حال اللہ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے جو اسے ان تمام اعمال کی خبر دے گا جو وہ دنیا میں کرتا رہا تھا۔ اس سے کوئی بات مخفی نہیں ہے۔ وہ تو دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ آیت کے اس جزو میں بہت بڑی دھمکی ہے کہ دنیا میں اگر کسی کا کردار اچھا نہیں ہے تو اسے اس کی سزا بھگتنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝۸

”اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے، اس حال میں کہ اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس (مصیبت) کو بھول جاتا ہے، جس کی جانب

وہ اس سے پہلے پکارا کرتا تھا اور اللہ کے لیے کئی شریک بنا لیتا ہے، تا کہ اس کے راستے سے گمراہ کر دے۔ کہہ دے اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے، یقیناً تو آگ والوں میں سے ہے۔“

مشرک انسان کی فطرت یہ ہے کہ جب مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ کے سامنے گڑ گڑاتا ہے، صرف اسی سے لو لگاتا ہے اور تمام شرکاء کو بھول جاتا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے تو وہ اس تکلیف کو بھول جاتا ہے، گویا اسے کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہی نہیں تھی اور جب وہ تکلیف کو بھول جاتا ہے تو ظاہر ہے پھر یہ کیسے خیال باقی رہ سکتا ہے کہ اس تکلیف کو دور کرنے والا صرف اللہ ہے۔ مصیبت کے وقت وہ جس توحید پر قائم تھا، مصیبت کے دور ہو جانے کے بعد اس توحید پر قائم نہیں رہتا، بلکہ اللہ کے ساتھ شریک بنانے لگتا ہے اور پوری طرح شرک میں گرفتار ہو جاتا ہے، اپنے قول سے دوسروں کو شرک کی طرف مائل کر کے انھیں اللہ تعالیٰ کے راستہ سے بھٹکا دیتا ہے اور انھیں بھی اس شرک میں مبتلا کر دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [يونس : ١٢] ”اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر، یا بیٹھا ہوا، یا کھڑا ہوا ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو چل دیتا ہے جیسے اس نے ہمیں کسی تکلیف کی طرف، جو اسے پہنچی ہو، پکارا ہی نہیں۔ اسی طرح حد سے بڑھنے والوں کے لیے مزین بنا دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے۔“

قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ : اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ایسے لوگوں سے کہا کہ تم اس دنیاوی زندگی سے کچھ دنوں کے لیے لطف اٹھا لو، مرنے کے بعد تمھارا ٹھکانا جہنم ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الروم : ٣٣، ٣٤] ”اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے وہ اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتے ہیں، پھر جب وہ انھیں اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتا ہے تو اچانک ان میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔ تا کہ جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے اس کی ناشکری کریں، سو فائدہ اٹھا لو کہ جلد ہی جان لو گے۔“

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىِٕمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹

”(کیا یہ بہتر ہے) یا وہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے عبادت کرنے والا ہے،

آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے؟ کہہ دے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے؟ نصیحت تو بس عقلوں والے ہی قبول کرتے ہیں۔"

مشرکین کی صفات بیان کرنے کے بعد اب مومنین کی صفات بیان کی گئی ہیں، کہا گیا ہے کہ وہ کافر بہتر ہے جو مصیبت ٹل جانے کے بعد غیر اللہ کو پکارنے لگتا ہے، یا وہ مومن جو خوشی اور غمی دونوں حالتوں میں راتوں کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے، قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے، عذاب آخرت کو یاد کر کے سجدے میں اپنے رب کے سامنے گریہ وزاری کرتا ہے اور حصول جنت کی دعا کرتا ہے؟ یقیناً وہ مومن بہتر ہے جو ہر حال میں اپنے رب کو یاد کرتا رہتا ہے، خوشی ملتی ہے تو اس کا شکر ادا کرتا ہے اور غم ملتا ہے تو اسی سے نجات پانے کے لیے دعا کرتا ہے۔

آیت کے آخر میں نبی کریم ﷺ کی زبانی کہا گیا ہے کہ علم وجہل اور عالم و جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ اللہ کی توحید اور اس کے اوامر ونواہی کا علم حاصل کرتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں، وہ یقیناً ان نادانوں سے بہتر ہیں جو شرک وضلالت کی وادیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں اور اس ربانی تعلیم سے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں جو عقل سلیم سے کام لیتے ہیں۔

يَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک نوجوان شخص کے پاس اس کے انتقال کے وقت گئے اور پوچھا: "تو اپنے آپ کو کس حالت میں پاتا ہے؟" اس نے کہا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! یقیناً مجھے اللہ سے (خیر کی) امید ہے اور مجھے اپنے گناہوں کا خوف بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کے دل میں ایسے وقت میں یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کی امید پوری کرتا ہے اور اس کے خوف سے اسے نجات عطا فرما دیتا ہے۔" [ترمذی، کتاب الجنائز، باب الرجاء باللّٰه والخوف بالذنب عند الموت : ۹۸۳۔ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له : ۴۲۶۱]

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ [فاطر : ۲۸] "اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف جاننے والے ہی ڈرتے ہیں۔"

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دو قسم کے آدمیوں پر رشک کیا جا سکتا ہے، ایک تو اس پر جسے اللہ نے دولت سے نوازا اور پھر اسے (یہ دولت) نیک کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی، دوسرے اس شخص پر جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت دی اور وہ اس کے ذریعے سے فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔" [بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم : ۷۳۔ مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب فضل من یقوم ...... الخ : ۸۱۶]

سیدنا ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں کی امامت وہ کرائے جو ان میں سے قرآن کو زیادہ جانتا ہو، اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو پھر مستحقِ امامت وہ ہے جو سنت کا علم سب سے زیادہ رکھنے

والا ہو، اگر سنت کے علم میں بھی سب برابر ہوں تو پھر وہ جس نے ہجرت سب سے پہلے کی ہو اور اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرائے جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔“ [مسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة ؟ : ٦٧٣]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے وقت ہمارے کندھوں کو چھوتے اور فرماتے: ”برابر ہو جاؤ اور اختلاف نہ کرو، اس طرح تمھارے دل (آپس میں) مختلف ہو جائیں گے۔ میرے قریب تم میں سے وہ لوگ (کھڑے) ہوں جو سمجھ دار اور عقل مند ہوں، پھر وہ جو (عقل و فہم میں) ان سے قریب ہوں، پھر وہ جو ان سے قریب ہوں۔“ [مسلم، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف و إقامتها...... الخ : ٤٣٢]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے شہداء میں سے دو دو آدمیوں کو ایک ایک کفن میں اکٹھا دفن فرما رہے تھے۔ اس وقت آپ پوچھتے تھے: ”ان میں سے قرآن کس کو زیادہ یاد تھا؟“ جب آپ کو ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر کے بتلایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لحد میں اسی کو آگے کرتے۔ [بخاری، كتاب الجنائز، باب من يقدم في اللحد : ١٣٤٧]

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۰

”کہہ دے اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے رب سے ڈرو، ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اس دنیا میں نیکی کی، بڑی بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے، صرف صبر کرنے والوں ہی کو ان کا اجر کسی شمار کے بغیر دیا جائے گا۔“

اس آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی مومنوں کو ہر حال میں اپنے رب سے ڈرنے کی تعلیم دی گئی ہے، فرمایا کہ اے وہ لوگو! جنھوں نے اللہ کی وحدانیت کی تصدیق کی ہے، اپنے رب سے ڈرتے رہو، اس کی بندگی کرو، اس کی نافرمانی سے بچتے رہو اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک نہ بناؤ۔ اس کے بعد اللہ نے تقویٰ کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ اس دنیا میں عمل صالح کریں گے، اللہ تعالیٰ آخرت میں انھیں جنت دے گا اور جن پر وطن کی زمین تنگ ہو جائے اور ان کے لیے اہل کفر کے ظلم و استبداد کی وجہ سے اللہ کی عبادت کرنا مشکل ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی سرزمین سے ہجرت کر کے ایسی جگہ چلے جانے کا حکم دے دیا ہے جہاں وہ بآسانی اس کی عبادت کر سکیں۔ انبیاء و صالحین کی یہی سنت رہی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۝ فَاُولٰٓىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴾ [النساء : ٩٧ تا ٩٩] ”بے شک وہ لوگ جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم

کرنے والے ہوتے ہیں، کہتے ہیں تم کس کام میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم اس سرزمین میں نہایت کمزور تھے۔ وہ کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔ مگر وہ نہایت کمزور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ کوئی راستہ پاتے ہیں۔ تو یہ لوگ، اللہ قریب ہے کہ انھیں معاف کر دے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔''

اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی بغیر صبر کے ممکن نہیں، اس لیے آیت کے آخر میں صبر کی فضیلت اور اللہ کے نزدیک اس کے عظیم اجر و ثواب کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ترک قوم و وطن کی اذیت برداشت کریں گے اور اللہ کی رضا کی خاطر کڑوے گھونٹ برداشت کریں گے، اللہ انھیں بے حساب اجر و ثواب عطا کرے گا، یعنی جنت دے گا، جس کی نعمتیں ان گنت اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہوں گی۔

قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ﴿۱۱﴾ وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾

''کہہ دے بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں، اس حال میں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والا ہوں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ماننے والوں میں سے پہلا میں بنوں۔ کہہ دے بے شک میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں۔ کہہ دے میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں، اس حال میں کہ اسی کے لیے اپنے دین کو خالص کرنے والا ہوں۔ تو تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو۔ کہہ دے بے شک اصل خسارہ اٹھانے والے تو وہ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا۔ سن لو! یہی صریح خسارہ ہے۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ وہ مشرکین قریش کو یہ بتا دیں کہ مجھے تو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ کی عبادت کروں اور اس کے سوا کسی کی طرف التفات نہ کروں اور مجھے اس بات کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ اخلاص و عمل اور اطاعت و بندگی میں تمام مسلمانوں سے آگے رہوں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ

﴿ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ١٦١ تا ١٦٣] ”کہہ دے بے شک مجھے تو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دی ہے، جو مضبوط دین ہے، ابراہیم کی ملت، جو ایک ہی طرف کا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔ کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔“

آگے فرمایا کہ مجھے کفار قریش کو یہ بھی بتا دینے کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور کافروں کی بات مان کر غیر اللہ کی عبادت کی تو ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن پکڑ نہ لیا جاؤں اور عذاب میں مبتلا نہ کر دیا جاؤں اور مجھے یہ بھی بتا دینے کا حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں، میری عبادت میں شرک کا شائبہ تک نہیں ہوتا ہے۔ اے مشرکین مکہ! اگر تم میری دعوت قبول نہیں کرتے ہو اور توحید کا انکار کرتے ہو تو اس کے سوا غیروں کے سامنے سر ٹیکتے رہو، تمھیں عنقریب اپنا انجام معلوم ہو جائے گا۔ مجھے یہ بھی بتا دینے کو کہا گیا ہے کہ اصل گھاٹا پانے والے وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن کفر و ضلالت کی وجہ سے خود بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے اور اپنے اہل و عیال کو گمراہ کرنے کی وجہ سے انھیں بھی اپنے ساتھ اس میں لے جائیں گے اور وہ جنت کی نعمتوں سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیے جائیں گے۔ درحقیقت یہی وہ خسارہ ہے، جس سے بڑھ کر اور کوئی خسارہ نہیں کہ گوشت اور ہڈی سے بنے انسانوں کو جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ [التحريم : ٦] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر سخت دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔“

بچوں کی اصلاح بڑوں پر فرض ہے، لیکن جب بڑے بجائے اصلاح کے بچوں کے بگاڑ کا سبب بن جائیں تو قیامت کے دن بچے خود بڑوں کی شکایت کریں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٦٧، ٦٨] ”اور کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انھوں نے ہمیں اصل راہ سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے رب! انھیں دوگنا عذاب دے اور ان پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت۔“

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ

فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾

"ان کے لیے ان کے اوپر سے آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی سائبان ہوں گے۔ یہ ہے وہ جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس تم مجھ سے ڈرو۔"

اہل جہنم کے عذاب کی ہولنا کی بیان کی جارہی ہے کہ وہ لوگ اوپر اور نیچے سے آگ کے کئی طبقوں میں ڈھکے ہوں گے۔ اس عذاب سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور انھیں نصیحت کرتا ہے کہ اس سے ڈرتے رہیں اور کوئی ایسا عمل نہ کریں جو اس کی ناراضی اور عذابِ نار کا سبب بنے۔

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ: ارشاد فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٤١] "ان کے لیے جہنم ہی کا بچھونا اور ان کے اوپر کے لحاف ہوں گے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٥٥] "جس دن عذاب انھیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور (اللہ) فرمائے گا چکھو جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔"

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

"اور وہ لوگ جنھوں نے طاغوت سے اجتناب کیا کہ اس کی عبادت کریں اور اللہ کی طرف رجوع کیا انھی کے لیے خوشخبری ہے، سو میرے بندوں کو بشارت دے دے۔ وہ جو کان لگا کر بات سنتے ہیں، پھر اس میں سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقلوں والے ہیں۔"

اس آیت میں نیک لوگوں کا انجام بیان کیا جارہا ہے جو بتوں کی پرستش نہیں کرتے اور اپنے دل و دماغ اور تمام اعضا و جوارح کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اس کے سوا عبادت کے معاملہ میں کسی کو پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے لیے جنت کی خوشخبری ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ﴾ [یونس : ٦٤] "انھی کے لیے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔"

اور یہ خوشخبری اسے دنیا سے رخصت ہوتے وقت قبر میں دی جاتی ہے اور میدان محشر میں بھی دی جائے گی اور جو خوشخبری بتوں سے اعراض کرنے والے مواحدین کو دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے وہی خوشخبری ان لوگوں کو بھی دی ہے جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتے ہیں، ان لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی لوگ جادۂ حق پر گامزن ہیں اور یہی لوگ صاحب عقل سلیم ہیں۔

﴿ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴾ ⑲

''تو کیا وہ شخص جس پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی، پھر کیا تو اسے بچا لے گا جو آگ میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ دیا ہو کہ وہ بد بخت ہے تو کیا تم اسے ضلالت و ہلاکت سے بچا سکتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کے بعد اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، کیونکہ جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴾ [الرعد : ۳٤] ''ان کے لیے ایک عذاب دنیا کی زندگی میں ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اور انھیں اللہ سے کوئی بھی بچانے والا نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴾ [الرعد : ۱۱] ''اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کر لے تو اسے ہٹانے کی کوئی صورت نہیں اور اس کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں۔''

﴿ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴾ ⑳

''لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے بالا خانے ہیں، جن کے اوپر خوب بنائے ہوئے بالا خانے ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں۔ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے سے ڈرنے والوں کی حالت بیان کی ہے کہ جنت میں ان کے لیے بلند و بالا اور عالی شان محل ہوں گے، جن کے کمرے بہت سی منزلوں پر مشتمل ہوں گے اور جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، یہ اللہ کا وعدہ ہے جو برحق ہے، اس کا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۙ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾ [القمر : ٥٤، ٥٥] ''بے شک بچ کر چلنے والے باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ صدق کی مجلس میں، عظیم بادشاہ کے پاس، جو بے حد قدرت والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة : ۷۲] ''اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے، اور پاکیزہ رہنے کی جگہوں کا جو ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گی اور اللہ کی طرف سے تھوڑی سی خوشنودی سب سے بڑی ہے، یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ

﴿فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۝ خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴾ [الفرقان : ۷۵، ۷۶] ''ان لوگوں کو جزا میں بالاخانہ دیا جائے گا، اس لیے کہ انھوں نے صبر کیا اور اس میں ان کا استقبال زندگی کی دعا اور سلام کے ساتھ کیا جائے گا۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں۔ وہ ٹھہرنے اور رہنے کی اچھی جگہ ہے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں رہنے والے لوگ اپنے سے بلند گھر والوں کو اوپر اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم اس چمکتے ستارے کو دیکھتے ہو جو آسمان کے کنارے پر مشرق یا مغرب میں صبح کے وقت باقی رہ جاتا ہے۔ یہ فرق منازل ان کے آپس کے فرقِ مراتب کی وجہ سے ہوگا۔'' لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! یہ تو انبیاء کے مقام ہوں گے، جنھیں ان کے سوا اور کوئی نہیں پا سکے گا۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور انھوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة ...... الخ : ۳۲۵۶۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب ترائی أهل الجنة أهل الغرف ...... الخ : ۲۸۳۱]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایسے محل ہیں، جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے صاف دکھائی دیتا ہے۔'' ایک دیہاتی نے پوچھا، یا رسول اللہ! یہ کن کے لیے ہیں؟ فرمایا: ''ان کے لیے جو نرم گفتگو کریں، کھانا کھلائیں، روزوں پر مداومت کریں اور راتوں کو جب لوگ میٹھی نیند میں ہوں، یہ اللہ کے لیے (اس کے سامنے کھڑے ہو کر گڑگڑائیں اور) نماز پڑھیں۔'' [ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة غرف الجنة : ۲۵۲۷۔ مسند أحمد : ۱۵۶/۱، ح : ۱۳۴۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! جب ہم آپ کو دیکھتے ہیں (اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں)، اس وقت تو ہمارے دل نرم ہو جاتے ہیں اور ہم آخرت کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، لیکن جب ہم آپ کی مجلس سے الگ ہوتے ہیں تو دنیا ہمیں اچھی لگتی ہے اور ہم بال بچوں میں مصروف ہو جاتے ہیں (تو اس وقت ہماری وہ کیفیت نہیں رہتی)۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم ہر وقت اسی حالت میں رہتے جو حالت تمھاری میرے پاس ہوتی ہے تو فرشتے اپنے ہاتھوں سے تم سے مصافحہ کرتے اور تمھارے گھروں میں آ کر تمھاری زیارت کرتے۔ سنو! اگر تم گناہ ہی نہ کرتے تو اللہ ایسے لوگوں کو لاتا جو گناہ کریں، تاکہ اللہ تعالیٰ انھیں بخشے بھی۔'' ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! جنت کے بارے میں ہمیں بتائیں کہ اس کی بنیاد کس چیز کی ہے؟ فرمایا: ''ایک اینٹ سونے کی، ایک چاندی کی اور اس کا چونا خالص مشک ہے، اس کی کنکریاں لؤلؤ اور یاقوت ہیں، اس کی مٹی زعفران ہے جو شخص اس میں داخل ہوگا اسے ایسی نعمتیں ملیں گی جو کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ وہ ہمیشہ اس میں رہے گا، کبھی موت نہیں آئے گی، اس کے کپڑے کبھی بوسیدہ نہیں ہوں گے اور اس کی جوانی کبھی ختم نہیں ہوگی۔ سنو! تین آدمیوں کی دعا کبھی رد نہیں

ہوتی، انصاف کرنے والے حکمران کی، افطار کرنے تک روزہ دار کی اور مظلوم کی دعا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے بادل کے اوپر اٹھائے گا، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میری عزت کی قسم! میں ضرور تیری مدد کروں گا، خواہ کچھ دیر بعد ہی کروں۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۳۰۴، ۳۰۵، ح : ۸۰۶۳ ۔ ترمذي، کتاب الدعوات، باب سبق المفردون : ۳۵۹۸۔ ابن ماجه، کتاب الصیام، باب في الصائم لا ترد دعوته : ۱۷۵۲]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ ع ۲

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر اسے چشموں کی صورت زمین میں چلایا، پھر وہ اس کے ساتھ کھیتی نکالتا ہے، جس کے رنگ مختلف ہیں، پھر وہ پک کر تیار ہو جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے پیلی ہونے والی، پھر وہ اسے چورا بنا دیتا ہے، بے شک اس میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بڑی نصیحت ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ناپائیداری کو ایک تمثیل کے ذریعے سے سمجھایا کہ جس طرح کھیتی اگتی ہے، پھر لہلہانے لگتی ہے اور کسان اسے دیکھ کر خوش ہوتا ہے، اسی طرح انسان بھی اپنے بچپن، پھر اپنی جوانی وخوشحالی کو دیکھ دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے، پھر جس طرح کھیتی زرد پڑ جاتی ہے اور چورا چورا ہو جاتی ہے، اسی طرح انسان کی جوانی بھی بڑھاپے میں تبدیل ہو جاتی ہے اور بالآخر وہ بڑھاپا بھی باقی نہیں رہتا، موت آ جاتی ہے اور انسان مٹی میں مل کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ عقل مندوں کے لیے اس مثال میں ایک قسم کی عبرت ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنی جوانی اور خوشحالی میں مغرور اور سرکش نہ ہو جائے۔ اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی یہ جوانی اور خوشحالی ہمیشہ نہیں رہے گی۔ ایک دن آئے گا کہ اس کی یہ جوانی ختم ہو جائے گی اور پھر جو زندگی اسے ملے گی وہ دائمی ہوگی۔ عقل مند وہی ہے جو اس دائمی زندگی کی فکر کرے اور کھیتی کے کمال و زوال کو دیکھ کر اپنے کمال و زوال پر غور کرے اور آخرت کی فکر کرے دنیا کی اس عارضی زندگی ہی کو سب کچھ نہ سمجھ بیٹھے اور اگر وہ ایسا کرتا ہے تو یہ اس کی نادانی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴾ [الکهف : ۴۵، ۴۶] ''اور ان کے لیے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کر، جیسے پانی، جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین کی نباتات خوب مل جل گئی، پھر وہ چورا بن گئی، جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔'' اور فرمایا:

﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ

الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ؕ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید : ۲۰] ”جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔“

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾

”تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے (کسی سخت دل کافر جیسا ہو سکتا ہے؟) پس ان کے لیے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کی یاد کی طرف سے سخت ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس کا سینہ قبولِ حق کے لیے کھول دیا جائے، وہ اس آدمی کی مانند کیسے ہوگا جس کے دل پر مہر لگا دی جائے اور اس کا سینہ اتنا تنگ ہو جائے کہ قبول حق کی اس میں گنجائش باقی نہ رہے؟ ایسے سخت دل اور کفر و شرک کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کو دھمکی دی گئی ہے کہ ان کے لیے ہلاکت و بربادی ہے، ان کا حال اس مریض کا سا ہے جس کے لیے دوا باعثِ ہلاکت بن جائے۔ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے تمام روحانی بیماریوں کا علاج بتایا ہے، اسے جب مومن سنتا ہے تو اس کے دل پر اس کا بہت ہی اچھا اثر ہوتا ہے اور اسے نئی زندگی مل جاتی ہے، لیکن سخت دل کافروں اور مشرکوں پر اس کا اثر معکوس ہوتا ہے، یعنی ان کے دلوں کی سختی مزید بڑھتی جاتی ہے اور ان پر موت طاری ہو جاتی ہے، ایسے لوگوں کی ہدایت ممکن نہیں، کیونکہ وہ کھلی گمراہی میں پڑ چکے ہیں۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۲۵] ”تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا کر دیتا ہے، گویا وہ مشکل سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اسی طرح اللہ ان لوگوں پر گندگی ڈال دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔“

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۙ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۚ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ [فاطر : ۱۹ تا ۲۲] ''اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی۔ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ۔ اور نہ زندے برابر ہیں اور نہ مردے۔ بے شک اللہ سنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تو ہرگز اسے سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۴۳] ''پھر انھوں نے کیوں عاجزی نہ کی، جب ان پر ہمارا عذاب آیا اور لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو کچھ وہ کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ [الحدید : ۱۶] ''کیا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں ان سے پہلے کتاب دی گئی، پھر ان پر لمبی مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ﴾ [المائدۃ : ۱۳] ''تو ان کے اپنے عہد کو توڑنے کی وجہ ہی سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا کہ وہ کلام کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور وہ اس میں سے ایک حصہ بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی۔''

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

''اللہ نے سب سے اچھی بات نازل فرمائی، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے، (ایسی آیات) جو بار بار دہرائی جانے والی ہیں، اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے، جس کے ساتھ وہ جسے چاہتا ہے راہ پر لے آتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔''

اس آیت کریمہ میں قرآن کریم کو احسن الحدیث کہا گیا ہے اور اس کی بعض صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے سب سے اچھی ''حدیث'' نازل کی ہے، جس کی آیتیں حسن تعبیر اور صدق معانی میں ایک دوسرے کی مشابہ ہیں اور جن میں بیان کردہ اوامر و نواہی، وعدہ و وعید اور قصص و مواعظ مختلف انداز میں بار بار ذکر کیے گئے ہیں،

اللہ سے ڈرنے والے جب عذاب والی آیتیں سنتے ہیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب رحمت و مغفرت کی آیتیں سنتے ہیں تو ان کے دلوں کو سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اللہ کی یاد میں لگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف قرآن کریم ہی ذریعۂ ہدایت ہے، اللہ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اسے اس پر ایمان لانے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے دیتا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ جس کے لیے کفر و عناد اور کبر و سرکشی کی وجہ سے اللہ کی طرف سے گمراہی لکھ دی گئی ہو، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ : سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے۔“ [مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوة و الخطبة : ٨٦٧]

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ٢ تا ٤] ”(اصل) مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا، خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں، انھی کے لیے ان کے رب کے پاس بہت سے درجے اور بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٥٧ تا ٦١] ”بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں کرتے۔ اور وہ کہ انھوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں کہ یقیناً وہ اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ان کی طرف آگے نکلنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [المائدة : ٨٣، ٨٤] ”اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہوتی ہیں، اس وجہ سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ (پر) اور

اس چیز پر ایمان نہ لائیں جو حق میں سے ہمارے پاس آئی ہے اور یہ طمع نہ رکھیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل کر لے گا۔"

﴿ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾: ارشاد فرمایا: ﴿ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [البقرة : ۲٦] "وہ اس کے ساتھ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور اس کے ساتھ بہتوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔"

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْۗءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۲۴

"تو کیا وہ شخص جو قیامت کے دن اپنے چہرے کے ساتھ بدترین عذاب سے بچے گا (وہ جنتی جیسا ہو سکتا ہے؟) اور ظالموں سے کہا جائے گا چکھو جو تم کمایا کرتے تھے۔"

سخت دل کفار و مشرکین کا دنیا میں یہ حال بیان کیا گیا کہ وہ ضلالت کی وادیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں اور آخرت میں ان کا حال یہ ہوگا کہ ان کے ہاتھ پیٹھ کی طرف یا گردن کے ساتھ باندھ دیے جائیں گے اور اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان کی شقاوت و بدنصیبی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا وہ لوگ ان کی مانند ہو سکتے ہیں جو جنت کے باغوں میں پر امن زندگی گزار رہے ہوں گے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰي وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [الملك : ۲۲] "تو کیا وہ شخص جو اپنے منہ کے بل الٹا ہو کر چلتا ہے، زیادہ ہدایت والا ہے، یا وہ جو سیدھا ہو کر درست راستے پر چلتا ہے؟" اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ [حٰم السجدة : ٤٠] "تو کیا وہ شخص جو آگ میں پھینکا جائے بہتر ہے، یا جو امن کی حالت میں قیامت کے دن آئے؟"

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا، اے اللہ کے نبی! کافر کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل کس طرح چلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: "کیا جس اللہ نے اسے اس دنیا میں دو پاؤں پر چلایا ہے وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ قیامت کے دن اسے اس کے چہرے کے بل چلا دے؟" [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ الذين يحشرون على وجوههم إلى جهنم ﴾ : ٤٧٦٠]

اور ظالم جہنمیوں سے زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا کہ اب اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھتے رہو۔

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۲۵ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۲۶

’’ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے تو ان پر وہاں سے عذاب آیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔ پس اللہ نے انھیں دنیا کی زندگی میں رسوائی چکھائی اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔‘‘

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش کی عبرت و موعظت کے لیے فرمایا کہ ان سے پہلی قوموں نے بھی اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی تو اللہ نے انھیں دنیا میں ذلیل و رسوا کیا۔ کسی کو زمین میں دھنسا دیا، کسی کی صورت مسخ کر دی، کسی پر پتھروں کی بارش برسا دی اور کسی کو قید و بند میں مبتلا کر دیا اور آخرت کا عذاب تو دنیا کے عذاب سے کہیں سخت ہوگا، جس سے بہر حال انھیں دو چار ہونا ہی پڑے گا۔ کاش! کفار اس بات کا یقین کر لیتے، رسولوں کی تکذیب نہ کرتے اور اپنے خالق و مالک پر ایمان لے آتے تو ہلاکت و بربادی ان کا انجام نہ ہوتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ اَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَ يَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَ السُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [النحل : ٢٦، ٢٧] ’’یقیناً ان لوگوں نے تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے تو اللہ ان کی عمارت کو بنیادوں سے آیا۔ پس ان پر ان کے اوپر سے چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔ پھر قیامت کے دن وہ انھیں رسوا کرے گا اور کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم لڑتے جھگڑتے تھے؟ وہ لوگ جنھیں علم دیا گیا کہیں گے کہ بے شک رسوائی آج کے دن اور برائی کافروں پر ہے۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں پھینک دیے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا، یہاں تک کہ وہ جنت اور دوزخ کے درمیان میں لائی جائے گی اور پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی کرنے والا آواز لگائے گا کہ اے اہل جنت! اب کبھی تمھیں موت نہیں آئے گی اور اے اہل جہنم! تمھیں بھی آج کے بعد موت نہیں آئے گی۔ (اس آواز سے) اہل جنت کو خوشی پر خوشی حاصل ہوگی اور اہل دوزخ کو رنج پر رنج ہوگا۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٤٨]

وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کی ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ واضح قرآن، جس میں کوئی کجی نہیں، تاکہ وہ بچ جائیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے قرآن کریم میں بہت سی مثالیں اور گزشتہ قوموں کے واقعات و

قصص بیان کیے ہیں، تاکہ وہ ان میں غور وفکر کر کے عبرت حاصل کریں اور اس قرآن کو عربی زبان میں نازل فرمایا، جو ہر تناقض واختلاف اور التباس سے پاک ہے۔ اس کی ہر بات واضح وصریح ہے، جسے سنتے ہی عربی زبان جاننے والے اس کی غرض وغایت سمجھ لیتے ہیں اور اللہ نے انسانوں پر یہ کرم اس لیے کیا تاکہ لوگ اس میں موجود اوامر ونواہی کی اتباع کر کے اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچا سکیں گے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾

”اللہ نے ایک آدمی کی مثال بیان کی جس میں ایک دوسرے سے جھگڑنے والے کئی شریک ہیں اور ایک اور آدمی کی جو سالم ایک ہی آدمی کا ہے، کیا دونوں مثال میں برابر ہیں؟ سب تعریف اللہ کے لیے ہے، بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔“

یہ آیت کریمہ قرآن میں مذکور بہت سی مثالوں میں سے ایک مثال ہے، تاکہ لوگ اس میں غور وفکر کر کے عبرت حاصل کریں۔ ایک غلام کے اگر کئی مختلف المزاج مالک ہوں تو غلام بڑی مصیبت میں ہوگا۔ وہ کس کس کو خوش رکھے، کس کس کی خدمت کرے اور کس کس کا حکم بجالائے۔ اگر کوئی ایک بات سے خوش ہوتا ہے تو دوسرا اسی بات سے ناراض ہوتا ہے۔ ایسے غلام کی زندگی تو بڑی مشکل میں پڑ جائے گی، برخلاف اس کے کہ اگر کسی غلام کا مالک ایک ہو تو اسے خوش رکھنا مشکل نہیں ہوگا، غلام اسے بآسانی خوش رکھ سکتا ہے۔ ان دو غلاموں کی مثال دے کر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو دعوت دی کہ ایک آقا کے ہو جاؤ تو آرام سے رہو گے اور اگر کئی آقاؤں کو مانو گے تو مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شرک وتوحید اور مشرک وموحد کا فرق واضح ہونے کے باوجود مشرکین اسے نہیں سمجھ پاتے ہیں اور شرک و ضلالت کے بھنور میں ہچکولے کھاتے رہتے ہیں۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ ع

”بے شک تو مرنے والا ہے اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر بے شک تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی ہے کہ آپ کو اور تمام انسانوں کو موت لاحق ہوگی۔ اس میں کفار مکہ کی تردید ہے جو نبی کریم ﷺ کی موت کی تمنا کرتے تھے، ان سے کہا جا رہا ہے کہ اگر محمد (ﷺ) فوت ہو جائیں گے تو تم لوگ بھی تو مر جاؤ گے، اس لیے کسی کی موت پر خوش ہونا اچھی بات نہیں اور یہ اس کے بعد والی آیت میں جو بات کہی گئی ہے اس کی تمہید بھی ہے، یعنی دنیا ختم ہو جائے گی، سارے لوگ مر جائیں گے اور قیامت کے دن

مومن و کافر اور ظالم و مظلوم سب لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے حقوق کے لیے ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔
سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴾ ”بے شک تو مرنے والا ہے اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر بے شک تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔“ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا گناہوں کے ساتھ ساتھ ہمارے دنیا کے جھگڑوں کو بھی ہم پر لوٹا دیا جائے گا (یعنی ان کے بارے میں باز پرس ہوگی)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں، (تمھارے ان جھگڑوں کو بھی) تم پر البتہ ضرور لوٹا دیا جائے گا، تاکہ ہر حق دار کو اس کا حق دلا دیا جائے۔“ زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اللہ کی قسم! یہ معاملہ تو بہت سخت ہوگا۔ [مسند أحمد : ۱/ ۱۶۷، ح : ۱۴۳۸۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ الزمر : ۳۲۳۶]

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَ يَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾

”پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور سچ کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا، کیا ان کافروں کے لیے جہنم میں کوئی ٹھکانا نہیں؟ اور وہ شخص جو سچ لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ بچنے والے ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ کچھ ہے جو وہ چاہیں گے، یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے۔ تاکہ اللہ ان سے وہ بدترین عمل دور کر دے جو انھوں نے کیے اور انھیں ان کا اجر ان بہترین اعمال کے مطابق دے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

یعنی جو لوگ اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں اور جو سچ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کی تکذیب کرتے ہیں، وہ بہت بڑے ظالم ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۭ اُولٰٓىِٕكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [هود : ۱۸] ”اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر کوئی جھوٹ باندھے؟ یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے یہ ہیں وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا۔ سن لو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَاۗؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۱ تا ۲٤] ”اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر کوئی جھوٹ باندھا، یا اس کی آیات کو جھٹلایا، بے شک حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔ اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے کہاں ہیں تمھارے وہ شریک جنھیں تم گمان کرتے تھے۔ پھر ان کا فریب اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ کہیں گے اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے، ہم شریک بنانے والے نہ تھے۔ دیکھ انھوں نے کیسے اپنے آپ پر جھوٹ بولا اور ان سے گم ہوگیا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔“

پھر فرمایا کہ جو شخص سچ بیان کرے اور سچ کی تصدیق کرے وہ متقی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دے گا اور اسے اس کے نیک اعمال کا اچھا بدلہ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰي مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴾ [محمد : ۲] ”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کیا گیا اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اس نے ان سے

ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کا حال درست کر دیا۔'' متقی لوگوں کے گناہوں کی معافی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ [الأنفال : ۲۹] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمھارے لیے (حق و باطل میں) فرق کرنے کی بڑی قوت بنا دے گا اور تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التغابن : ۹] ''اور جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں ہمیشہ، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عمرہ ان تمام گناہوں کا کفارہ ہے جو ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ کے درمیان سرزد ہوئے ہوں اور حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔'' [بخاري، كتاب العمرة، باب وجوب العمرة و فضلها : ۱۷۷۳]

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، اپنا دایاں ہاتھ آگے کیجیے، تاکہ میں آپ سے بیعت کروں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ آگے کیا، تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ آپ نے دریافت کیا: ''عمرو! کیا ہوا؟'' میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! ایک شرط رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''تم کون سی شرط رکھنا چاہتے ہو؟'' میں نے عرض کی، (گزشتہ) گناہوں کی مغفرت کی۔ تب آپ نے فرمایا: ''کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام (میں داخل ہونا) گزشتہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے، ہجرت گزشتہ تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج بھی گزشتہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله...... الخ : ۱۲۱]

سچ بولنا اور ہر حال میں سچ پر قائم رہنا تقویٰ کی علامت ہے اور بہت سی احادیث میں اس کی فضیلت بیان ہوئی ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ہمیشہ سچ بولا کرو، کیونکہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے اور ایک شخص ہمیشہ سچ بولتا اور سچ ہی کی تلاش میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ نہایت سچ بولنے والا آدمی ہے، اور تم جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم تک پہنچا دیتے ہیں اور ایک شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا اور جھوٹ ہی کا متلاشی رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا ہے۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب قبح الكذب و حسن الصدق و فضله : ۱۰۵/۲۶۰۷]

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا : ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ

عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ١٦] ''یہی وہ لوگ ہیں کہ ہم ان سے وہ سب سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں جو انھوں نے کیے اور ان کی برائیوں سے درگزر کرتے ہیں، جنت والوں میں، سچے وعدے کے مطابق جو ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ يُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ وَ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾

''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے اور وہ تجھے ان سے ڈراتے ہیں جو اس کے سوا ہیں اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں ۔ اور جسے اللہ راہ پر لے آئے، پھر اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ سب پر غالب، انتقام لینے والا نہیں ہے؟''

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ کفارِ مکہ نبی کریم ﷺ کی موت کی تمنا کیا کرتے تھے اور انھوں نے اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لیے آپ کو قتل بھی کرنا چاہا۔ اسی پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اطمینان دلایا کہ آپ کا رب آپ کے لیے یقیناً کافی ہے۔ اس لیے کفار آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے اور ان کی سازشیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ وہ لوگ اپنی جہالت و نادانی میں آپ کو اپنے بتوں سے ڈراتے ہیں، کہتے ہیں کہ وہ بت آپ کو قتل کروا دیں گے، یا جنون میں مبتلا کر دیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، جیسے کفارِ مکہ ہیں اور جسے اللہ ہدایت دے، جیسے آپ ہیں، اسے راہِ راست سے کوئی بھٹکا نہیں سکتا ہے۔ اللہ بڑا زبردست اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ اس لیے اگر کفارِ مکہ اس کے رسول کی ایذا رسانی سے باز نہ آئے تو وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے کر رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کفارِ مکہ میدانِ بدر میں جس طرح ذلیل و رسوا کیے گئے تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں اور بالآخر مکہ فتح ہوا اور مشرکین مکہ کی طاقت ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ : یعنی اللہ تعالیٰ اسے کافی ہے جو اس کی عبادت کرے اور اس کی ذاتِ پاک پر بھروسا رکھے۔ سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے نجات پالی جو اسلام کی ہدایت دے دیا گیا اور بقدرِ ضرورت روزی دیا گیا اور اسے اس پر قناعت بھی نصیب ہوئی۔'' [مستدرك حاكم : ١٢٢/٤، ح : ٧١٤٤۔ ترمذی، كتاب الزهد، باب ما جاء في الكفاف والصبر عليه : ٢٣٤٩۔ مسند أحمد : ١٩/٦، ح : ٢٣٤٠٠]

وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾

”اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں کفار مکہ کی جہالت و نادانی اور ان کی کم عقلی بیان کی گئی ہے کہ آپ جب ان سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ تو فوراً جواب دیں گے کہ اللہ ہے، تو پھر وہ لوگ خالق ارض و سماوات کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہیں؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبانی ان سے پوچھا کہ اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف دینا چاہے، تو تم لوگ جن بتوں کی پرستش کرتے ہو، کیا وہ میری اس تکلیف کو دور کر دیں گے؟ اور اگر وہ مجھے اپنے فضل و کرم سے نوازنا چاہے تو کیا وہ بت اسے روک دیں گے؟ جواب یقیناً نفی میں ہے۔ اس لیے کہ ان کے اندر نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت نہیں ہے۔ اس لیے اے کفارِ قریش! میرا یہ اعلان سن لو کہ میرا اللہ میرے لیے کافی ہے، میں اسی پر بھروسا کروں گا اور اسی کی عبادت کروں گا، کیونکہ تمام بھروسا کرنے والے اسی پر بھروسا کرتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے لڑکے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں، (وہ یہ کہ) تو اللہ کو یاد رکھ تو وہ تیری حفاظت کرے گا، تو اللہ کو یاد رکھ تو اسے ہر وقت اپنے پاس پائے گا۔ آسانی کے وقت رب کی نعمتوں کا شکر گزار رہ تو سختی کے وقت وہ تیرے کام آئے گا۔ جب تو کچھ مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد طلب کرے تو اسی سے مدد طلب کر۔ یقین کر لے کہ اگر تمام دنیا مل کر تجھے کوئی ایسا فائدہ پہنچانا چاہے، جو اللہ نے تیرے مقدر میں نہ لکھا ہو تو وہ ہرگز نہیں پہنچا سکتے اور اگر سب جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں اور اللہ تجھے نقصان نہ پہنچانا چاہے تو وہ سب تجھے ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ صحیفے خشک ہو چکے اور قلمیں اٹھا لی گئیں۔“ [ترمذي، كتاب صفة القيامة، باب حديث حنظلة ...... الخ : ۲۵۱٦۔ مسند أحمد : ۳۰۷/۱، ح : ۲۸۰۷]

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾

”کہہ دے اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو، بے شک میں بھی عمل کرنے والا ہوں، پھر تم جلد ہی جان لو گے۔ کہ کون ہے جس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کی زبانی کفارِ مکہ کو دھمکی دی گئی ہے کہ تم لوگ دعوت حق سے جس بغض و عداوت کا معاملہ کر رہے ہو، اسی پر باقی رہو، میں بھی ایمان و توحید اور اللہ کی اطاعت و بندگی پر قائم رہتا ہوں، تو تمھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں رسوا کن عذاب کسے آ لیتا ہے اور جہنم کا دائمی عذاب کس کا ٹھکانا ہوگا؟ چنانچہ ایسا ہی

ہوا کہ میدان بدر میں اللہ نے انھیں ذلیل و خوار کیا۔ اکثر و بیشتر متکبرین قریش مارے گئے اور ان کی لاشوں کو ایک کنویں کے اندر پھینک دیا گیا اور جو بچ گئے ان میں سے ستر (۷۰) کو پابند سلاسل کر کے مدینہ لے جایا گیا، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب دشمن پر غلبہ پاتے تو میدان جنگ میں تین دن تک قیام فرماتے۔ غزوۂ بدر کے خاتمہ کے تیسرے دن آپ کے حکم سے سواری پر کجاوہ باندھا گیا اور آپ روانہ ہوئے، آپ کے اصحاب بھی آپ کے ساتھ تھے۔ صحابہ نے سوچا کہ غالباً آپ کسی ضرورت کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔ آخر آپ ایک کنویں کے کنارے پر کھڑے ہو گئے اور کفار قریش کے مقتول سرداروں کے نام ان کے آبا و اجداد کے نام کے ساتھ پکارنے لگے: ”اے فلاں بن فلاں، اے فلاں بن فلاں (یعنی اے ابوجہل بن ہشام، اے امیہ بن خلف، اے عتبہ بن ربیعہ اور اے شیبہ بن ربیعہ!) کیا آج تمھیں یہ بات اچھی نہیں لگ رہی کہ تم نے (دنیا میں) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی؟ یقیناً ہم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پا لیا ہے، تو کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدے کو سچا پا لیا ہے؟“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ ان جسموں سے کیوں خطاب فرما رہے ہیں جن میں کوئی جان نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! میں جو کہہ رہا ہوں اسے تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو (البتہ بات یہ ہے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے)۔“ (یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ وہ مردود آپ کی بات سن رہے تھے) پھر آپ کے حکم سے انھیں کھینچ کر بدر کے کنویں میں ڈال دیا گیا۔ [بخاری، كتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ۳۹۷۶۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد...... الخ : ۲۸۷۴، ۲۸۷۳]

إِنَّآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ﴿٤١﴾ ع

”بلاشبہ ہم نے تجھ پر یہ کتاب لوگوں کے لیے حق کے ساتھ نازل کی ہے، پھر جو سیدھے راستے پر چلا سو اپنی جان کے لیے اور جو گمراہ ہوا تو اسی پر گمراہ ہوگا اور تو ہرگز ان پر کوئی ذمہ دار نہیں۔“

اہل قریش کے کفر پر اصرار کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں تسلی دی کہ ہم نے آپ کو کتابِ حق دے کر مبعوث کیا ہے اور آپ کی ذمہ داری تبلیغ و بیان کے بعد ختم ہو جاتی ہے، آپ کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے۔ جو شخص قرآن پر ایمان لائے گا اور ایمان و عمل کی زندگی اختیار کرے گا، اس کا فائدہ اسے ہی ملے گا کہ وہ جہنم سے نجات پا جائے گا اور جنت کا حق دار بنے گا اور جو گمراہ ہوگا تو اس کا انجامِ بد وہ خود ہی بھگتے گا، بایں طور کہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی لعنت و غضب کا مستحق بنے گا، جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی جان ایسی نہیں جس کا ٹھکانا اللہ نے جنت یا جہنم میں نہ لکھ دیا ہو اور یہ نہ لکھ دیا

ہو کہ وہ نیک بخت ہوگا یا بد بخت۔‘‘ ایک شخص بولا، یا رسول اللہ! پھر ہم اپنے لکھے پر بھروسا کیوں نہ کر لیں اور عمل کو چھوڑ کیوں نہ دیں (یعنی تقدیر کے رو برو عمل کرنا بے فائدہ ہے، جو قسمت میں ہے وہ ضرور ہوگا)؟ آپ نے فرمایا: ’’جو نیک بختوں میں سے ہے وہ نیکوں والے کاموں کی طرف چلے گا اور جو بد بختوں میں سے ہے وہ بد بختوں والے کاموں کی طرف چلے گا۔‘‘ اور فرمایا: ’’عمل کرو، ہر ایک کو آسانی دی گئی ہے، نیک لوگوں کے لیے نیک عمل کرنا آسان کیا جائے گا اور بدوں کے لیے بدوں کے سے اعمال کرنا آسان کیا جائے گا۔‘‘ [مسلم، کتاب القدر، باب کيفية خلق الآدمي في بطن أمه ...... الخ : ۲٦٤٧]

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

’’اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان کو بھی جو نہیں مریں ان کی نیند میں، پھر اسے روک لیتا ہے جس پر اس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسری کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو یہ خبر دی ہے کہ پوری کائنات میں وہی اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا ہے، وہی فرشتوں کے ذریعے سے انسانوں کی روحوں کو ان کے جسموں سے نکال لیتا ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے یہ دنیا چھوڑ جاتے ہیں۔ وہی انسانوں پر نیند طاری کرتا ہے، جس کے سبب ان کے ظاہری حواس کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر ان میں سے جسے اللہ دنیا سے اٹھا لینا چاہتا ہے، اسے واقعی موت دے دیتا ہے اور جس کی موت نہیں لکھی ہوتی اس کی روح لوٹ آتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٦٠، ٦١] ’’اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا، پھر وہ تمھیں اس میں اٹھا دیتا ہے، تاکہ مقرر مدت پوری کی جائے، پھر اسی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تمھارے کسی ایک کو موت آتی ہے اسے ہمارے بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر سونے کے لیے جائے تو اپنے تہ بند کے اندرونی حصہ سے (یا کسی دوسرے کپڑے سے) اسے جھاڑے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کی بے خبری

میں کیا چیز اس بستر پر آ گئی ہے، پھر یہ دعا پڑھے: ((بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي وَ بِكَ أَرْفَعُهُ إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا وَ إِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ)) ''اے میرے رب! تیرے ہی پاک نام کی برکت سے میں لیٹتا ہوں اور تیری ہی رحمت سے جاگوں گا۔ اگر تو میری روح کو روک لے تو اس پر رحم فرما اور اگر تو اسے بھیج دے تو اس کی ایسی حفاظت کرنا جیسی تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب : ۶۳۲۰۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعاء عند النوم : ۲۷۱۴]

موت وحیات اور روح کے قبض کیے جانے اور جسم میں اس کے دوبارہ لوٹ آنے میں ان لوگوں کے لیے بڑی بڑی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ حقائق اس بات کی قطعی دلیل ہیں کہ جو ذات باری تعالیٰ ان باتوں پر قادر ہے، وہ یقیناً قیامت کے دن لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے اور وہی اطاعت و بندگی کی تنہا مستحق ہے۔

أَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴۳

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۴۴

''یا انھوں نے اللہ کے سوا کچھ سفارشی بنا لیے ہیں۔ کہہ دے کیا اگرچہ وہ کبھی نہ کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں۔ کہہ دے شفاعت ساری کی ساری اللہ ہی کے اختیار میں ہے، آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

مشرکین کو ان نشانیوں سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا، انھوں نے توحید باری تعالیٰ سے برگشتہ ہو کر بتوں کو اللہ کی جناب میں اپنا سفارشی بنا لیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے نبی کی زبانی فرمایا کہ کیا یہ بت تمھارے سفارشی ہوں گے، اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں اور نہ ان کے پاس عقل ہے؟ کیونکہ وہ تو مٹی اور پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ شفاعت کی تمام قسموں کا مالک تو وہ اللہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور اسی کے پاس سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا، اس لیے شفاعت کی اجازت اسی سے طلب کرو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ۬ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ [البقرۃ : ۲۵۵] ''اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے، نہ اسے کچھ اونگھ پکڑتی ہے اور نہ کوئی نیند، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْۤا اِلٰی رَبِّهِمْ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّ لَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۱] ''اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرا جو خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کی طرف (لے جا کر) اکٹھے کیے جائیں گے، ان کے لیے اس کے سوا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا، تاکہ وہ بچ جائیں۔''

وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

''اور جب اس اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس کے سوا ہیں تو اچانک وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں۔''

شرک کا ایک بدترین نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مشرکین کے سامنے جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے تو ان کے دل سخت تنگی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جس کا اثر ان کے چہروں پر ظاہر ہوتا ہے اور اس کے برعکس جب ان کے جھوٹے معبودوں کے نام لیے جاتے ہیں تو خوشی کے مارے ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔ ان کی بدنصیبی دیکھیے کہ دونوں ہی حالتوں میں وہ انتہا کو پہنچے ہوتے ہیں، جب صرف اللہ کا نام آتا ہے تو شدت غم سے ان کے چہروں کا رنگ بدل جاتا ہے اور جب جھوٹے معبودوں کا نام لیا جاتا ہے تو پھولے نہیں سماتے اور خوشی کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہوتے ہیں۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

''تو کہہ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! ہر چھپی اور کھلی کو جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔''

نبی کریم ﷺ کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ جب ان کے اور کافروں کے درمیان اختلاف شدید ہو جائے اور وہ تنگ دل ہونے لگیں، تو اپنے رب کی طرف تیزی سے لپکیں، دعا کریں اور خشوع و خضوع کے ساتھ کہیں کہ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! غائب و حاضر کو جاننے والے! تو ہی اپنے مومن و کافر بندوں کے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کرنے والا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، تو حق کی طرف میری راہنمائی کر۔

سیدنا ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز کس دعا سے شروع فرمایا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ اپنی رات کی نماز اس دعا سے شروع فرماتے: ((اَللّٰهُمَّ! رَبَّ جِبْرَائِيْلَ وَ مِيْكَائِيْلَ وَ اِسْرَافِيْلَ ! فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ، اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ)) ''اے اللہ! جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب! اے آسمانوں اور زمین کو بلانمونہ پیدا کرنے والے! اے حاضر و غائب کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے اختلاف کا فیصلہ کرے گا، جس

جس چیز میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے، تو مجھے اس معاملہ میں جس میں انھوں نے اختلاف کیا، اپنے حکم سے حق کی راہ دکھا، یقیناً جسے تو چاہتا ہے سیدھی راہ کی رہنمائی کرتا ہے۔" [مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی ﷺ و دعائه باللیل : ۷۷۰]

ابوراشد الحُبرانی نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کوئی حدیث سننے کی خواہش کی تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب نکال کر ان کے سامنے رکھ دی اور فرمایا، یہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے لکھوائی ہے۔ میں نے دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول ! میں صبح و شام کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: "یہ پڑھو: «اَللّٰهُمَّ ! فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَ مَلِيْكَهُ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَ شِرْكِهِ وَ أَنْ أَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ سُوْءًا أَوْ أَجُرَّهُ إِلٰى مُسْلِمٍ» "اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے بنانے والے، غیب اور حاضر کے جاننے والے، تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، ہر چیز کے رب اور بادشاہ، میں تجھ سے اپنے نفس کی برائی، شیطان کی برائی اور اس کے شرک سے پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے نفس کے خلاف کوئی برا کام کروں، یا کسی مسلمان کا برا کروں۔" [مسند أحمد : ۱۹٦/۲، ح : ٦٨٦٣۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء علمه ﷺ أبا بكر : ۳۵۲۹]

وَ لَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

"اور اگر واقعی ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو تو قیامت کے دن برے عذاب سے (بچنے کے لیے) وہ ضرور اسے فدیے میں دے دیں، اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ کچھ سامنے آجائے گا جس کا وہ گمان نہیں کیا کرتے تھے۔ اور ان کے لیے ان (اعمال) کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی جو انھوں نے کمائے اور انھیں وہ چیز گھیر لے گی جسے وہ مذاق کیا کرتے تھے۔"

اس آیت میں عذاب آخرت کی شدت اور ہولناکی بیان کی گئی ہے۔ شرک کا ارتکاب کرکے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے جب قیامت کے دن عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تو اس کی ہولناکی وسختی کا نظارہ کرکے تمنا کریں گے کہ اگر ان کے پاس زمین کے بھراؤ کے برابر دولت ہوتی اور اتنی دولت اور ہوتی اور وہ سب دے کر اس عذاب سے نجات مل جاتی تو وہ ایسا کرنے میں ذرا بھی تاخیر نہ کرتے، اس لیے کہ وہ ایسا خطرناک اور دردناک عذاب ہوگا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا۔ وہ دنیا میں جن گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے ان کا انجام بد ان کی آنکھوں کے سامنے ہوگا اور جس عذاب کا مذاق اڑاتے رہے تھے وہ انھیں ہر طرف سے گھیر لے گا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۹۱] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، خواہ وہ اسے فدیے میں دے۔ یہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [يونس : ٥٤] ''اور اگر فی الواقع ہر شخص کے لیے جس نے ظلم کیا ہے، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے تو وہ اسے ضرور فدیے میں دے دے اور وہ پشیمانی کو چھپائیں گے، جب عذاب کو دیکھیں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [المائدة : ٣٦] ''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، اگر واقعی ان کے پاس زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو، تاکہ وہ اس کے ساتھ قیامت کے دن کے عذاب سے فدیہ دے دیں تو ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جسے جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا کہ اگر تیرے پاس ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، وہ سب کچھ ہوتو کیا تو (اپنے آپ کو اس عذاب سے چھڑانے کے لیے) وہ سب کچھ بطور فدیہ دے دے گا؟ وہ کہے گا کہ ہاں! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، مگر میں نے تو اس سے کہیں آسان بات چاہی تھی (کہ جس میں چنداں خرچ بھی نہیں تھا) اور تب تو ابھی آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا، وہ یہ کہ تم شرک نہ کرنا، میں تجھے جہنم میں داخل نہیں کروں گا، مگر تو نہ مانا اور تو نے شرک کا ارتکاب کر ڈالا۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب طلب الكافر الفداء بملء الأرض ذهبا : ٢٨٠٥]

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾

''پھر جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے یہ مجھے ایک علم کی بنیاد ہی پر دی گئی ہے۔ بلکہ وہ ایک آزمائش ہے اور لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ بلاشبہ

یہی بات ان لوگوں نے کہی جو ان سے پہلے تھے تو ان کے کام نہ آیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔ تو ان پر ان (اعمال) کے وبال آ پڑے جو انھوں نے کمائے اور وہ لوگ جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا ان پر بھی جلد ہی ان اعمال کے وبال آ پڑیں گے جو انھوں نے کمائے اور وہ ہرگز عاجز کرنے والے نہیں ہیں۔''

مشرک انسان کی قبیح صفت یہ ہے کہ جب اسے کوئی بیماری یا تکلیف لاحق ہوتی ہے، تو اپنے جھوٹے معبودوں سے منہ موڑ کر صرف ایک اللہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور خوب گڑگڑا کر اس مصیبت سے نجات کے لیے دعائیں کرتا ہے۔ لیکن جب اللہ بطور آزمائش اس کی دعا سن لیتا ہے، اسے اس مصیبت سے نجات دے دیتا ہے اور اپنی کسی نعمت سے اسے نواز دیتا ہے تو فوراً ہی طغیان وسرکشی پر تل جاتا ہے۔ لوگوں سے اپنی جھوٹی بڑائی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگتا ہے کہ اللہ کو معلوم تھا کہ میں اس نعمت کا حق دار ہوں، اس لیے تو یہ چیز مجھے دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی خام خیالی کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ نہیں، وہ تو اللہ کی طرف سے اس کے لیے آزمائش تھی کہ اس کے بعد بھی اطاعت و بندگی کی راہ اختیار کرتا ہے، یا احسان فراموشی کر کے پھر اپنے جھوٹے معبودوں کے سامنے سجدہ ریزی کرنے لگتا ہے، لیکن اکثر مشرکین اس حقیقت سے ناواقف ہی رہتے ہیں۔

اس بات کی دلیل کہ کفر و شرک کے باوجود اللہ کی نعمتیں ان کے لیے بطور آزمائش تھیں، یہ ہے کہ قارون اور دیگر نافرمانوں نے ان سے پہلے ایسی ہی بات کی تھی، تو اللہ نے فوراً ہی انھیں پکڑ لیا اور ان کی ساری دولت دھری کی دھری رہ گئی، یعنی ان کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ان کے برے اعمال کا نتیجہ تھا۔ اسی طرح کفارِ قریش کو بھی ان کے برے اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا اور وہ اللہ کو عاجز نہیں بنا سکیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قارون کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ اس کی قوم نے اس سے کہا تھا: ﴿ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ ۝ وَ ابْتَغِ فِیْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ اَوَ لَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا وَ لَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ [القصص : ۷٦ تا ۷۸] ''مت پھول، بے شک اللہ پھولنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے اس میں آخرت کا گھر تلاش کر اور دنیا سے اپنا حصہ مت بھول اور احسان کر جیسے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد مت ڈھونڈ، بے شک اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اس نے کہا مجھے تو یہ ایک علم کی بنا پر دیا گیا ہے، جو میرے پاس ہے۔ اور کیا اس نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ اس سے پہلے کئی نسلیں ہلاک کر چکا ہے جو اس سے زیادہ طاقتور اور زیادہ جماعت والی تھیں اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔'' اس کے اس فخریہ کلمے کا وبال اس پر پڑا اور وہ مع اپنے مال ومتاع کے زمین میں دھنسا دیا گیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا

كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴾ [القصص : ٨١] ”تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پھر نہ اس کے لیے کوئی جماعت تھی جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ اپنا بچاؤ کرنے والوں سے تھا۔“

بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ : سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بحرین سے جزیہ لانے کے لیے بھیجا۔ جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے جزیے کا مال لے کر واپس آئے اور انصار نے ان کے آنے کی خبر سنی تو وہ اگلے دن صبح کی نماز میں شریک ہوئے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں دیکھ کر مسکرا دیے اور فرمایا: ”میرا خیال ہے کہ تم نے ابوعبیدہ کی واپسی کی خبر سن لی ہے اور یہ بھی کہ وہ کچھ لے کر آئے ہیں؟“ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں، اے اللہ کے رسول! تو آپ نے فرمایا: ”تو تم خوش ہو جاؤ اور خوشی کی امید رکھو، اللہ کی قسم! مجھے تمھاری محتاجی کا ڈر نہیں، بلکہ مجھے تو یہ ڈر ہے کہ تم پر سامانِ زیست کی یوں فراوانی ہو جائے گی جیسے اگلے لوگوں پر ہوئی تھی اور تم بھی اسی طرح دنیا کے پیچھے پڑ جاؤ گے جس طرح وہ پڑ گئے تھے، سو خدشہ ہے کہ کہیں یہ مال کی کشادگی تمھیں آخرت سے اسی طرح غافل نہ کر دے جس طرح اس نے پچھلے لوگوں کو کیا تھا۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زهرة الدنيا و التنافس فيها : ٦٤٢٥۔ مسلم، كتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن ... : ٢٩٦١]

اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ [illegible] الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۠﴿۵۲﴾

”اور کیا انھوں نے نہیں جانا کہ [illegible] رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً [illegible] نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔“

یعنی رزق کی کشادگی اور تنگی میں بھی اللہ کی توحید کے دلائل ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات میں صرف اسی کا حکم و تصرف چلتا ہے، اسی کی تدبیر مؤثر اور کارگر ہے، اسی لیے وہ جسے چاہتا ہے وافر رزق سے نواز دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے فقر و تنگ دستی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس کے ان فیصلوں میں، جو اس کی حکمت و مشیت پر مبنی ہوتے ہیں، کوئی دخل انداز ہو سکتا ہے نہ ان میں رد و بدل کر سکتا ہے۔ تاہم یہ نشانیاں صرف اہل ایمان ہی کے لیے ہیں، کیونکہ وہی ان پر غور و فکر کر کے ان سے فائدہ اٹھاتے اور اللہ کی مغفرت حاصل کرتے ہیں۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾

”کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب

کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنھوں نے شرک، قتل اور نبی اکرم ﷺ کی ایذا رسانی جیسے گناہوں کا ارتکاب کیا تھا اور اسلام لانا چاہتے تھے، لیکن ڈرتے تھے کہ شاید ان کے گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ انھیں اور اللہ کے تمام بندوں کو اس کی وسیع رحمت اور عظیم مغفرت کی خوشخبری دے دیجیے کہ انھیں اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے، وہ تو اپنے بندوں کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، اس لیے کہ وہ بڑا معاف کرنے والا، بے حد مہربان ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴾ [الفرقان : ٦٨ تا ٧١] ’’اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ مشرکوں نے بہت سے قتل کیے تھے اور وہ زنا کا ارتکاب بھی کثرت سے کر چکے تھے، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے، یہ جو آپ فرماتے ہیں اور جس دین کی طرف آپ (ہمیں) بلاتے ہیں وہ سب اچھا ہے، مگر آپ ہمیں یہ بتائیں کہ اب تک ہم جو گناہ کر چکے ہیں کیا وہ (اسلام قبول کرنے سے) معاف ہو جائیں گے؟ (اگر ایسا ہے تو ہم آپ کی دعوت پر غور کریں) چنانچہ اس وقت (سورۂ فرقان کی) یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾ [الفرقان : ٦٨] ’’اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔‘‘ اور (سورۂ زمر کی) یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ﴾ [الزمر : ٥٣] ’’کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ يا عبادي الذين أسرفوا ...... الخ ﴾ : ٤٨١٠۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب کون الإسلام يهدم ما قبله ...... الخ : ١٢٢]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم سے پہلے (زمانے میں) ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کیے تھے۔ اس نے دریافت کیا کہ اس زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے ایک راہب

کی طرف رہنمائی کی۔ چنانچہ وہ شخص راہب کے پاس حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ میں ننانوے قتل کر بیٹھا ہوں تو کیا اب میری توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟ راہب نے کہا، تیری توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ (ناامیدی پر مشتعل ہو کر) اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور سو قتل پورے کر دیے۔ اس نے پھر لوگوں سے پوچھا، زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے ایک عالم کا بتا دیا اور اس نے اس عالم کے پاس جا کر کہا کہ میں نے سو قتل کیے ہیں، تو کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا، ہاں! ہو سکتی ہے، تیرے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟ تو فلاں علاقے میں چلا جا، وہاں کچھ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، تو بھی جا کر ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اپنے علاقے میں لوٹ کر نہ آنا، یہ برا علاقہ ہے۔ چنانچہ وہ اس علاقے کی طرف چل دیا، مگر جب آدھے راستے میں پہنچا تو اسے موت نے آ لیا۔ اب اس کے بارے میں عذاب کے فرشتوں اور رحمت کے فرشتوں میں تکرار ہونے لگی۔ رحمت کے فرشتے کہنے لگے، یہ توبہ کر کے اور اللہ کی طرف رجوع کر کے آ رہا ہے، مگر عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ اس نے تو کبھی کوئی نیکی نہیں کی۔ بہر حال وہاں ایک اور فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا، جسے انھوں نے فیصلہ کرنے کے لیے ثالث مقرر کر لیا۔ اس نے کہا، دونوں مقامات سے (اس کی لاش تک کا) فاصلہ ناپو اور جس زمین کے قریب ہو وہیں کا تصور کرو۔ چنانچہ جب فرشتوں نے فاصلہ ناپا تو وہ اس زمین سے جس کا وہ ارادہ کر کے نکلا تھا (بقدر ایک بالشت زیادہ) قریب تھا۔ الغرض، رحمت کے فرشتوں نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل و إن كثر قتله : ۲۷٦٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ایک بندے نے گناہ کیا اور کہا کہ اے اللہ! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور وہ گناہ پر مؤاخذہ کرتا ہے۔ اس نے پھر گناہ کیا اور کہا اے میرے رب! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا اور اس پر مؤاخذہ کرتا ہے۔ اس نے پھر گناہ کیا اور کہا اے میرے رب! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے، جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے۔ (اے بندے!) اب تو جو چاہے عمل کر میں نے تجھے بخش دیا۔'' [مسلم، كتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب و إن تكررت الذنوب و التوبة : ۲۷٥٨]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے، جو ایک بے آب و گیاہ ہلاکت خیز میدان میں اپنے اس اونٹ کے ساتھ ہو جس پر اس کا کھانا اور پانی لدا ہے۔ وہ وہاں سو جائے اور جب جاگے تو اپنا اونٹ نہ پائے۔ پھر اسے تلاش کرے، یہاں تک کہ اسے پیاس لگ جائے۔ پھر کہے کہ میں جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ جاؤں اور وہیں سو جاؤں اور مر جاؤں۔ پھر مرنے

کے لیے اپنا سر اپنی کلائی پر رکھے (اور سو جائے)، پھر جاگے تو اپنا اونٹ اپنے پاس پائے، اس پر اس کا زادِ سفر، اس کا کھانا اور پانی بھی ہو، تو اللہ تعالیٰ کو مومن بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی اس شخص کو اپنے اونٹ اور توشہ ملنے سے ہوتی ہے۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب فی الحض علی التوبة و الفرح بھا : ۲۷۴۴]

سیدنا جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص نے کہا، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں آدمی کو نہیں بخشے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کون ہے جو میری قسم کھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا؟ اب میں نے اسے تو بخش دیا مگر تیرے اعمال کو ضائع کر دیا۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب النھی عن تقنیط الإنسان من رحمة اللہ تعالٰی : ۲۶۲۱]

وَ اَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

''اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے مطیع ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے، پھر تمھاری مدد نہیں کی جائے گی۔ اور اس سب سے اچھی بات کی پیروی کرو جو تمھارے رب کی جانب سے تمھاری طرف نازل کی گئی ہے، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تم سوچتے بھی نہ ہو۔ (ایسا نہ ہو) کہ کوئی شخص کہے ہائے افسوس! اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کی جناب میں کی اور بے شک میں تو مذاق کرنے والوں سے تھا۔ یا کہے کہ اگر واقعی اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور پرہیز گاروں میں سے ہوتا۔ یا کہے جب وہ عذاب دیکھے کاش! واقعی میرے لیے ایک بار لوٹنا ہو تو میں نیک عمل کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔''

اللہ تعالیٰ نے حد سے تجاوز کرنے والے اپنے جن بندوں کو عام مغفرت کی خوشخبری دی، انھیں حکم دیا کہ وہ توبہ کریں اور ہر حال میں اس کی طرف رجوع کریں، اسی کی اطاعت و بندگی میں لگے رہیں اور اس دن کے عذاب سے ڈرتے رہیں جس دن ان کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوگا اور قرآن کریم میں وارد احکام کی اطاعت کریں۔ اللہ نے اس میں جن چیزوں کو حلال قرار دیا ہے انھیں حلال سمجھیں اور جنھیں حرام قرار دیا ہے انھیں حرام سمجھیں، قبل اس کے کہ عذابِ الٰہی انھیں اچانک اپنے گھیرے میں لے لے اور انھیں اس کا احساس بھی نہ ہو۔ روزِ قیامت اہل جرائم، جنھیں دنیا میں توبہ کی توفیق نہیں ہوتی تھی، مارے حسرت کے کفِ افسوس ملیں گے اور کہیں گے، ہائے افسوس! ہم تو دنیا میں اللہ کے دین اور

روزِ قیامت کا مذاق اڑاتے تھے، یا کہیں گے، اے کاش! ہمیں اللہ نے اسلام کی ہدایت دی ہوتی تو ہم متقیوں میں سے ہوتے اور کفر کا ارتکاب نہ کرتے۔ یا جب عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو کہیں گے، اے کاش! مجھے دنیا میں لوٹا دیا جاتا تو ہم بھی ان مومنوں جیسے بن جاتے جنھوں نے ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کی اور آج کے دن اپنے رب کے حضور سرخرو ہوتے۔

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَ اسْتَكْبَرْتَ وَ كُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴿۵۹﴾

”کیوں نہیں، بے شک تیرے پاس میری آیات آئیں تو تو نے انھیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے تھا۔“

اللہ تعالیٰ ان اہل جرائم کی تردید کرے گا اور کہے گا کہ بات ویسی نہیں جیسی تم کہہ رہے ہو، تمھارے سامنے تو قرآن کریم کی آیات کی تلاوت کی جاتی رہی، لیکن تم نے ان کی تکذیب کی، کبر و عناد سے کام لیا اور کفر کی راہ اختیار کی۔

وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ﴿۶۰﴾ وَ يُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴿۶۱﴾

”اور قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ وہ لوگ جنھوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا جہنم میں ان متکبروں کے لیے کوئی ٹھکانا نہیں؟ اور اللہ ان لوگوں کو جو ڈر گئے، ان کے کامیاب ہونے کی وجہ سے نجات دے گا، نہ انھیں برائی پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

جو مجرم دنیا میں اللہ کے بارے میں افترا پردازی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے شریک ہیں، اس کی بیوی اور اس کی اولاد ہے، روزِ محشر جب عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور اللہ ان کی ان افترا پردازیوں پر شدید غضب ناک ہوگا تو رعب و دہشت کی شدت سے ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ آج جو لوگ تکبر کی وجہ سے ایمان اور عمل صالح کی راہ اختیار نہیں کرتے، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [یونس : ۲۷] ”اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں، کسی بھی برائی کا بدلہ اس جیسا ہوگا اور انھیں بڑی ذلت ڈھانپے گی، انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، گویا ان کے چہروں پر رات کے بہت سے ٹکڑے اوڑھا دیے گئے ہیں، جبکہ وہ اندھیری ہے۔ یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

جو لوگ شرک و معاصی سے بچتے ہیں اور اطاعت و بندگی کی راہ اختیار کرتے ہیں، انھیں اللہ جہنم سے نجات دے گا اور جنت میں داخل کر کے اپنی نعمتوں سے نوازے گا۔ انھیں میدانِ محشر میں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور دنیا میں جو کچھ چھوڑ کر آئے تھے اس کا انھیں کوئی غم نہیں ہوگا۔ جنت اور اس کی نعمتوں کو پا کر ماضی کی تمام باتیں بھول جائیں گے، جیسا کہ ارشاد

فرمایا: ﴿ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۚ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴾ [مریم: ۷۱، ۷۲] ''اورتم میں سے جو بھی ہے اس پر وارد ہونے والا ہے۔ یہ ہمیشہ سے تیرے رب کے ذمے قطعی بات ہے، جس کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو ڈر گئے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۙ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۚۙ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۚۙ كَذٰلِكَ ۫ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۭ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ۙ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَ وَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴾ [الدخان: ۵۱ تا ۵۶] ''بے شک متقی لوگ امن والی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ وہ باریک ریشم اور گاڑھے ریشم کا لباس پہنیں گے، اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اسی طرح ہوگا اور ہم ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیں گے، جو بڑی آنکھوں والی ہیں۔ وہ اس میں ہر پھل بے خوف ہو کر منگوا رہے ہوں گے۔ وہ اس میں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے، مگر وہ موت جو پہلی تھی اور وہ انھیں بھڑکتی آگ کے عذاب سے بچائے گا۔''

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۫ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

''اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ اسی کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہی تمام چیزوں کا خالق و مالک، ان کا پالن ہار، ان میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے والا اور ان کا محافظ و نگران ہے، اس کی قدرت بے پایاں اور اس کا علم لامحدود ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [یونس: ۳] ''بے شک تمھارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ کوئی سفارش کرنے والا نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد، وہی اللہ تمھارا رب ہے، سو اس کی عبادت کرو۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴾ [السجدة: ۴، ۵] ''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، اس کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

وہ آسمان سے زمین تک (ہر) معاملے کی تدبیر کرتا ہے، پھر وہ (معاملہ) اس کی طرف ایسے دن میں اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ہزار سال ہے، اس (حساب) سے جو تم شمار کرتے ہو۔"

آگے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی چابیاں اسی کے پاس ہیں، اس لیے عبادت کا صرف وہی حق دار ہے اور دستِ سوال دراز کیا جائے تو صرف اس کے سامنے۔ قیامت کے دن حقیقی خسارہ اٹھانے والے وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں قرآن کریم اور ان نشانیوں کا انکار کرتے ہیں جو اللہ کی ذات وصفات اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴾ [سبا : ۲۲] "کہہ دے پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔"

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝۶۴

"کہہ دے پھر کیا تم مجھے غیر اللہ کے بارے میں حکم دیتے ہو کہ میں (ان کی) عبادت کروں اے جاہلو!"

یہ کفار کی اس دعوت کے جواب میں ہے جو وہ پیغمبر اسلام ﷺ کو دیا کرتے تھے کہ بتوں کی پرستش تمھارے آبا واجداد کا دین ہے، اس لیے تم اپنے رب کی عبادت کرو اور بتوں کی بھی عبادت کرو، ہم بھی تمھاری خاطر تمھارے رب کی عبادت کریں گے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ مشرکین کی اس رائے کی پوری صراحت کے ساتھ تردید کر دیں اور کہہ دیں کہ اے نادانو! کیا تم غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے ہو؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۶۵

"اور بلاشبہ یقیناً تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے کہ بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ کو اور آپ سے پہلے تمام انبیاء کو بذریعہ وحی یہ بات بتا دی گئی تھی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ ان لوگوں میں سے ہو جائیں گے جو قیامت کے دن حقیقی خسارہ اٹھانے والے ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۸۸] "اور اگر یہ لوگ شریک بناتے تو یقیناً ان سے ضائع ہو جاتا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شریکوں سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں۔ جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کیا تو میں اسے اور اس کے شریک کو چھوڑ دیتا ہوں۔'' [مسلم، كتاب الزهد، باب تحريم الرياء : ۲۹۸۵]

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

''بلکہ اللہ ہی کی پھر عبادت کر اور شکر کرنے والوں سے ہو جا۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ صرف اللہ کی عبادت کیجیے اور توحید و نبوت اور دعوت و رسالت جیسی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے رہیے۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم ہو گیا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کر دی ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب إكثار الأعمال والاجتهاد فى العبادة : ۲۸۱۹۔ بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ ليغفر الله لك ما تقدم ...... الخ ﴾ : ٤٨٣٦]

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾

''اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق ہے، حالانکہ زمین ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہو گی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بنا رہے ہیں۔''

مشرکین کی جہالت و نادانی بیان کی جا رہی ہے کہ وہ اللہ کی حقیقی قدر و منزلت کا تصور ہی نہیں کر سکے، اسی لیے تو اس کے سوا دوسروں کو معبود سمجھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ وہ بھی بتوں کی پرستش کریں۔ اس کی ذات تو وہ قادر مطلق ذات ہے کہ زمین اپنی عظمت و وسعت کے باوجود قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہو گی اور ساتوں آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔ اس دن وہ پورے جلال میں ہو گا اور کہے گا، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں وہ جو دنیا میں بادشاہ کہلاتے تھے؟ تو جو ذات ایسی ہو اور جو ایسی عظیم قدرت کی مالک ہو وہی تمام عبادتوں کی مستحق ہے، اس کے علاوہ جھوٹے معبودوں کی پرستش جرم عظیم ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں فرمایا کہ وہ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے اور وہ مشرکوں کے شرک سے بالا تر ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کا ایک عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے

محمد! ہم (اپنی کتابوں میں یہ لکھا ہوا) پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمینوں کو ایک انگلی پر، درختوں کو ایک انگلی پر، پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر اور (باقی دیگر) ساری مخلوقات کو ایک انگلی پر اٹھائے گا، پھر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے، یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں، گویا آپ نے اس عالم کی تصدیق کی، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [الزمر : ٦٧] ”اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق ہے، حالانکہ زمین ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہو گی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بنا رہے ہیں۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ وما قدروا الله حق قدره ﴾ : ٤٨١١۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار : ٢٧٨٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ زمین کو ایک مٹھی میں لے لے گا اور آسمانوں کو دائیں ہاتھ پر لپیٹ لے گا اور پھر فرمائے گا، میں ہوں بادشاہ، کہاں ہیں وہ زمین کے بادشاہ؟“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ والأرض جميعا قبضتة يوم القيامة......الخ ﴾ : ٤٨١٢۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار : ٢٧٨٧]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ دے گا اور انھیں دائیں ہاتھ میں پکڑ لے گا، پھر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جبار اور کہاں ہیں متکبرین؟ پھر اپنے بائیں (یعنی دوسرے) ہاتھ پر زمینوں کو لپیٹ لے گا اور فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جبار اور کہاں ہیں متکبرین؟“ [مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة و الجنة و النار : ٢٧٨٨]

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾

”اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔“

بعض مفسرین کے نزدیک صور تین بار پھونکا جائے گا اور بعض کے نزدیک دو بار، جبکہ یوم آخرت سے متعلق قرآن کریم کی آیات کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صور چار بار پھونکا جائے گا، پہلی پھونک سے سارے لوگ فنا ہو جائیں گے، دوسری سے سارے لوگ زندہ ہو کر میدانِ محشر میں جمع ہو جائیں گے، تیسری پھونک کا ذکر ان آیات میں ہے، جس کے اثر سے لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے، جبکہ چوتھی پھونک کے زیر اثر تمام لوگ رب العالمین کے حضور حساب کے

لیے خشوع وخضوع کے ساتھ کھڑے ہو جائیں گے اور اپنے اپنے انجام کا انتظار کرنے لگیں گے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص اور یہودیوں میں سے ایک شخص کے درمیان تکرار ہوئی۔ مسلمان نے کہا، اس ذات کی قسم، جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان والوں میں سے منتخب کیا! یہودی نے کہا، اس ذات کی قسم، جس نے موسیٰ علیہ السلام کو سارے جہان والوں میں سے منتخب کیا! یہ سننا تھا کہ مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے چہرے پر ایک طمانچہ جڑ دیا۔ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور سارا واقعہ بیان کیا، جو اس کے اور مسلمان کے درمیان بیتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دیا کرو، کیونکہ (قیامت کے دن جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو) سب لوگ بے ہوش جائیں گے، پھر (دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو) سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔ میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایا پکڑے ہوئے کھڑے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ بے ہوش ہو کر مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے ہوں گے، یا ان لوگوں میں داخل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) مستثنیٰ فرما دیا ہے۔'' [مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسٰی صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۶۰/۲۳۷۳]

یعقوب بن عاصم بن عروہ بن مسعود ثقفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا، ان کے پاس ایک شخص آیا، اس نے کہا، کیا آپ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اتنے اتنے وقت تک قیامت آ جائے گی؟ آپ نے (ناراض ہو کر) فرمایا، سبحان اللہ، یا فرمایا، لا الٰہ الا اللہ، یا ان کی مثل کوئی اور کلمہ کہا اور فرمایا، جی تو چاہتا ہے کہ تم سے کبھی کوئی حدیث بیان نہ کروں، میں نے تو کہا تھا کہ تم جلد ہی ایک بڑا حادثہ دیکھو گے، جو گھر کو جلا دے گا اور وہ ضرور بضرور واقع ہو گا، پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں دجال آئے گا اور وہ چالیس تک رہے گا۔ میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا۔ وہ شکل وصورت میں عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ جیسے ہوں گے۔ وہ دجال کو تلاش کر کے قتل کر دیں گے۔ پھر سات سال تک لوگ اس طرح ملے جلے رہیں گے کہ ساری دنیا میں دو شخصوں کے درمیان بھی آپس میں رنجش وعداوت نہیں ہو گی۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا چلائے گا اور یہ ہوا زمین پر موجود ہر اس شخص کی جان قبض کر لے گی جس کے دل میں رتی برابر بھی ایمان یا بھلائی ہوئی، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی پہاڑ کی غار میں بھی داخل ہوا تو یہ ہوا بھی داخل ہو کر اس کی جان نکال لے گی۔ پھر تو بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے، جو اپنے کمینہ پن میں پرندوں کی مثل ہلکے اور اپنی بے وقوفی میں درندوں کی مثل بے وقوف ہوں گے، نہ اچھائی کو اچھائی سمجھیں گے نہ برائی کو برائی جانیں گے۔ شیطان ایک صورت بن کر ان کے پاس آئے گا اور کہے گا، تم (میرا) کہا کیوں نہیں مانتے؟ وہ کہیں گے کہ تم ہمیں کیا حکم دیتے ہو؟ تو شیطان انھیں بتوں کی عبادت کا حکم

دے گا۔ چنانچہ وہ (اس کے بہکاوے میں آ کر) بت پرستی شروع کر دیں گے، اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ ان کی روزی اور معاش میں کشادگی عطا فرمائے گا۔ پھر صور پھونک دیا جائے گا اور جو بھی اس کی آواز سنے گا وہ ایک طرف سے گردن جھکا دے گا اور دوسری طرف سے اٹھائے گا (یعنی بے ہوش ہو کر گر پڑے گا) اور سب سے پہلے اس کی آواز جس شخص کے کان میں پڑے گی یہ وہ ہوگا جو اپنا حوض ٹھیک کر رہا ہوگا، وہ فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑے گا، پھر تو ہر شخص بے ہوش ہو جائے گا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا، جو شبنم کی طرح ہوگی۔ اس سے لوگوں کے جسم اگ نکلیں گے۔ پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھنے لگیں گے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو۔ (پھر فرشتوں سے کہا جائے گا) انھیں ٹھہرالو کہ ان سے سوالات کیے جائیں گے۔ پھر فرمایا جائے گا کہ جہنم کا حصہ نکال لو۔ پوچھا جائے گا، کس قدر؟ جواب ملے گا، ہر ہزار سے نو سو ننانوے، یہی وہ دن ہوگا جب بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا کہ جب پنڈلی کھولی جائے گی۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب خروج الدجال و مکثه فی الأرض ...... الخ : ۲۹٤۰]

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو مرتبہ صور پھونکنے کے درمیان چالیس کی مدت ہوگی۔'' لوگوں نے کہا، اے ابو ہریرہ! کیا چالیس دن کی مدت ہوگی؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نہیں جانتا۔ لوگوں نے پھر پوچھا، کیا چالیس ماہ کی مدت ہوگی؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نہیں جانتا۔ لوگوں نے پھر پوچھا، کیا چالیس سال کی مدت ہوگی؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نہیں جانتا۔ (بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) ''پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا، جس سے لوگوں کے جسم اس طرح (زمین سے) اگ پڑیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب ما بین النفختین : ۲۹۵۵]

وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۶۹ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۷۰

''اور زمین اپنے رب کے نور کے ساتھ روشن ہو جائے گی اور لکھا ہوا (سامنے) رکھا جائے گا اور نبی اور گواہ لائے جائیں گے اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اور ہر شخص کو پورا پورا دیا جائے گا جو اس نے کیا اور وہ زیادہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔''

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جب مخلوق کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے ظاہر ہوگا، تو اس کی تجلی سے پورا میدانِ محشر روشن ہو جائے گا۔ لوگوں کے نامہ ہائے اعمال سامنے لائے جائیں گے اور انبیائے کرام علیہم السلام آگے آئیں گے، جو گواہ

دیں گے کہ انھوں نے اپنی اپنی امتوں کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی امت کے لوگ بھی آگے لائے جائیں گے، جو گواہی دیں گے کہ گزشتہ انبیاء نے اپنی اپنی امتوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کے درمیان پورے عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے گا، کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کو ان سے زیادہ جانتا ہے، اس لیے حساب میں کوئی ظلم و زیادتی نہیں ہوگی اور نہ اس میں کسی خطا، غلطی یا بھول چوک کا امکان ہوگا۔

وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ : سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ فرمائیں گے کہ اے میرے رب! میں بار بار تیری بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم نے لوگوں کو ہمارے احکام بتا دیے تھے؟ وہ کہیں گے، ہاں! پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کہ نوح علیہ السلام نے تم کو میرا حکم پہنچایا تھا (یا نہیں)؟ تو وہ کہیں گے، ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا (یعنی پیغمبر) نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے، تیرا کوئی گواہ ہے؟ وہ عرض کریں گے، محمد (ﷺ) اور ان کی امت کے لوگ (میرے گواہ) ہیں۔ پھر اس امت کے لوگ گواہی دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے اللہ کا پیغام اپنی امت کو پہنچا دیا تھا۔“ [بخاری، کتاب التفسير، باب قوله تعالى : ﴿ و كذلك جعلنا كم أمة وسطًا ...... الخ ﴾ : ٤٤٨٧]

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ٤٧] ”اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ٤٠] ”بے شک اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔“

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے منجملہ دیگر روایات قدسیہ کے یہ بھی فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ دی ہیں اور ظاہر کر دیا ہے کہ یہ نیکی ہے اور یہ برائی ہے۔ سو جس نے نیکی کا محض ارادہ ہی کیا اور ابھی عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں پوری نیکی لکھے گا اور جس نے نیکی کا ارادہ کر کے عمل بھی کیا تو اس کے نامۂ اعمال میں دس سے سات سو تک بلکہ اور دگنی تگنی جتنی چاہے گا نیکیاں رقم فرما دے گا اور جس نے برائی کا ارادہ کیا لیکن (اللہ تعالیٰ سے ڈر کر) اس کا ارتکاب نہیں کیا تو اس کے لیے بھی وہ ایک پوری نیکی کا ثواب لکھے گا اور جس نے ارادہ کر کے برائی کر بھی لی تو اس کے لیے صرف ایک ہی گناہ لکھے گا۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب من هم بحسنة أو بسيئة : ٦٤٩١۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب إذا هم العبد بحسنة كتبت ...... الخ : ١٣١]

وَ سِيۡقَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوۡهَا فُتِحَتۡ اَبۡوَابُهَا وَقَالَ لَهُمۡ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِ رَبِّكُمۡ وَيُنۡذِرُوۡنَكُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا ؕ قَالُوۡا بَلٰى وَلٰكِنۡ حَقَّتۡ كَلِمَةُ الۡعَذَابِ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۷۱﴾ قِيۡلَ ادۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ فَبِئۡسَ مَثۡوَى الۡمُتَكَبِّرِيۡنَ ﴿۷۲﴾

”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے کیا تمھارے پاس تم میں سے کچھ رسول نہیں آئے جو تم پر تمھارے رب کی آیات پڑھتے ہوں اور تمھیں تمھارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ کہیں گے کیوں نہیں، اور لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہو گئی۔ کہا جائے گا جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے، پس وہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔“

فرمایا کہ کافروں کو فرشتے بڑی سختی کے ساتھ ڈانٹتے ہوئے، جماعتوں کی شکل میں جہنم کی طرف زبردستی ہانک کر لے جائیں گے اور ان کے وہاں پہنچتے ہی فوراً جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے، تاکہ انھیں عذاب دیے جانے میں کوئی تاخیر نہ ہو۔ پھر جہنم کے سخت دل اور سخت لہجہ داروغے بطور زجر و توبیخ ان سے کہیں گے کہ کیا تمھارے پاس تم میں سے اللہ کے پیغامبر نہیں آئے تھے، جو تمھارے رب کی آیتیں پڑھ کر تمھیں سمجھاتے، اتباع حق کی دعوت دیتے اور آج کے دن کے عذاب سے ڈراتے؟ تو اہل جہنم کہیں گے کہ ہاں آئے تھے، انھوں نے ہمیں ڈرایا تھا اور دلائل و براہین کے ذریعے سے ایمان و عمل کی دعوت دی تھی، لیکن ہم نے اپنی بدبختی کی وجہ سے ان کی تکذیب کی اور ان کی مخالفت کی۔ تو پھر ان سے کہہ دیا جائے گا کہ تم لوگ جہنم کے ان دروازوں میں داخل ہو جاؤ، جو تمھارے لیے کھول دیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہنمی جہنم میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور جو لوگ کبر و غرور کی وجہ سے حق کی اتباع نہیں کرتے تھے ان کا بڑا ہی برا ٹھکانا ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۶﴾ اِذَاۤ اُلۡقُوۡا فِيۡهَا سَمِعُوۡا لَهَا شَهِيۡقًا وَّهِىَ تَفُوۡرُ ﴿۷﴾ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الۡغَيۡظِ ؕ كُلَّمَاۤ اُلۡقِىَ فِيۡهَا فَوۡجٌ سَاَلَهُمۡ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ نَذِيۡرٌ ﴿۸﴾ قَالُوۡا بَلٰى قَدۡ جَآءَنَا نَذِيۡرٌ ۙ فَكَذَّبۡنَا وَقُلۡنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنۡ شَىۡءٍ ۖۚ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ كَبِيۡرٍ ﴿۹﴾ وَقَالُوۡا لَوۡ كُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا كُنَّا فِىۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ ﴿۱۰﴾ فَاعۡتَرَفُوۡا بِذَنۡۢبِهِمۡ ۚ فَسُحۡقًا لِّاَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ ﴾ [الملك : ٦ تا ١١] ”اور خاص ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا، جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے، اس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے جیسی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہو گی۔ قریب ہو گی کہ غصے سے پھٹ

جائے۔ جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو ایک بڑی گمراہی میں ہی پڑے ہوئے ہو۔ اور وہ کہیں گے اگر ہم سنتے ہوتے، یا سمجھتے ہوتے تو بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔ پس وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے، سو دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے۔''

قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ۭ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴾ [الحجر : ٤٢ تا ٤٤] ''بے شک میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں، مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلے۔ اور بلاشبہ جہنم ضرور ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک تقسیم کیا ہوا حصہ ہے۔''

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝

''اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے، اس حال میں کہ اس کے دروازے کھول دیے گئے ہوں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے، پس اس میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ رہنے والے۔''

یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کو ان کی خدمت پر متعین فرشتے نہایت تزک و احتشام کے ساتھ جنت کی طرف لے جائیں گے اور جب وہاں پہنچیں گے تو جنت کے دروازوں کو اپنے استقبال میں پہلے سے کھلا ہوا پائیں گے۔ فرشتے انھیں سلام کریں گے اور کہیں گے، اب آپ لوگ تمام آفات و بلیات سے امن میں آ گئے۔ آپ لوگوں کی زندگیاں دنیا میں شرک و معاصی کی آلائشوں سے پاک تھیں، اس لیے جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے، ان کے بعد جو لوگ داخل ہوں گے ان کے چہرے سب سے زیادہ چمکتے ستارے کی طرح روشن ہوں گے۔ ان کے دل ایک ہی آدمی کے دل جیسے ہوں گے، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور نہ (آپس میں) بغض ہوگا۔ ہر ایک کو دو دو بیویاں ملیں گی، ان کی پنڈلی کا گودا ان کے حسن کے باعث گوشت کے باہر سے دکھائی دے گا۔ جنتی صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوں گے۔ وہ نہ کبھی بیمار ہوں گے اور نہ ان کی ناک سے

رینٹ خارج ہوگا اور نہ وہ تھوکیں گے۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے، کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں میں الوہ (یعنی عود ہندی) سلگتا رہے گا۔" [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة و أنها مخلوقة : ٣٢٤٦۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في صفات الجنة و أهلها ...... الخ : ٢٨٣٤/١٧]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کی ایک جماعت جو ستر ہزار کی تعداد میں ہوگی، پہلے پہل (بغیر حساب کے) جنت میں داخل ہوگی، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔" یہ سن کر عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے اپنی دھاری دار چادر سنبھالتے ہوئے درخواست کی، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انھی میں سے کر دے۔ آپ نے دعا کی: "اے اللہ! اسے بھی انھی میں سے کر دے۔" پھر ایک انصاری نے بھی یہی عرض کی، آپ نے فرمایا: "(اب نہیں) عکاشہ تجھ پر سبقت لے گیا ہے۔" [مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب ولا عذاب: ٢١٦/٣٦٩]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت والی مطول حدیث میں بیان فرماتے ہیں: "پھر کہا جائے گا، اے محمد! اپنی امت میں سے جن پر حساب نہیں انھیں جنت کے دروازوں میں سے دائیں دروازے سے جنت میں لے جاؤ اور یہ لوگ دوسرے دروازوں میں بھی باقی لوگوں کے ساتھ شریک ہیں (یعنی یہ ان دروازوں سے بھی داخل ہو سکتے ہیں، لیکن یہ دروازہ ان کے لیے خاص ہے) اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! جنت کی چوکھٹ اتنی بڑی وسعت والی ہے، جتنا فاصلہ مکہ اور ہجر کے درمیان ہے، یا جتنا فاصلہ مکہ اور بصریٰ کے درمیان ہے۔" [مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ١٩٤]

حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْهَا : یعنی پل صراط عبور کرنے کے بعد جب وہ جنت کے دروازوں کے پاس پہنچ جائیں گے تو آپس میں مشورہ کریں گے کہ کون ان کے لیے جنت میں داخل ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرے۔ تو صحیح مسلم کی ایک حدیث (۱۹۵) کے مطابق وہ آدم، پھر نوح، پھر ابراہیم، پھر موسیٰ، پھر عیسیٰ، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کا دروازہ کھلوائیں گے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں جنت کے بارے میں سب سے پہلا سفارش کرنے والا ہوں گا۔" [مسلم، كتاب الإيمان، باب في قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم أول الناس يشفع ...... الخ : ١٩٦]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت کے دروازے پر سب سے پہلے میں دستک دوں گا۔" [مسلم، كتاب الإيمان، باب في قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم : أنا أول الناس يشفع ...... الخ : ١٩٦/٣٣١]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آ کر اسے کھلواؤں گا، تو خازن پوچھے گا، تم کون ہو؟ میں کہوں گا، میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ خازن کہے گا، مجھے یہی حکم دیا گیا

کہ میں آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قول النبی ﷺ : أنا أول الناس یشفع ...... الخ : ۱۹۷]

وَفُتِحَتۡ أَبۡوَٰبُهَا : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص (اپنے مال میں سے) اللہ تعالیٰ کے راستے میں (کسی چیز کا) جوڑا خرچ کرے گا تو اسے جنت کے (سب) دروازوں میں سے پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے یہ (دروازہ) بہتر ہے۔ سو جو شخص نماز ادا کرنے والوں میں سے ہوگا اسے ’’باب الصلاۃ‘‘ سے پکارا جائے گا اور جو شخص جہاد کرنے والوں میں سے ہوگا اسے ’’باب الجہاد‘‘ سے بلایا جائے گا اور جو شخص روزہ داروں میں سے ہوگا اسے ’’باب الریان‘‘ سے صدا دی جائے گی اور جو شخص صدقہ وزکوۃ ادا کرنے والوں میں سے ہوگا اسے ’’باب الصدقہ‘‘ سے آواز دی جائے گی۔‘‘ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، جس شخص کو جس دروازے سے بھی بلایا جائے اسے کوئی اور ضرورت باقی تو نہیں رہتی، لیکن کیا کوئی ایسا (سعادت مند) بھی ہوگا جسے جنت کے سارے دروازوں سے بلایا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم انھی میں سے ہوگے۔‘‘ [بخاری، کتاب الصوم، باب : الریان للصائمین : ۱۸۹۷۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل من ضم إلی الصدقة ...... الخ : ۱۰۲۷]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازے کا نام ’’الریان‘‘ ہے، اس میں سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔‘‘ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة أبواب الجنة : ۳۲۵۷]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم میں سے جو بھی وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے، پھر کہے: «أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ» ’’میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں‘‘ تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، وہ ان میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔‘‘ [مسلم، کتاب الطهارة، باب الذکر المستحب عقب الوضوء : ۲۳۴]

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۷۴﴾

’’اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں جگہ بنا لیں۔ سو عمل کرنے والوں کا یہ اچھا اجر ہے۔‘‘

جنت میں داخل ہوتے وقت اہل جنت کہیں گے کہ ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں جنت کا وارث بنایا اور ہم جس طرح چاہتے ہیں رہتے ہیں۔ دنیا میں ایمان اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(جنت کا) خیمہ کیا ہے، ایک کھوکھلا موتی ہے، جس کی بلندی اوپر کی طرف تیس میل ہے، اس کے ہر کونے میں مومن کی ایک بیوی ہوگی، جسے دوسرے نہیں دیکھ سکیں گے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۴۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک درخت ہے، جس کے سائے میں اگر سوار چلے تو سو برس تک چلتا رہے۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: ﴿ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴾ [الواقعة : ۳۰] ''اور ایسے سائے میں جو خوب پھیلا ہوا ہے'' اور جنت میں ایک کمان برابر جگہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا اور غروب ہوتا ہے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۵۲، ۳۲۵۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث معراج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر مجھے جنت میں داخل کر دیا گیا تو اس میں موتیوں کے قبے تھے اور اس کی مٹی کستوری تھی۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ إلی السموات و فرض الصلوات : ۱۶۳]

وَ تَرَى الْمَلٰٓىِٕكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾

''اور تو فرشتوں کو دیکھے گا عرش کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے جب یہ بتایا کہ وہ حساب کتاب کے بعد اہل جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں بھیج دے گا اور ہر ایک کو اس کے کیے کا بدلہ پورے عدل و انصاف کے ساتھ چکا دے گا، تو اب فرشتوں کے بارے میں خبر دی جا رہی ہے کہ وہ عرش کے چاروں طرف سر جھکائے اپنے رب کی پاکی اور بڑائی بیان کرنے میں لگے ہوں گے۔ جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے درمیان پورے عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے گا تو محشر کی کارگزاریاں ختم ہو جائیں گی، فرشتے اور جنت میں مقیم مومنین اللہ رب العالمین کا شکر بجا لائیں گے اور اس کی تعریف بیان کریں گے۔

سورة المؤمن مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

''اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے، جو سب پر غالب، ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، بہت سخت سزا والا، بڑے فضل والا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

حٰمٓ : مہلب بن ابی صفرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے بیان کیا جس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم پر شب خون مارا جائے تو تمھارا ''حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ'' ہونا چاہیے (کہ حم، ان دشمنوں کی مدد نہیں جائے گی)۔'' [أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب في الرجل ينادي بالشعار : ۲۵۹۷۔ ترمذي، كتاب الجهاد، باب ما جاء في الشعار : ۱۶۸۲]

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ ...... اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کتاب اس اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے جو اپنی تمام مخلوقات پر غالب ہے، کوئی بھی اس کے کسی ارادے اور حکم میں مداخلت کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔ وہ بڑا علم والا ہے، اپنی مخلوقات، ان کی نیتوں، ان کے اعمال اور ان کی ضروریات کو خوب جانتا ہے۔ وہ مغفرت چاہنے والوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ نافرمانوں اور کافروں کو سخت ترین سزا دینے پر قادر ہے اور مخلوقات پر خوب انعام و احسان کرنے والا بھی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، روزِ قیامت سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ نَبِّئْ عِبَادِيْۤ اَنِّيْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴾ [الحجر : ۴۹، ۵۰] ”میرے بندوں کو خبر دے دے کہ بے شک میں ہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔ اور یہ بھی کہ بے شک میرا عذاب ہی دردناک عذاب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ [الشوریٰ : ۲۵] ”اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمھیں فنا کر دے گا اور ایسے لوگ پیدا فرما دے گا جو گناہ (بھی) کریں گے اور پھر اللہ سے بخشش مانگیں گے، تو اللہ تعالیٰ انھیں بخش دے گا۔“ [مسلم، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار و التوبة : ۲۷۴۹]

مَا یُجَادِلُ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَلَا یَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِی الْبِلَادِ ۝

”اللہ کی آیات میں جھگڑا نہیں کرتے مگر وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، تو ان کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی وحدانیت، روزِ قیامت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر دلالت کرنے والی آیات میں وہی لوگ شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں اور باطل دلائل کے ذریعے سے حق کو دبانا چاہتے ہیں جو درحقیقت کافر ہوتے ہیں، اس لیے اے میرے نبی! ان کی دنیاوی نعمتوں اور صحت و عافیت کو دیکھ کر آپ دھوکے میں نہ پڑ جائیے کہ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے، بلکہ اس نے ان کی رسی ڈھیلی کر دی ہے کہ وہ کبر و غرور میں کس حد تک آگے بڑھتے ہیں؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴾ [آل عمران : ۱۹۶، ۱۹۷] ”تجھے ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے جنھوں نے کفر کیا۔ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا بچھونا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴾ [لقمٰن : ۲۴] ”ہم انھیں تھوڑا سا سامان دیں گے، پھر انھیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔“

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَ هَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ لِیَاْخُذُوْهُ وَ جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَیْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ وَ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝

”ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور ان کے بعد بھی کئی جماعتوں نے اور ہر امت نے اپنے رسول کے متعلق ارادہ کیا کہ اسے گرفتار کر لیں اور انھوں نے باطل کے ساتھ جھگڑا کیا، تاکہ اس کے ذریعے حق کو پھسلا دیں، تو میں نے انھیں

پکڑ لیا، پھر میری سزا کیسی تھی؟ اور اس طرح ان لوگوں پر تیرے رب کی بات ثابت ہوگئی جنھوں نے کفر کیا کہ بے شک وہی آگ والے ہیں۔“

کفارِ مکہ سے پہلے قوم نوح اور ان کے بعد قوم عاد و ثمود، قوم ابراہیم و لوط، اصحاب مدین اور فرعونیوں نے بھی اپنے اپنے رسولوں کو جھٹلایا اور ہر ایک نے انھیں قتل کرنا چاہا اور باطل دلائل کے ذریعے سے حق کی آواز کو دبانا چاہا، تو اللہ نے ان میں سے ہر ایک کو عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر دیا اور وہ عذاب بڑا شدید اور دردناک ہوتا تھا۔ اسی طرح کفارِ مکہ کے لیے بھی ان کے کفر و شرک پر اصرار کی وجہ سے اللہ کا عذاب ثابت ہو چکا ہے اور طے ہے کہ ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۚ وَعَادًا وَثَمُودَ وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَٰلِكَ كَثِيرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ ۖ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ﴾ [الفرقان : ۳۷ تا ۳۹] ”اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔“ اور فرمایا: ﴿ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ﴾ [محمد : ۱۰] ”تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور ان کافروں کے لیے بھی اسی جیسی (سزائیں) ہیں۔“

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا ۖ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿۷﴾

”وہ (فرشتے) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے ارد گرد ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، تو ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے اور انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا۔“

لیکن جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں اور انھوں نے تقویٰ اور عمل صالح کی راہ اختیار کر لی ہے، ان کا انجام بخیر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ فرشتے جنھوں نے عرشِ الٰہی کو تھام رکھا ہے اور دیگر فرشتے جنھیں رب العالمین کا قرب حاصل ہے، سب اپنے رب کی بڑائی بیان کرتے ہیں اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اس کے سوا

کوئی ان کا رب نہیں ہے۔ وہ ہر دم اسی کی عبادت میں لگے رہتے ہیں اور اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں۔ فرشتوں کی دعا کا ذکر ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الشوریٰ : ۵] ”آسمان قریب ہیں کہ اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو زمین میں ہیں، سن لو! بے شک اللہ ہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

مومنوں اور ان فرشتوں کے درمیان ایمان کا رشتہ ان سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ دنیا کے اہل ایمان انسانوں کے لیے رب العالمین کے عرش کے نزدیک دعا اور طلب استغفار کرتے رہیں۔ گویا یہ کام بھی ان کے دائمی وظیفے کا ایک حصہ ہے، جیسا کہ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتا ہے تو ایک فرشتہ (اس کی دعا پر آمین کہتا ہے اور) اس کے لیے دعا کرتا ہے کہ (اللہ) تجھے بھی یہی دے (جو تو اس مسلمان کے لیے اللہ سے مانگ رہا ہے)۔“ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب : ۲۷۳۲]

فرشتے کہتے ہیں، اے ہمارے رب! تیری رحمت ہر چیز کو شامل ہے اور تیرے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، تو اپنے ان بندوں کو معاف کر دے، جنھوں نے شرک سے توبہ کر کے اسلام کی راہ اختیار کر لی ہے، تو انھیں جہنم کی آگ سے بچا لے۔ اے ہمارے رب! تو انھیں عدن کے ان باغوں میں داخل کر دے جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے ساتھ ان کے آبا و اجداد، بیویوں اور اولاد کو بھی جنھوں نے نیکی اور اصلاح کی راہ اختیار کی، تاکہ دخول جنت سے انھیں جو خوشی حاصل ہوگی اس کی تکمیل ہو جائے۔ اے ہمارے رب! تو ہر چیز پر غالب ہے اور بڑی حکمتوں والا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ﴾ [الدھر : ۵ تا ۱۱] ”بلاشبہ نیک لوگ ایسے جام سے پییں گے جس میں کافور ملا ہوا ہوگا۔ وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پییں گے، وہ اسے بہا کر لے جائیں گے، خوب بہا کر لے جانا۔ جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہوگی۔ اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے ہیں) ہم تو صرف اللہ کے چہرے کی خاطر تمھیں کھلاتے ہیں، نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ یقیناً ہم اپنے رب سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو بہت منہ بنانے والا، سخت تیوری چڑھانے والا ہوگا۔ پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔“

رَبَّنَا وَ اَدۡخِلۡهُمۡ جَنّٰتِ عَدۡنِ ِۣالَّتِیۡ وَعَدۡتَّهُمۡ وَ مَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَ اَزۡوَاجِهِمۡ وَ ذُرِّیّٰتِهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ۙ﴿۸﴾ وَ قِهِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ وَ مَنۡ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوۡمَئِذٍ فَقَدۡ رَحِمۡتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۹﴾

''اے ہمارے رب! اور انھیں ہمیشہ رہائش والی ان جنتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کو بھی جو ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے لائق ہیں۔ بلاشبہ تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور انھیں برائیوں سے بچا اور تو جسے اس دن برائیوں سے بچا لے تو یقیناً تو نے اس پر مہربانی فرمائی اور یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔''

فرشتوں کی دعا کا بیان جاری ہے، فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو انھیں برے اعمال کی سزا سے بچا لے اور ان کے گناہوں پر پردہ ڈال دے۔ قیامت کے دن تو جسے برے اعمال کی جزا سے بچا لے گا، اسے ہی درحقیقت تیری رحمت ڈھانپ لے گی۔ آخر میں فرمایا کہ جہنم سے نجات اور دخولِ جنت ہی سب سے بڑی کامیابی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدۡخِلَ الۡجَنَّةَ فَقَدۡ فَازَ﴾ [آل عمران : ۱۸۵] ''پھر جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہو گیا۔'' اور فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّةِ ؕ﴿۷﴾ جَزَآؤُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّهٗ﴾ [البینة : ۷، ۸] ''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔'' اور فرمایا: ﴿اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ وَ لَا یُظۡلَمُوۡنَ شَیۡئًا ﴿ۙ۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدۡنِ ِۣالَّتِیۡ وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ عِبَادَهٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعۡدُهٗ مَاۡتِیًّا﴾ [مریم : ۶۰، ۶۱] ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔ ہمیشگی کے باغات میں، جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے (ان کے) بن دیکھے وعدہ کیا ہے۔ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر رہنے والا ہے۔''

اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا یُنَادَوۡنَ لَمَقۡتُ اللّٰهِ اَكۡبَرُ مِنۡ مَّقۡتِكُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ اِذۡ تُدۡعَوۡنَ اِلَی الۡاِیۡمَانِ فَتَكۡفُرُوۡنَ ﴿۱۰﴾

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا انھیں پکار کر کہا جائے گا کہ یقیناً اللہ کا ناراض ہونا بہت زیادہ تھا تمھارے اپنے آپ

پر ناراض ہونے سے، جب تمھیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے۔“

گزشتہ آیات میں ایمان والوں کی کامیابی کا ذکر تھا، اب ان آیات میں کافروں کی بربادی کا ذکر ہے۔ اہل جہنم جب عذاب کی سختیوں سے تنگ آ جائیں گے، ان کی شکلیں بدل جائیں گی اور ان کے چہرے جل کر وحشت ناک اور بدنما ہو جائیں گے، تو انھیں اپنے آپ سے نفرت ہو جائے گی۔ دنیا میں اپنی بداعمالیوں پر وہ اپنے آپ کو کوسنے لگیں گے اور جب فرشتے ان کی باتیں سنیں گے تو کہیں گے کہ دنیا میں تمھارے کفر و تکبر اور توحید و رسالت کا انکار کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو تم سے جو بغض و نفرت تھی، وہ اس سے کہیں زیادہ تھی جو آج عذابِ نار کی وجہ سے تمھیں اپنی ذات سے ہے۔

قیامت کے دن کافر کے غم و غصے کا یہ عالم ہو گا کہ وہ اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۞ يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۞ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا﴾ [الفرقان : ۲۷ تا ۲۹] ”اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا، کہے گا اے کاش! میں رسول کے ساتھ کچھ راستہ اختیار کرتا۔ ہائے میری بربادی! کاش کہ میں فلاں کو دلی دوست نہ بناتا۔ بے شک اس نے تو مجھے نصیحت سے گمراہ کر دیا، اس کے بعد کہ میرے پاس آئی اور شیطان ہمیشہ انسان کو چھوڑ جانے والا ہے۔“ الغرض اگر کسی انسان کو ایمان کی دعوت دی جائے اور وہ اس دعوت کو ٹھکرا دے تو اس سے اللہ تعالیٰ کو بہت غصہ آتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَى إِلَى الْإِسْلَامِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ [الصف : ۷] ”اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، جب کہ اسے اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ ۞ ذَلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ ۖ وَإِنْ يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا ۚ فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ۞

”وہ کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور تو نے ہمیں دو دفعہ زندہ کیا، سو ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، تو کیا نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟ یہ اس لیے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جب اس اکیلے اللہ کو پکارا جاتا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تھے، اب فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے جو بہت بلند، بہت بڑا ہے۔“

میدانِ محشر میں کفار جب اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو دوبارہ دنیا کی طرف لوٹنا چاہیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۸] ''تم کیسے اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تمھیں زندگی بخشی، پھر وہ تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۷] ''اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔''

جب یہ ظالم آتش دوزخ میں داخل ہو کر اس کی حرارت و تمازت کو چکھیں گے اور ہتھوڑوں اور بیڑیوں کو دیکھ لیں گے تو پھر اور بھی زیادہ شدت کے ساتھ دنیا کی طرف واپسی کے بارے میں اس طرح سوال کریں گے: ﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴾ [فاطر : ۳۷] ''اور وہ اس میں چلائیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال لے، ہم نیک عمل کریں گے، اس کے خلاف جو ہم کیا کرتے تھے۔ اور کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا حاصل کر لیتا اور تمھارے پاس خاص ڈرانے والا بھی آیا۔ پس چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے سوال سے پہلے اللہ کی عظمت و قدرت کا اعتراف کریں گے، اس امید سے کہ شاید ان کی بات مان لی جائے۔ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تو نے اپنی عظیم قدرت کے ذریعے سے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار زندہ کیا، یعنی ہم نطفوں کی شکل میں مردہ اپنے اپنے باپ کی پیٹھ میں تھے، تو نے ہمیں زندگی دی، پھر ہم نے موت کا مزہ چکھا اور پھر دوبارہ تو نے ہمیں زندہ کیا ہے۔ ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں، تو کیا ایسا ممکن ہے کہ تو دوبارہ ہمیں دنیا میں بھیج دے، تاکہ ہم نیک عمل کریں؟ تو ان کا سوال رد کر دیا جائے گا اور اللہ ان سے کہے گا کہ تمھاری خبیث فطرتیں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں، تمھیں تو دنیا میں جب ایک اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو انکار کر دیتے تھے اور جب اس کے ساتھ غیروں کو شریک بنایا جاتا تھا تو ان کے سامنے فوراً سر جھکا دیتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ [الزمر : ٤٥] ''اور جب اس اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس کے سوا ہیں تو اچانک وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں۔''

اس لیے اگر دوبارہ بھی تمھیں دنیا میں بھیج دیا جائے تو توحید باری تعالیٰ کا انکار کرو گے اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک ٹھہراؤ گے۔ تمھارے بارے میں عذاب کا حتمی فیصلہ ہو چکا ہے، نجات کی کوئی سبیل نہیں ہے، اب اپنے آپ کو کوسو اور اپنی بدبختی پر نوحہ کرو، لیکن ان سب باتوں سے اب کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور عذاب میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾

”وہی ہے جو تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمھارے لیے آسمان سے رزق اتارتا ہے اور اس کے سوا کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتا جو رجوع کرے۔“

فرمایا کہ اے اہل قریش! تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی توحید اور اپنی عظمت و قدرت کے عظیم دلائل تمھارے سامنے پیش کرتا ہے۔ وہی تو آسمان سے تمھارے لیے روزی بھیجتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی کہا کہ نصیحت تو وہ حاصل کرتا ہے جو گناہوں سے تائب ہوتا ہے اور ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴾ [الشوریٰ : ۱۳] ”اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی طرف راستہ اسے دیتا ہے جو رجوع کرے۔“

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

”پس اللہ کو پکارو، اس حال میں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہو، اگرچہ کافر برا مانیں۔“

اہل ایمان کو خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ تم خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور صرف اسی کو پکارو اور مشرکین کے مسلک و مذہب کی پوری پوری مخالفت کرو۔ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہر فرض نماز سے سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ » ”اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ گناہوں سے رکنا اور عبادت پر قدرت پانا صرف اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی (سچا) معبود نہیں اور ہم (صرف) اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ ہر نعمت کا مالک وہی ہے اور سارا فضل اسی کی ملکیت ہے، اسی کے لیے اچھی تعریف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہیں اگرچہ کافر برا مانئیں۔“ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ و بیان صفتہ : ۵۹۴]

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ۬ لَا يَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِ

الْقَهَّارِ ﴿١٦﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿١٧﴾

”وہ بہت بلند درجوں والا، عرش کا مالک ہے، اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی اتارتا ہے، تا کہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔ جس دن وہ صاف ظاہر ہوں گے، ان کی کوئی چیز اللہ پر چھپی نہ ہوگی۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ ہی کی جو ایک ہے، بہت دبدبے والا ہے۔ آج ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا، آج کوئی ظلم نہیں۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و کبریائی کو بیان کرتے ہوئے اپنے عرش عظیم کی بلندی کو بیان فرمایا ہے کہ وہ عالی مرتبہ اور عرش والا ہے، اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے وحی بھیج کر اپنا رسول بنا لیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ﴿٢﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [النحل : ۲، ۳] ”وہ فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے کہ خبردار کر دو کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو مجھ سے ڈرو۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔ وہ اس سے بہت بلند ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿١٩٣﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴾ [الشعرآء : ۱۹۲ تا ۱۹۴] ”اور بے شک یہ یقیناً رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ تیرے دل پر، تا کہ تو ڈرانے والوں سے ہو جائے۔“

آگے وحی کا مقصد بیان فرمایا کہ وہ لوگوں کو اس دن سے ڈرائے جب اہل زمین آسمان والوں سے ملیں گے اور بندے اپنے خالق کے سامنے حاضر ہوں گے۔ جس دن تمام لوگ اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے اور ان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں ہوگی۔ جب تمام مخلوقات کی روحیں قبض کر لی جائیں گی اور اللہ کے سوا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ تین بار کہے گا، آج بادشاہت کس کی ہے؟ پھر خود ہی جواب دے گا، اس اللہ کی ہے جو تنہا ہے اور جو ہر چیز پر قاہر و غالب ہے۔ جس دن ہر شخص کو عدل الٰہی کے مطابق اس کے کیے کا بدلہ چکا دیا جائے گا۔ اس دن کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَىِٕذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴾ [الحاقة : ۱۸] ”اس دن تم پیش کیے جاؤ گے، تمھاری کوئی چھپی ہوئی بات چھپی نہیں رہے گی۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم اللہ سے ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کیے ہوئے ملو گے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر : ۶۵۲۵]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس

سے اللہ قیامت کے دن بغیر ترجمان کے گفتگو نہ کرے۔ پھر وہ شخص اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے کوئی چیز دکھائی نہیں دے گی، وہ پھر اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے دوزخ دکھائی دے گی، تو تم میں سے جو کوئی بھی دوزخ سے بچ سکتا ہے تو وہ بچے، اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی۔" [بخاری، کتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب : ۶۵۳۹۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقة ...... الخ : ۱۰۱۶]

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو ایک مٹھی میں لے لے گا اور آسمانوں کو داہنے ہاتھ پر لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ والأرض جميعًا قبضته...... الخ ﴾ : ۴۸۱۲۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفة القیامة ...... الخ : ۲۷۸۷]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ لے گا اور انھیں اپنے دائیں ہاتھ میں لے گا، پھر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جابر اور کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟ پھر اپنے بائیں (یعنی دوسرے) ہاتھ پر زمین کو لپیٹ لے گا اور فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جابر اور کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟" [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفة القیامة و الجنة و النار : ۲۷۸۸]

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَھُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۲۵] "پھر کیا حال ہوگا جب ہم انھیں اس دن کے لیے جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کرنا اپنے آپ پر بھی حرام کر رکھا ہے اور تمھارے درمیان بھی حرام کر رکھا ہے، سو تم میں سے بھی کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ اے میرے بندو! یہ تو تمھارے اعمال ہیں، جنھیں میں شمار کرتا رہتا ہوں اور پھر ان کا تمھیں پورا پورا بدلہ دوں گا، لہٰذا جو شخص بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے سوا پائے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔" [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ڛ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ۝۱۸

"اور انھیں قریب آنے والی گھڑی کے دن سے ڈرا جب دل گلوں کے پاس غم سے بھرے ہوں گے، ظالموں کے لیے نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنی قوم کو قیامت کے دن سے ڈرائیے، جو بہت ہی قریب آ چکا ہے، تا کہ وہ شرک و معاصی کا ارتکاب کر کے اس دن کے عذاب کے مستحق نہ بن جائیں۔ اس دن لوگوں کے دلوں پر ایسا خوف و رعب طاری ہوگا کہ دل حلق تک پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے نافرمان لوگ دنیا میں اپنے کیے ہوئے برے کرتوتوں کی وجہ سے غم سے نڈھال ہوں گے۔ ان پر مکمل سکوت طاری ہوگا، شرک و معاصی کرنے والوں کا اس دن نہ کوئی رشتہ دار ہوگا اور نہ کوئی مونس و غم خوار اور نہ کوئی سفارشی ہوگا۔ گویا کہ قیامت کا دن بہت ہی خوف ناک ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ [الحج : ۱، ۲] ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔“ خوف کی وجہ سے دل دھڑک رہے ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۝ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴾ [النازعات : ۸، ۹] ”کئی دل اس دن دھڑکنے والے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔“

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم لوگ (قیامت کے دن) ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کیے ہوئے جمع کیے جاؤ گے۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! پھر تو مرد اور عورت ایک دوسرے (کی عریانی) کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: ”اے عائشہ! وہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ اس بات کا کسی کو ہوش بھی نہیں ہوگا۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر : ۶۵۲۷۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا...... الخ : ۲۸۵۹]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت : ﴿ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المطففين : ٦] کی تفسیر میں فرمایا: ”تم میں سے ہر کوئی (سارے جہانوں کے رب کے سامنے) کھڑا ہوگا، اس حال میں کہ اس کا پسینا اس کے کانوں کی لو تک پہنچا ہوگا۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب قول الله تعالى : ﴿ ألا يظن أولئك أنهم مبعوثون، ليوم عظيم ...... الخ ﴾ : ۶۵۳۱۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في صفة يوم القيامة ...... الخ : ۲۸۶۲]

سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن سورج مخلوق کے بہت زیادہ نزدیک کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ اس کا فاصلہ لوگوں سے ایک میل رہ جائے گا۔ تو لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، ان میں سے کوئی تو اپنے ٹخنوں تک ڈوبا ہوا ہوگا، کوئی اپنے گھٹنوں تک اور کوئی

اپنی کمر تک اور ان میں سے کسی کو پسینے کی لگام پہنائی گئی ہوگی۔“ (یہ فرماتے وقت) رسول اللہ ﷺ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا (یعنی وہ لوگ منہ تک پسینے میں غرق ہوں گے)۔[مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی صفة یوم القیامة ...... الخ : ۲۸٦٤]

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ : قیامت کے دن نہ کوئی دوست کام آئے گا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔ دوست اور سفارشی سے متعلق ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾[البقرة : ۲٥٤] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾[البقرة : ۱۲۳] ”اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ اسے کوئی سفارش نفع دے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔“

يَعْلَمُ خَآىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَ مَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ⑲

”وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مکمل علم کے بارے میں خبر دی ہے جو جلیل وحقیر، صغیر وکبیر اور دقیق ولطیف اشیاء کا مکمل احاطہ کیے ہوئے ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ڈرائے کہ اسے ان کے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کریں جس طرح حیا کرنے کا حق ہے اور اس طرح تقویٰ اختیار کریں جس طرح اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے اور اس سے اس طرح معاملہ کریں جس طرح اس سے معاملہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو آنکھ کی خیانت کو بھی جانتا ہے اور وہ دلوں کی دھڑکنوں اور ان میں مخفی تمام رازوں تک سے آگاہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ﴾[آل عمران : ٥] ”بے شک اللہ وہ ہے جس پر کوئی چیز نہ زمین میں چھپی رہتی ہے اور نہ آسمان میں۔“

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”تو جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈر اور برائی کے بعد نیکی کر، کیونکہ نیکی برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آ۔“[ترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء فی معاشرة الناس : ۱۹۸۷]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے (اپنے دور کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا، تم بہت سے ایسے کام کرتے ہو جو

تمھاری آنکھوں میں بال سے زیادہ باریک ہوتے ہیں (یعنی حقیر اور معمولی ہوتے ہیں)، لیکن ہم انھیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سخت تباہ کن چیزوں میں سے شمار کرتے تھے۔[بخاري، كتاب الرقاق، باب ما يتقى من محقرات الذنوب : ٦٤٩٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو بھی غیرت آتی ہے اور یہ غیرت اسے اس وقت آتی ہے جب مومن آدمی ایسے کام کا ارتکاب کرتا ہے جسے اس نے اس پر حرام کیا ہوتا ہے۔''[بخاري، كتاب النكاح، باب الغيرة ...... الخ : ٥٢٢٣ـ مسلم، كتاب التوبة، باب غيرة الله تعالى و تحريم الفواحش : ٢٧٦١]

وَ اللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝۴۰

''اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور وہ لوگ جنھیں وہ اس کے سوا پکارتے ہیں کسی بھی چیز کا فیصلہ نہیں کرتے۔ بے شک اللہ ہی تو سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں یہ خبر بھی دی ہے کہ اس کا فیصلہ بڑا عادلانہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اچھائی کا بدلہ اچھے انجام کے ذریعے سے اور برائی کا بدلہ برے انجام کے ذریعے سے دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ اس کے برعکس وہ معبودانِ باطلہ جنھیں مشرکین پکارتے ہیں، وہ کسی فیصلے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں اور اللہ تو ہر بات کو سننے والا اور ہر چیز کو دیکھنے والا ہے، لہٰذا وہ بندوں کے درمیان عادلانہ فیصلے کی مکمل قدرت رکھتا ہے۔ اسی لیے ارشاد فرمایا: ﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴾ [فاطر : ١٣، ١٤] ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾[الأحقاف : ٥] ''اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔''

اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾

”اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ تو قوت میں ان سے بہت زیادہ سخت تھے اور زمین میں یادگاروں کے اعتبار سے بھی، پھر اللہ نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ لوگ، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے رہے تو انھوں نے انکار کیا تو اللہ نے انھیں پکڑ لیا۔ بے شک وہ بہت قوت والا، بہت سخت سزا دینے والا ہے۔“

نبی کریم ﷺ کی رسالت کی تکذیب کرنے والوں کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ لوگ اللہ کی زمین پر گھوم پھر کر ان قوموں کا انجام کیوں نہیں دیکھتے، جنھوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی، تو اللہ نے انھیں عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر دیا، حالانکہ وہ لوگ کفارِ مکہ سے زیادہ طاقتور تھے۔ انھوں نے زمین کو آباد کرنے کے لیے بڑی بڑی عمارتیں بنائی تھیں اور وہ دنیاوی اعتبار سے خوب کامیاب تھے، لیکن جب اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کا مؤاخذہ کیا، تو انھیں کوئی بچا نہ سکا۔ ان کا یہ انجام اس لیے ہوا کہ ان کے پاس انبیائے کرام توحید و رسالت کے اثبات میں بڑی واضح نشانیاں اور صریح دلائل لے کر آئے، لیکن انھوں نے انکار کر دیا تو اللہ نے انھیں پکڑ لیا اور ہلاک کر دیا۔ اس ذات برحق کا مقابلہ کون کر سکتا ہے، وہ تو بہت زبردست قوت والا اور بڑا سخت عذاب دینے والا ہے۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ قَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ اسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَ مَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَ لْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف تو انھوں نے کہا جادوگر ہے، بہت جھوٹا ہے۔ پس جب وہ ہمارے ہاں سے حق لے کر ان کے پاس آیا تو انھوں نے کہا ان لوگوں

کے بیٹوں کو، جو اس کے ہمراہ ایمان لائے ہیں، قتل کرو اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دو اور نہیں کافروں کی چال مگر سراسر ناکام۔ اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے رب کو پکار لے، بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمھارا دین بدل دے گا، یا یہ کہ زمین میں فساد پھیلا دے گا۔ اور موسیٰ نے کہا بے شک میں نے اپنے رب اور تمھارے رب کی پناہ لی ہے ہر اس متکبر سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارے نبی! ہم نے آپ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں، دلائل اور براہان دے کر فرعون، ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب ان کے سامنے اپنے رب کی دعوتِ توحید پیش کی اور عصائے موسیٰ، ید بیضا اور دیگر معجزات پیش کیے، جو ان کے رسول ہونے پر پوری صراحت کے ساتھ دلالت کرتے تھے، تو فرعونیوں سے کچھ نہ بن پڑا، وہ کہنے لگے کہ یہ تو بہت بڑا جھوٹا اور جادوگر ہے۔ پھر آپس میں سازش کی کہ جو لوگ موسیٰ پر ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں کو خدمت کے لیے زندہ رکھا جائے۔ اس سے مقصود بنی اسرائیل کی اہانت، ان کی تعداد کم کرنا اور ان کے دلوں میں یہ بات بٹھانا تھی کہ موسیٰ ہی ان کی بربادی اور ہلاکت کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کافروں کی سازش دھری کی دھری رہ گئی، دین موسوی پھیلتا گیا، بنی اسرائیل کی نسل میں افزائش ہوتی رہی اور بالآخر فرعون اور فرعونی اپنے آخری انجام کو پہنچ گئے۔ فرعون نامراد جب اللہ کے معجزوں کے مقابلے میں پے در پے شکست کھاتا گیا، تو اپنی قوم کے سامنے اپنا کھویا ہوا وقار بحال کرنے کے لیے کہنے لگا کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میں موسیٰ کو موت کے گھاٹ اتار دوں، پھر کبر و نخوت کی آخری حدوں کو چھوتے ہوئے کہنے لگا کہ مجھے اس کے رب کی کوئی پروا نہیں ہے، اسے وہ اپنی مدد کے لیے بلا لے۔ اپنے فیصلے کی تائید میں یہ دلیل پیش کی کہ اے میری قوم کے لوگو! مجھے ڈر ہے کہ وہ اپنی ساحرانہ چالوں کے ذریعے سے تمھارے دل و دماغ پر نہ چھا جائے اور تم لوگ اس سے متاثر ہو کر اس کا دین و مذہب قبول کر لو، تمھاری عادات و اطوار بدل جائیں اور زمین فساد سے بھر جائے۔

موسیٰ علیہ السلام کو جب اس کی دھمکی کی خبر ہوئی تو انھوں نے اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی اور کہا کہ میں ہر اس متکبر سے جو یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے، اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ وہی اپنے دین کا محافظ اور اپنے مومن بندوں کا حامی و ناصر ہے، چنانچہ اللہ نے انھیں اس کے شر سے محفوظ رکھا۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾

يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَ مَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

''اور فرعون کی آل میں سے ایک مومن آدمی نے کہا جو اپنا ایمان چھپاتا تھا، کیا تم ایک آدمی کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے ''میرا رب اللہ ہے'' حالانکہ یقیناً وہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے واضح دلیلیں لے کر آیا ہے اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو تمھیں اس کا کچھ حصہ پہنچ جائے گا جس کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے۔ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھنے والا، سخت جھوٹا ہو۔ اے میری قوم! آج تمھی کو بادشاہی حاصل ہے، اس حال میں کہ (تم) اس سرزمین میں غالب ہو، پھر اللہ کے عذاب سے کون ہماری مدد کرے گا، اگر وہ ہم پر آ گیا؟ فرعون نے کہا میں تو تمھیں وہی رائے دے رہا ہوں جو خود رائے رکھتا ہوں اور میں تمھیں بھلائی کا راستہ ہی بتا رہا ہوں۔''

آل فرعون کا ایک آدمی پوشیدہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر ایمان رکھتا تھا۔ جب اس نے فرعون کی بات سنی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی بات کر رہا ہے تو اس نے جرأت کر کے کہا کہ تم لوگ ایک آدمی کو صرف اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ صرف اللہ کے رب ہونے کا قائل ہے۔ حالانکہ وہ اپنے اور اپنے عقیدہ کی صداقت پر تمھارے سامنے ایسے دلائل پیش کر چکا ہے جن کی تم تردید نہیں کر سکے ہو۔ مردِ مومن نے اس کے بعد اپنے لہجہ میں تھوڑی سی نرمی پیدا کرتے ہوئے کہا، اگر ہم مان لیں کہ وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا نقصان اسے ہی پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں جگہ اس کے جھوٹ کی اسے سزا دے گا اور اگر وہ سچا ہے اور تم اسے تکلیف دو گے تو جس دنیاوی اور اخروی عذاب کی وہ دھمکی دیتا ہے اس کی گرفت میں آ جاؤ گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی اس آدمی کو کامیاب نہیں کرتا جو حد سے تجاوز کرنے والا اور جھوٹا ہوتا ہے۔

مردِ مومن نے جب دیکھا کہ اس کی بات نے فرعون اور فرعونیوں پر کچھ مثبت اثر ڈالا ہے تو موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھیں مزید نصیحت کی اور کہا، اے میری قوم کے لوگو! آج تم لوگ ملک مصر کے بادشاہ ہو اور تمھیں غلبہ حاصل ہے تو اللہ کا شکر ادا کرو اور عذابِ الٰہی کو دعوت نہ دو۔ اس لیے کہ اگر عذاب آ گیا تو ہمیں اور تمھیں کوئی اس سے بچا نہ سکے گا۔ فرعون نے جب اس مردِ مومن کی یہ بات سنی تو اپنی قوم کو دھوکا دینے کے لیے اور انھیں یہ باور کرانے کے لیے کہ وہ ان کے لیے بڑا مخلص ہے، کہنے لگا کہ جو رائے مجھے تمھارے حق میں بہتر معلوم ہوتی ہے، یعنی موسیٰ کا قتل کیا جانا، وہی میں نے تمھارے سامنے پیش کی ہے۔ میں نے تو تمھاری صحیح راہنمائی کرنا چاہی ہے، تاکہ موسیٰ زندہ رہ کر تمھارا دین نہ بدل دے اور سرزمین مصر میں فساد کا سبب نہ بنے۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ : عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں
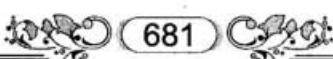
نے سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑی ایذا کیا پہنچائی ہے؟ آپ نے فرمایا، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ کی گردن میں چادر ڈال کر بل دینے لگا، وہ بری طرح آپ کا گلا گھونٹنے لگا۔ اس وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دوڑے دوڑے آئے، انھوں نے اسے دھکا دے کر پرے پھینکا اور فرمانے لگے: ﴿ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [المؤمن : ۲۸] ''کیا تم اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمھارے پاس دلیلیں لے کر آیا ہے۔'' [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و أصحابه من المشرکین بمکة : ۳۸۵۶]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ انسان جابر حاکم یا ظالم امیر کے سامنے حق و انصاف کا کلمہ کہہ گزرے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی : ۴۳۴۴۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء أفضل الجهاد کلمة عدل عند سلطان جائر : ۲۱۷۴]

وَ قَالَ الَّذِيْۤ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ۝۳۰ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۝۳۱ وَ يٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۝۳۲ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۳۳

''اور اس شخص نے کہا جو ایمان لایا تھا، اے میری قوم! بے شک میں تم پر (گزشتہ) جماعتوں کے دن کی مانند سے ڈرتا ہوں۔ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان لوگوں کے حال کی مانند سے جو ان کے بعد تھے اور اللہ اپنے بندوں پر کسی طرح کے ظلم کا ارادہ نہیں کرتا۔ اور اے میری قوم! یقیناً میں تم پر ایک دوسرے کو پکارنے کے دن سے ڈرتا ہوں۔ جس دن تم پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگو گے، تمھارے لیے اللہ سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔''

اس مومن آدمی نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، اے میری قوم کے لوگو! اگر تم نے موسیٰ کو قتل کر دیا تو مجھے ڈر ہے کہ تم پر بھی اللہ کا کوئی عذاب نازل ہو جائے گا، جو تمھیں ہلاک کر دے گا، جیسے گزشتہ زمانوں میں ان قوموں کا انجام ہوا جنھوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی۔ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور ان کے بعد آنے والی دیگر قوموں نے تمھاری ہی طرح کا رویہ اختیار کیا، تو اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب انھیں ہلاک کر دیا۔ اے میری قوم کے لوگو! میں تمھارے بارے میں قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں، جس دن تم حساب کے بعد از خود میدانِ محشر سے جہنم کی طرف بھاگ رہے ہو گے۔ اس دن تمھیں عذاب الٰہی سے کوئی نہیں بچا سکے گا اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کون ہدایت

دے سکتا ہے؟ قیامت کے دن ہر مجرم افسوس کا اظہار کرے گا، مجرم آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے اور اپنی بدحالی پر افسوس کا اظہار کریں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ ﴾ [الأنبياء : ۹۷] ''اور سچا وعدہ بالکل قریب آ جائے گا تو اچانک یہ ہوگا کہ ان لوگوں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی جنھوں نے کفر کیا۔ ہائے ہماری بربادی! بے شک ہم اس سے غفلت میں تھے، بلکہ ہم ظلم کرنے والے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوا يَا وَيْلَنَا هَٰذَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝ احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ مِن دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ ۝ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ۝ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ۝ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ۝ قَالُوا بَل لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ ۖ بَلْ كُنتُمْ قَوْمًا طَاغِينَ ۝ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ إِنَّا لَذَائِقُونَ ۝ فَأَغْوَيْنَاكُمْ إِنَّا كُنَّا غَاوِينَ ۝ فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴾ [الصافات: ۲۰ تا ۳۳] ''اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! یہ تو جزا کا دن ہے۔ یہی فیصلے کا دن ہے، جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا، پھر انھیں جہنم کی راہ کی طرف لے چلو۔ اور انھیں ٹھہراؤ، بے شک یہ سوال کیے جانے والے ہیں۔ کیا ہے تمھیں، تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ بلکہ آج وہ بالکل فرماں بردار ہیں۔ اور ان کے بعض بعض کی طرف متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ کہیں گے بے شک تم ہمارے پاس قسم کی راہ سے آتے تھے۔ وہ کہیں گے بلکہ تم ایمان والے نہ تھے۔ اور ہمارا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، بلکہ تم (خود) حد سے بڑھنے والے لوگ تھے۔ سو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی۔ بے شک ہم یقیناً چکھنے والے ہیں۔ سو ہم نے تمھیں گمراہ کیا، بے شک ہم خود گمراہ تھے۔ پس بے شک وہ اس دن عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔''

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِن قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُم بِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ اللَّهُ مِن بَعْدِهِ رَسُولًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۝

''اور بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے تمھارے پاس یوسف واضح دلیلیں لے کر آیا تو تم اس کے بارے میں شک ہی میں رہے، جو وہ تمھارے پاس لے کر آیا، یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گیا تو تم نے کہا اس کے بعد اللہ کبھی کوئی رسول نہ بھیجے گا۔ اسی طرح اللہ ہر اس شخص کو گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھنے والا، شک کرنے والا ہو۔''

مردِ مومن نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، اے اہل مصر! موسیٰ سے پہلے تمھارے پاس یوسف بن یعقوب علیہما السلام معجزات اور اپنی صداقت کی کھلی نشانیاں لے کر آئے اور تمھیں ایک مدت تک اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے رہے۔ خود

ان کا اعلیٰ ترین کردار اور ان کی پاک دامنی ان کے نبی ہونے کی گواہی دیتے رہے، لیکن تم لوگ ان کے لائے ہوئے دین توحید میں شک ہی کرتے رہے اور جب ان کی وفات ہوگئی تو تم بہت خوش ہوئے اور اپنے کفر کی وجہ سے کہنے لگے کہ اب یوسف کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا۔ یعنی تم نے یوسف اور اس کے بعد آنے والے انبیاء کا انکار کر دیا۔ یہ تمہاری ضلالت و گمراہی کی انتہا تھی۔ اللہ تعالیٰ افترا پردازی میں حد سے تجاوز کرنے والے اور ہر بات میں شک کرنے والے کو اسی طرح گمراہ کر دیتا ہے۔

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾

”وہ لوگ جو اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں، بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو، بڑی ناراضی کی بات ہے اللہ کے نزدیک اور ان کے نزدیک جو ایمان لائے۔ اسی طرح اللہ ہر متکبر، سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔“

اب اس اللہ کے بندے نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا کہ جو لوگ حق کی آواز دبانے کے لیے شیطانی ہتھکنڈے استعمال کرتے اور اللہ کی جانب سے بغیر کسی حجت و برہان کے اس کی آیتوں میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں، تاکہ لوگ ایمان نہ لائیں، ان کا یہ کردار اللہ اور اس کے مومن بندوں کی نظر میں بہت ہی زیادہ مبغوض ہے۔ ایسے لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگا کر ان سے نور بصیرت چھین لیتا ہے، پھر وہ حق و باطل کی تمیز سے محروم ہو جاتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ زنگ سارے دل پر چھا جاتا ہے۔“ [ترمذی، کتاب التفسیر، باب و من سورۃ ویل للمطففین : ۳۳۳۴]

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ صُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَ مَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾

ع

”اور فرعون نے کہا اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا، تاکہ میں راستوں پر پہنچ جاؤں۔ آسمانوں کے راستوں پر، پس موسیٰ کے معبود کی طرف جھانکوں اور بے شک میں اسے یقیناً جھوٹا گمان کرتا ہوں۔ اور اس طرح فرعون کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا اور وہ سیدھی راہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر تباہی ہی میں تھی۔“

یہ فرعون کی سرکشی اور تمرد کا بیان ہے کہ اپنے طبعی تکبر کا اظہار کرتے ہوئے ہامان سے کہنے لگا کہ میرے لیے ایک نہایت بلند و بالا عمارت بناؤ، جس کے ذریعے سے میں آسمان کے راستے طے کروں اور موسیٰ کے معبود کو دیکھوں، حالانکہ میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں کہ میرے سوا اس کا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفر و تکبر میں حد سے تجاوز کر جانے کی وجہ سے فرعون کے دل پر مہر لگا دی گئی اور اس کی بداعمالیوں اور کفر کو اس کی نگاہوں میں خوبصورت بنا کر راہ حق کی اتباع کرنے سے روک دیا گیا اور اس کی سازش اور اس کی چال اس کے کسی کام نہ آئی۔

وَ قَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ٘ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾

’’اور اس شخص نے کہا جو ایمان لایا تھا، اے میری قوم! میرے پیچھے چلو، میں تمھیں بھلائی کا راستہ بتاؤں گا۔ اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو معمولی فائدے کے سوا کچھ نہیں اور یقیناً آخرت، وہی رہنے کا گھر ہے۔ جس نے کوئی برائی کی تو اسے ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا اور جس نے کوئی نیک عمل کیا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہوا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اس میں بے حساب رزق دیے جائیں گے۔‘‘

ایمان لانے والے اس بندے نے دعوت و تبلیغ کے لیے اپنی کوشش جاری رکھتے ہوئے کہا، اے میری قوم کے لوگو! میں نے جس دین کو قبول کر لیا ہے اسے تم لوگ بھی قبول کر لو، میں تمھیں اس راہ پر لے چلوں گا جو جنت کی راہ ہے۔ اے میری قوم کے لوگو! یہ دنیاوی زندگی چند روزہ ہے، جسے بہر حال ختم ہو جانا ہے اور آخرت کی زندگی جو اس زندگی کے بعد آنے والی ہے، وہی درحقیقت ابدی امن و استقرار اور سکون و راحت کی زندگی ہے، اس لیے تمھیں اس ابدی زندگی کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یاد رکھو! حساب کا دن بہت ہی قریب ہے، جو شخص اس دنیا میں برائی کرے گا تو اسے اس کے برابر سزا ملے گی اور جو لوگ، مرد ہوں یا عورتیں، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہوئے عمل صالح کریں گے، وہ جنت میں داخل ہوں گے، جہاں انھیں بغیر کسی پریشانی کے ان گنت نعمتیں اور بے شمار روزی ملے گی۔

وَ یٰقَوْمِ مَا لِیْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِیْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ٘ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْۤ

اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾

''اور اے میری قوم! مجھے کیا ہے کہ میں تمھیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔ تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور اس کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤں جس کا مجھے کچھ علم نہیں اور میں تمھیں سب پر غالب، بے حد بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ کوئی شک نہیں کہ یقیناً تم مجھے جس کی طرف بلاتے ہو اس کے لیے کسی طرح پکارنا نہ دنیا میں (درست) ہے اور نہ آخرت میں اور یہ کہ یقیناً ہمارا لوٹنا اللہ کی طرف ہے اور یہ کہ یقیناً حد سے بڑھنے والے، وہی آگ میں رہنے والے ہیں۔ پس عنقریب تم یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔''

مردِ مومن نے فرعونیوں سے یہ بھی کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! میں تو تمھیں راہ نجات پر چلنے کی دعوت دیتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور موسیٰ علیہ السلام اس کے رسول ہیں، جبکہ تم لوگ مجھے کفر و شرک کی دعوت دیتے ہو اور اللہ کے ساتھ ایسے جھوٹے معبودوں کو شریک بنانے کو کہتے ہو جن کے معبود ہونے کا مجھے علم نہیں ہے۔ میں تمھیں اس اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو زبردست ہے، اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور جو بڑا معاف کرنے والا ہے۔ تم لوگ مجھے جن بتوں کی عبادت کی دعوت دیتے ہو، انھیں پکارنے کا نہ تو دنیا میں کوئی فائدہ ہے کہ وہ ہماری تکلیفوں اور مصیبتوں کو دور کر دیں گے اور ہماری ضرورتیں پوری کر دیں گے اور نہ آخرت ہی میں ہمارے سفارشی بن کر عذاب کو ٹال سکیں گے، کیونکہ وہ تو پتھر ہیں۔ یاد رکھو کہ ہمیں بہر حال لوٹ کر اللہ کے پاس ہی جانا ہے۔ اس دنیا میں جو لوگ حد سے تجاوز کریں گے، اللہ کا انکار کر کے لوگوں پر ظلم کریں گے اور بے گناہوں کا خون بہائیں گے تو آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اس نے مزید کہا، لوگو! جب عذابِ الٰہی تمھیں چاروں طرف سے گھیرے گا اس وقت تم مجھے اور میری باتیں یاد کرو گے۔ میں اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کرتا ہوں، وہ اپنے فرماں بردار اور نافرمان تمام بندوں سے خوب واقف ہے۔ وہ بہتر جانتا ہے کہ کون جزائے خیر کا مستحق ہے اور کون عذاب کا؟

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

''تو اللہ نے اسے ان کے برے نتائج سے بچالیا جو انھوں نے تدبیریں کیں اور آل فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا۔ جو

آگ ہے، وہ اس پر صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی، آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے اس داعی الی اللہ کو پہلے تو فرعون اور فرعونیوں سے نجات دی اور جب فرعون اپنے لشکر کے ساتھ سمندر میں غرق ہوا تو اسے ڈوبنے سے بچالیا۔ فرعون اور فرعونیوں کو بدترین عذاب نے آگھیرا، وہ دنیا میں نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ سمندر میں ڈبو دیے گئے۔ قبر اور برزخ میں صبح وشام یعنی ہر وقت ان کی روحوں کو آگ کا عذاب دیا جاتا ہے اور جب قیامت آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ فرعون اور فرعونیوں کو شدید ترین عذاب میں ڈال دیا جائے۔ یہ آیت کریمہ اہل سنت کے اس استدلال کی بہت بڑی دلیل ہے کہ قبروں کے اندر برزخی زندگی میں عذاب ہوگا۔ عذاب قبر نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت ان کی خدمت گزار ہوا کرتی تھی۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب بھی اس کے ساتھ کوئی حسن سلوک کرتیں تو وہ انھیں (ایک دعا دیتی) کہتی، اللہ تجھے قبر کے عذاب سے بچائے۔ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے آپ سے سوال کیا، اے اللہ کے رسول! کیا قیامت سے پہلے قبر میں بھی عذاب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں تو! یہ کس نے کہا؟" عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ جو یہودی عورت ہے، جب بھی ہم اس کے ساتھ کوئی حسن سلوک کرتے ہیں تو وہ کہتی ہے کہ اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہود جھوٹے ہیں اور وہ تو (اس سے زیادہ) جھوٹ اللہ عزوجل پر باندھا کرتے ہیں، قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں۔" کہتی ہیں کہ پھر کچھ دن ہی گزرے جتنے اللہ نے چاہا کہ ایک دن کپڑا لپیٹے ہوئے دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، آپ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، آپ نے بآواز بلند فرمایا: "اے لوگو! اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے تم پر چھا جائیں گے۔ لوگو! اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم زیادہ روتے اور کم ہنستے۔ لوگو! قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو، کیونکہ عذاب قبر حق ہے۔" [مسند أحمد : ٦/ ٨١، ح : ٢٤٥٧٤]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت ایک یہودی عورت میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ تم لوگ قبروں میں آزمائے جاؤ گے؟ اسے سن کر رسول اللہ ﷺ گھبرا گئے اور فرمایا: "یہود ہی آزمائے جاتے ہیں۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر چند دن بعد آپ نے فرمایا: "کیا تو جانتی ہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تم قبروں کے فتنہ میں ڈالے جاؤ گے۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فتنۂ قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر ...... الخ : ٥٨٤۔ مسند أحمد : ٦/ ٨٩، ح : ٢٤٦٣٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک یہودی عورت آئی اور اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا اور ساتھ اس نے دعا دی کہ اللہ تجھے عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ اس پر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''ہاں عذاب قبر برحق ہے۔'' فرماتی ہیں، اس کے بعد میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ [بخاري، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر ...... الخ : ۱۳۷۲]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی جب اپنی قبر میں لٹا دیا جاتا ہے اور دفن کرنے والے واپس لوٹتے ہیں، تو وہ ان کے قدموں کی چاپ سنتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، جو اسے بٹھا دیتے ہیں، وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تو اس آدمی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ اب اگر وہ مومن ہے تو کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے، اللہ نے اس کے بدلے تجھے جنت میں ٹھکانا دیا ہے۔ وہ ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھ لیتا ہے۔'' قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ بھی بیان کیا گیا کہ پھر اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''لیکن کافر یا منافق سے جب سوال کیا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے؟ تو وہ کہتا ہے، میں کچھ نہیں جانتا، جو کچھ لوگ اس شخص کے بارے میں کہتے تھے میں بھی وہی کچھ کہہ دیتا تھا۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ نہ تو خود سمجھا اور نہ کسی سمجھ دار کی پیروی کی۔ پھر اسے لوہے کے ہتھوڑے سے ایسی شدید ضرب لگائی جاتی ہے کہ وہ چلا اٹھتا ہے، جنوں اور انسان کے سوا اس کے آس پاس والے سب اس کی چیخ پکار سنتے ہیں۔'' [بخاري، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر ...... الخ : ۱۳۷٤]

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ : سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جب کبھی کوئی شخص مر جاتا ہے تو ہر صبح و شام اس کا ٹھکانا اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ جنتی ہے تو جنت سے اور اگر وہ جہنمی ہے تو جہنم سے اور کہا جاتا ہے کہ تیری اصل جگہ یہ ہے جہاں تجھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھیجے گا۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه ...... الخ : ٦٦/ ٢٨٦٦ـ بخاري، كتاب الجنائز، باب الميت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشي : ۱۳۷۹]

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾

''اور جب وہ آگ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور لوگ ان سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ

بے شک ہم تمھارے ہی پیچھے چلنے والے تھے، تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ ہٹانے والے ہو؟ وہ لوگ کہیں گے جو بڑے بنے تھے بے شک ہم سب اس میں ہیں، بے شک اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے۔“

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ وہ کیسا وقت ہوگا جب جہنمی جہنم میں آپس میں جھگڑیں گے، دنیا میں ان میں سے جو لوگ کمزور تھے، جو طاقت و ثروت والے کافروں کے ڈر سے ان کے پیچھے پیچھے چلتے تھے، وہ ان بڑوں سے کہیں گے کہ دنیا میں تم نے ہمیں اپنی پیروی کرنے پر مجبور کر رکھا تھا اور تمھیں اپنی قیادت و سیادت پر بڑا ناز تھا، تو کیا آج عذابِ نار کو ہم سے ہلکا کر سکو گے، کیا آج کچھ بھی ہمارے کام آؤ گے؟ تو متکبرینِ دنیا، جو جہنم کی کھائیوں میں جل رہے ہوں گے، کہیں گے کہ تمھارے ساتھ ہم بھی جہنم میں ہیں، اگر آج ہم کچھ بھی کر سکتے ہوتے تو پہلے اپنے آپ کو بچاتے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے، اہل جنت کو جنت میں داخل کر دیا ہے اور اہل جہنم کو جہنم میں ڈال دیا ہے، اب ہم میں سے کسی کے لیے نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

دوزخیوں کے درمیان جو جھگڑا ہوگا اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن نُّؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُم ۖ بَلْ كُنتُم مُّجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَن نَّكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَندَادًا ۚ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [سبا : ۳۱ تا ۳۳] ”اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا ہم ہرگز نہ اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ اس پر جو اس سے پہلے ہے، اور کاش! تو دیکھے جب یہ ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کیے ہوئے ہوں گے، ان میں سے ایک دوسرے کی بات رد کر رہا ہوگا، جو لوگ کمزور سمجھے گئے تھے ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہہ رہے ہوں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لانے والے ہوتے۔ وہ لوگ جو بڑے بنے تھے، ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے گئے، کہیں گے کیا ہم نے تمھیں ہدایت سے روکا تھا، اس کے بعد کہ وہ تمھارے پاس آئی؟ بلکہ تم مجرم تھے۔ اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے، ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہیں گے بلکہ (تمھاری) رات اور دن کی چالبازی نے (ہمیں روکا) جب تم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لیے شریک ٹھہرائیں۔ اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب عذاب دیکھیں گے اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں جنھوں نے کفر کیا، طوق ڈال دیں گے۔ انھیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ فِي النَّارِ ۖ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأُولَاهُمْ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ

اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۸، ۳۹] ''فرمائے گا ان جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی اپنے ساتھ والی کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔''

وَ قَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْۤا اَوَ لَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَ مَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ع

''اور وہ لوگ جو آگ میں ہوں گے جہنم کے نگرانوں سے کہیں گے اپنے رب سے دعا کرو، وہ ہم سے ایک دن کچھ عذاب ہلکا کر دے۔ وہ کہیں گے اور کیا تمھارے پاس تمھارے رسول واضح دلیلیں لے کر نہیں آیا کرتے تھے؟ کہیں گے کیوں نہیں، وہ کہیں گے پھر دعا کرو اور کافروں کی دعا تو بالکل ہی بے کار ہے۔''

جہنم میں عذاب پانے والے بڑے اور چھوٹے تمام کافر عذاب کی سختیوں سے تنگ آ کر اور ہر طرف سے ناامید ہو کر جہنم پر مامور فرشتوں سے التجا کریں گے کہ ذرا تم ہی اپنے رب سے ہم پر رحم کرنے کی دعا کرو کہ وہ ایک ہی دن کے لیے ہم سے عذاب کو ہلکا کر دے۔ وہ فرشتے جواب دیں گے کہ کیا تمھارے پاس تمھارے لیے بھیجے گئے انبیاء دعوتِ ایمان لے کر نہیں آئے تھے اور انھوں نے ظاہر دلائل کے ذریعے سے اللہ کے دین کی صداقت کو ثابت کر کے تمھیں شرک و معاصی سے روکا نہیں تھا؟ تو جہنمی کہیں گے کہ ہاں! ہمارے پاس انبیاء آئے تھے، لیکن ہم نے ان کی بات ان سنی کر دی تھی۔ تو فرشتے کہیں گے کہ پھر تم خود ہی اپنے رب کو پکارو، ہم نہ تمھاری بات سنیں گے اور نہ چاہیں گے کہ تمھیں جہنم سے نجات مل جائے۔ ہم تمھیں یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ تم پکارو یا نہ پکارو، نتیجہ ایک ہی ہے کہ تم سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا، تم اسی طرح جہنم میں جلتے رہو گے۔

جہنم پر جو فرشتے متعین ہیں ان کی بات چیت اور ملامت کا ذکر قرآن مجید میں اور جگہ بھی آیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ

﴿ مِنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [الزمر : ۷۱] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے کیا تمھارے پاس تم میں سے کچھ رسول نہیں آئے جو تم پر تمھارے رب کی آیات پڑھتے ہوں اور تمھیں تمھارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ کہیں گے کیوں نہیں، اور لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی۔'' اور فرمایا: ﴿ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّ هِيَ تَفُوْرُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ښ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ [الملك : ۷ تا ۱۰] ''جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے، اس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے جیسی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ قریب ہوگی کہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو ایک بڑی گمراہی ہی میں پڑے ہوئے ہو۔ اور وہ کہیں گے اگر ہم سنتے ہوتے، یا سمجھتے ہوتے تو بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔''

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝

''بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا اور انھی کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے بدترین گھر ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور اپنے مومن بندوں کی مدد کرتا رہتا ہے۔ رسولوں اور مومنین کا جب بھی کفار سے مقابلہ ہوگا تو آخری فتح رسولوں اور مومنین ہی کی ہوگی، یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو پورا ہوتا رہا ہے۔ میدانِ جنگ میں آخری فتح رسولوں اور ایمان والوں ہی کی ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ [الصافات : ۱۷۱ تا ۱۷۳] ''اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے طے ہو چکی۔ کہ بے شک وہ، یقیناً وہی ہیں جن کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر، یقیناً وہی غالب آنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ۭ وَكَانَ حَقًّا

عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [الروم : ٤٧] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے، پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جنھوں نے جرم کیا اور مومنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہی تھا۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو شخص میرے ولیوں سے دشمنی کرے اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع : ٦٥٠٢]

وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ : اس سے مراد قیامت کا دن ہے، اس دن انبیاء علیہم السلام اور دوسرے لوگ کافروں کی افترا پردازی اور مجرموں کی بداعمالی کی گواہی دیں گے، ارشاد فرمایا : ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾ [النساء : ٤١] ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے۔''

الغرض اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کافروں کو ذلیل کرے گا اور مومنین پر کرم فرمائے گا اور ان کے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کو قیامت والے دن اس کے رب کے قریب کیا جائے گا، یہاں تک کہ اللہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا اور اسے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا۔ اللہ فرمائے گا، کیا تو (اپنے گناہوں کو) پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا، اے رب! میں پہچانتا ہوں۔ اللہ فرمائے گا، میں نے ان گناہوں کو دنیا میں لوگوں سے چھپایا تھا اور آج میں تیرے ان گناہوں کو بخشتا ہوں، پھر اسے نیکیوں کی کتاب دی جائے گی، جبکہ کافروں اور منافقوں کے لیے سب مخلوقات کے سامنے منادی ہوگی کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا تھا۔'' [مسلم، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى على المؤمنين ...... الخ : ٢٧٦٨]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿٥٣﴾ هُدًى وَّ ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٥٤﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔ جو عقلوں والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نبوت و تورات سے نوازا اور بنی اسرائیل کو تورات کا وارث بنایا، جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی مدتوں ان کے پاس رہی اور جو عقل سلیم رکھنے والوں کے لیے روشنی اور نصیحت فراہم کرتی رہی۔ تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کتاب عطا فرمائی،

جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴾ [الشوریٰ : ۷] ''اور اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی قرآن وحی کیا، تاکہ تو بستیوں کے مرکز (مکہ) کو ڈرائے اور ان لوگوں کو بھی جو اس کے ارد گرد ہیں اور تو اکٹھا کرنے کے دن سے ڈرائے جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔'' جس طرح بنی اسرائیل کو تورات کا وارث بنایا گیا تھا، اسی طرح اس امت کو بھی کتاب یعنی قرآن کا وارث بنایا گیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴾ [فاطر : ۳۲] ''پھر ہم نے اس کتاب کے وارث اپنے وہ بندے بنائے جنھیں ہم نے چن لیا، پھر ان میں سے کوئی اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے اور ان میں سے کوئی نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، اللہ کے حکم سے۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔''

ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کو ایک قسم کی تسلی ہے کہ تورات پر عمل کرنے والے وہی لوگ تھے جو عقل والے تھے، اسی طرح قرآن مجید پر بھی وہی عمل کریں گے جو عقل والے ہوں گے۔ کافر جو قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے تو بات یہ ہے کہ یہ لوگ نادان و بے سمجھ ہیں۔ ان میں اتنی عقل بھی نہیں کہ اپنے نفع و نقصان کے متعلق سوچ سکیں، لہٰذا ان کی گمراہی پر افسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾

''پس صبر کر، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہ کے لیے بخشش مانگ اور دن کے پچھلے اور پہلے پہر اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔''

فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح صبر کیجیے، بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ وہ آپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔ ہر وقت اپنے رب کی یاد میں لگے رہیے اور استغفار، دعا، نماز اور تسبیح و تہلیل آپ کا شیوہ رہے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ﴾ [الأحقاف : ۳۵] ''پس صبر کر جس طرح پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی کا مطالبہ نہ کر۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۲۷] ''اور صبر کر اور نہیں تیرا صبر مگر اللہ کے ساتھ اور ان پر غم نہ کر اور نہ کسی تنگی میں مبتلا ہو، اس سے جو وہ تدبیریں کرتے ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ مال تقسیم کیا تو ایک شخص کہنے لگا کہ اس تقسیم

سے اللہ کی رضا مندی مقصود نہیں ہے۔ میں نے نبی ﷺ کے پاس آ کر آپ سے اس کی بات بیان کر دی، تو آپ کو غصہ آ گیا۔ میں نے آپ کے چہرے پر غصے کا اثر دیکھا، پھر آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے، ان کو اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی مگر پھر بھی انھوں نے صبر کیا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳۴۰۵]

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں ہر روز ستر مرتبہ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی ﷺ فی الیوم واللیلۃ : ۶۳۰۷]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو، یقیناً میں اللہ سے دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منه : ۲۷۰۲/۴۲]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس طرح دعا کیا کرتے تھے: « رَبِّ اغْفِرْلِيْ خَطِيْئَتِيْ وَ جَهْلِيْ وَ إِسْرَافِيْ فِيْ أَمْرِيْ كُلِّهِ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطَايَايَ وَ عَمْدِيْ وَ جَهْلِيْ وَ جِدِّيْ وَ كُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ أَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَ أَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ » ''میرے رب! میری خطا، میری نادانی اور تمام معاملات میں میرے حد سے بڑھ جانے کو معاف کر دے اور میرے وہ گناہ بھی جنھیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ! میری مغفرت کر میری خطاؤں میں، جو مجھ سے عمداً اور جہالت میں ہوئیں اور میرے ہنسی مزاح کے کاموں میں اور یہ سب میری ہی طرف سے ہیں۔ اے اللہ! میرے اگلے اور پچھلے، چھپے اور کھلے سب گناہوں کو بخش دے۔ تو جسے چاہے مقدم کر دے اور جسے چاہے پیچھے ڈال دے (تو سب کچھ کر سکتا ہے) اور تجھے ہر بات پر قدرت ہے۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبی ﷺ : اللهم اغفرلی ما قدمت وما أخرت : ۶۳۹۸]

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ : صبر کی تلقین کے ساتھ جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد اور تسبیح کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱۳۰] ''سو اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور رات کے کچھ اوقات میں بھی پس تسبیح کر اور دن کے کناروں میں، تاکہ تو خوش ہو جائے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴾ [قٓ : ۳۹، ۴۰] ''سو اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کی تسبیح کر اور

سجدے کے بعد کے اوقات میں بھی۔‘‘

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾ ۵۶

’’بے شک وہ لوگ جو اللہ کی آیات میں کسی دلیل کے بغیر جھگڑتے ہیں جو ان کے پاس آئی ہو، ان کے سینوں میں ایک بڑائی کے سوا کچھ نہیں، جس تک وہ ہرگز پہنچنے والے نہیں ہیں، سو اللہ کی پناہ مانگ۔ بے شک وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔‘‘

اے میرے نبی! جو کفار و مشرکین دین حق کو باطل دلیلوں کے ذریعے سے دبانا چاہتے ہیں اور توحید و رسالت کے صحیح دلائل کی اپنے فاسد شبہات کے ذریعے سے تردید کرنا چاہتے ہیں، دراصل ان کے دلوں میں کبر و غرور ہے جو انھیں دعوت حق کو قبول کرنے اور آپ کی رسالت کا اعتراف کرنے سے روکے ہوئے ہے۔ انھیں یقین ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، لیکن اللہ کے اس فضل و کرم پر آپ سے حسد کرتے ہیں، حالانکہ وہ نعمت انھیں کسی حال میں بھی نہیں مل سکتی۔ تو اے رسول! ان کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے رہا کرو، بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ وہ سن رہا ہے جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں اور دیکھ رہا ہے جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔ آخر یہ اس سے بچ کر کہاں جائیں گے؟ اللہ انھیں سزا دینے پر قادر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۙ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [الحج : ۸ تا ۱۰] ’’اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم کے اور بغیر کسی ہدایت کے اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے۔ اس حال میں کہ اپنا پہلو موڑنے والا ہے، تا کہ اللہ کے راستے سے گمراہ کرے، اس کے لیے دنیا میں ایک رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ یہ اس کی وجہ سے ہے جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا اور (اس لیے) کہ بے شک اللہ ہرگز اپنے بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴾ [البقرۃ : ۲۰۴ تا ۲۰۶] ’’اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جس کی بات دنیا کی زندگی کے بارے میں تجھے اچھی لگتی ہے اور وہ اللہ کو اس پر گواہ بناتا ہے جو اس کے دل میں ہے، حالانکہ وہ جھگڑے میں سخت جھگڑالو ہے۔ اور جب واپس جاتا ہے تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے، تا کہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو برباد کرے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اور جب اس سے کہا جاتا ہے اللہ سے ڈر تو اس کی عزت اسے
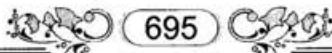
گناہ میں پکڑے رکھتی ہے، سو اسے جہنم ہی کافی ہے اور یقیناً وہ برا ٹھکانا ہے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی غرور اور تکبر ہوگا۔‘‘ ایک شخص نے کہا، یقیناً ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کا جوتا اچھا ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟) آپ نے فرمایا: ’’اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو یہ ہے کہ حق کو ٹھکرا دیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانہ : ۹۱]

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

’’یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا (کام) ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

اس آیت میں بعث بعد الموت کا انکار کرنے والوں کو جھنجوڑا جا رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پہلی اور دوسری بار پیدا کرنے سے زیادہ بڑی بات ہے، تو جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو بغیر کسی سابقہ نمونے اور بغیر موجودہ مادہ کے پیدا کیا، وہ انسانوں کو یقیناً دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے، لیکن اکثر لوگ اس دلیل پر دھیان نہیں دیتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴾ [النازعات : ۲۷ تا ۳۲] ’’کیا پیدا کرنے میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اس نے اسے بنایا۔ اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا۔ اور اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔ اور زمین، اس کے بعد اسے بچھا دیا۔ اس سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا۔ اور پہاڑ، اس نے انھیں گاڑ دیا۔‘‘

وَ مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۙ۬ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ لَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾

’’اور نہ اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتا ہے اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور نہ وہ جو برائی کرنے والا ہے، بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ایمان و کفر اور مومن و کافر کا فرق بیان کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح بینا اور نابینا برابر نہیں ہو سکتے، دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے، اسی طرح مومن اور کافر بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ مومن اپنے نورِ بصیرت کے ذریعے سے اللہ کی نشانیوں اور دلائل میں غور کرتا ہے اور اللہ کی توحید و ربوبیت کا اقرار کر کے اس پر ایمان لے آتا ہے، جبکہ کافر نورِ بصیرت سے محروم ہوتا ہے، اس لیے اس کے سامنے سے ہزار نشانیاں گزر جائیں اور ہزار دلائل پیش کیے جائیں، ان سے اسے کوئی

فائدہ نہیں پہنچتا اور دائرۂ کفر سے باہر آنے کی اسے توفیق نہیں ہوتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۰] ''کہہ دے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں پیروی نہیں کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے۔''

اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾

''بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور لیکن اکثر لوگ نہیں مانتے۔''

قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اس لیے لوگو! دنیا میں اس یقین کے ساتھ زندگی گزارو کہ تم دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے اور تمھارے اعمال خیر و شر کا تمھیں بدلہ چکایا جائے گا۔ لیکن اہل کفر اپنی کم عقلی، نادانی اور شومیٔ قسمت کی وجہ سے اس حقیقت کا ادراک نہیں کر پاتے ہیں۔ تو ان کے ادراک نہ کر سکنے سے قیامت ٹل نہیں سکتی، وہ ضرور آئے گی اور حساب کتاب ضرور ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱۵] ''یقیناً قیامت آنے والی ہے، میں قریب ہوں کہ اسے چھپا کر رکھوں، تاکہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو وہ کوشش کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا وَ اَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴾ [الحج : ۷] ''اور (اس لیے) کہ بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور (اس لیے) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔''

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۶

''اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ : اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ دعا قبول کرے گا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دعا وہی قبول کر سکتا ہے، دوسرے دعا کو نہ سنتے ہیں اور نہ قبول کر سکتے ہیں اور وہ سن بھی لیں تو کیا کر سکتے ہیں؟ وہ کچھ نہیں کر سکتے، ان کو نہ قدرت ہے اور نہ وہ کسی چیز کے مالک ہیں، ان کے پاس رکھا ہی کیا ہے کہ وہ کسی کو دیں؟ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ ﴿۱۳﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا

لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴾ [فاطر : ۱۳، ۱٤] ’’اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ﴾ [النمل : ٦٢] ’’یا وہ جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمھیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔‘‘

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دعا عبادت ہی ہے۔‘‘ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴾ [المؤمن : ٦٠] ’’اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔‘‘ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة البقرة : ۲۹٦۹۔ أبو داوٗد، کتاب الوتر، باب الدعاء : ۱٤۷۹]

ایک صحابی (ابو عقرب رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک عورت مسلمانوں کے ساتھ کسی سریہ میں نکلی۔ اس کی بارہ بکریاں اور ایک چرخہ تھا جس کے ساتھ وہ سوت کاتتی تھی۔ (جب وہ واپس آئی تو) اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری اور اپنا چرخہ گم پایا۔ اس نے دعا شروع کی، اے میرے رب! تو نے ضمانت دی ہے کہ جو کوئی تیرے راستے میں نکلے گا تو تو اس (کے گھر) کی حفاظت کرے گا، سو میری ایک بکری اور چرخہ گم ہو گیا ہے، میں تجھے اپنی بکری اور چرخے کے بارے میں قسم دیتی ہوں (کہ انھیں لوٹا دے)۔‘‘ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کا اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے گریہ و زاری کی شدت کو بیان کیا اور فرمایا: ’’صبح کے وقت اسے اس کی بکری اور اس کی مثل ایک اور بکری، اس کا چرخہ اور اس کی مثل ایک اور چرخہ مل گیا۔‘‘ [مسند أحمد : ٥/٦۷، ح : ۲۰٦۹۱]

إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ : یعنی جو لوگ اللہ کے سامنے گڑگڑانے اور دعا مانگنے کو اپنے لیے باعث ذلت سمجھتے ہیں وہ ذلت کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوں گے، جیسا کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تکبر کرنے والوں کو قیامت کے دن انسانوں کی صورت میں چیونٹیوں کی مثل اٹھایا جائے گا۔ ان پر ہر قسم کی ذلت و رسوائی چھائی ہو گی، حتیٰ کہ وہ جہنم کی ایک جیل میں داخل ہوں گے جسے ’’بولس‘‘ کہا جائے گا، پس آگوں کی آگ ان پر چھائی ہو گی اور انھیں پینے کے لیے دوزخیوں کا لہو اور پیپ دی جائے گی۔‘‘ [مسند أحمد : ۲/۱۷۹، ح : ٦٦۸٦]

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾

’’اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے رات بنائی، تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن (بنایا)۔ بے شک اللہ یقیناً لوگوں پر بڑے فضل والا ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لیے رات بنائی جس میں وہ سکون حاصل کرتے ہیں، یعنی دن کے وقت سامانِ معیشت کے حصول کے لیے دوڑ دھوپ کے بعد رات کو آرام کرتے ہیں اور اس نے ان کے لیے دن کو روشن بنا دیا ہے، تاکہ وہ کام کاج وغیرہ کر سکیں۔ اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں، جن کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، لیکن جاہل و نادان اور کافر ان نعمتوں کے اعتراف اور ان پر اللہ کا شکر بجا لانے کی توفیق نہیں ہوتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [القصص : ۷۳] ’’اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے، تاکہ اس میں آرام کرو اور تاکہ اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔‘‘

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾

’’یہی ہے اللہ تمھارا رب، ہر چیز کا پیدا کرنے والا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔ اسی طرح وہ لوگ بہکائے جاتے تھے جو اللہ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔‘‘

فرمایا کہ جس اللہ تعالیٰ نے رات اور دن بنائے ہیں وہی تمھارا رب ہے، وہی ہر چیز کا خالق ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پھر تم کیسے اسے چھوڑ کر اور اس سے منہ موڑ کر بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو؟ اگلی آیت میں کفار مکہ کو خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ جس طرح یہ لوگ دلائل و براہین کی کثرت کے باوجود ایمان باللہ اور اس کی وحدانیت کے اقرار سے منہ موڑ کر گمراہ ہو گئے ہیں، اسی طرح ان سے پہلے لوگ بھی گمراہ ہو گئے تھے۔ انھوں نے کسی دلیل و برہان کے بغیر محض جہالت و نفسانی خواہش سے غیر اللہ کی پوجا کی اور اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ آیات و براہین کا انکار کر دیا تھا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَيُّ

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾

''اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو رہنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمھاری صورت بنائی تو تمھاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہ ہے اللہ تمھارا رب، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اسے پکارو، اس حال میں کہ اسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہو، سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دعوتِ فکر دی ہے کہ وہ اپنے خالق و رازق کو پہچانیں، اس پر ایمان لائیں اور صرف اسی کی عبادت کریں۔ اس لیے کہ دنیا و آخرت دونوں جہان میں انسانوں کی بھلائی اسی پر موقوف ہے۔ فرمایا کہ وہ اللہ ہے جس نے زمین کو ٹھہری ہوئی بنایا ہے، تاکہ تم اس پر زندگی گزار سکو، چل پھر سکو اور اپنی ضروریات زندگی پوری کر سکو۔ اسی نے آسمانوں کو مضبوط اور مستحکم بنایا ہے، جو نہ کبھی پھٹتا ہے اور نہ اس کا کوئی حصہ ٹوٹ کر انسانوں کے سروں پر گرتا ہے اور جس نے تمھیں تمھاری ماؤں کے بطن میں اچھی شکل و صورت میں بنایا، یعنی ہر عضو کو مناسب ترین جگہ رکھا، تاکہ تم ان سے فائدہ اٹھا سکو اور اپنے خالق کی کمال قدرت اور کمال حکمت کا اعتراف کر سکو۔ اسی نے تمھیں لذیذ ترین کھانے اور پینے کی نعمتیں دیں، تاکہ تم اس کا شکر بجا لاؤ۔ جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے وہی تمھارا رب ہے، اس کے سوا کوئی بھی صفت ربوبیت کا سزاوار نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس کے علاوہ ہر چیز فنا کے گھاٹ اتار دی جائے گی۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لیے لوگو! صرف اسی کی عبادت کرو، اطاعت و بندگی صرف اسی کے ساتھ خاص کر دو، عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ تمام تعریفیں اسی رب العالمین کے لیے ہیں جو تمام مخلوقات کا مالک ہے، ان بتوں کے لیے نہیں جن کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، اس لیے وہ کسی نفع یا نقصان کی قدرت نہیں رکھتے ہیں۔

ابوزبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز سے سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات کہا کرتے تھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ وَلَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ » ''اللہ کے علاوہ کوئی بھی لائق عبادت نہیں، وہ اکیلا ہے کوئی بھی اس کا شریک نہیں، ساری بادشاہت اسی کے لیے ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ کسی کام کی بھی طاقت و قوت اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، اسی کی عطا فرمائی ہوئی سب نعمتیں ہیں۔ اسی کا (ہم پر) فضل و کرم ہے اور اسی کے لیے سب اچھی تعریفیں

ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، (ہم تو پورے) اخلاص کے ساتھ اسی کی عبادت کرتے ہیں، خواہ کافروں کو برا لگے۔“ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔ [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوة : ۵۹٤]

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ﴾ [الزمر : ۲، ۳] ”بلاشبہ ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، پس اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ تو دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والا ہو۔ خبردار! خالص دین صرف اللہ ہی کا حق ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ﴾ [البينة : ۵] ”اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط ملت کا دین ہے۔“

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۫ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۶

”کہہ دے بے شک مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، جب میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح دلیلیں آئیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام جہانوں کے رب کا فرماں بردار ہو جاؤں۔“

نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی قوم سے برملا کہہ دیں کہ میں ان بتوں کی عبادت اور انھیں پکارنے سے قطعی طور پر روک دیا گیا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو اور جنھیں پکارتے ہو۔ میرے پاس میرے رب کی جانب سے کھلے دلائل اور واضح براہین آ گئے ہیں۔ عبادت کے لائق صرف اسی کی ذات ہے اور غیروں کی پرستش باطل اور شرک اکبر ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اپنی گردن رب العالمین کے سامنے جھکائے رکھوں، اسی کے اوامر و نواہی کی اتباع کروں اور اپنا ہر معاملہ اسی کے سپرد کروں۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۶۷ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۶۸

''وہی ہے جس نے تمھیں کچھ مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر ایک جمے ہوئے خون سے، پھر وہ تمھیں ایک بچہ بنا کر نکالتا ہے، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ، پھر تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور تم میں سے بعض وہ ہے جو اس سے پہلے قبض کر لیا جاتا ہے اور تاکہ تم ایک مقرر وقت کو پہنچ جاؤ اور تاکہ تم سمجھو۔ وہی ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے، پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے صرف یہ کہتا ہے کہ ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتا ہے۔''

یعنی وہی ذات پاک ہے جس نے تم سب کو پہلے مٹی سے پیدا کیا، یعنی تمھاری اصل مٹی ہے، یا یہ کہ تمھارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر تمھارے باپ کے نطفہ کو رحم مادر تک پہنچایا، پھر اسے منجمد خون بنایا، پھر بچہ کی شکل میں تمھیں تمھاری ماں کے بطن سے باہر نکالا۔ یعنی مختلف ادوار سے گزار کر تمھیں ایک ننھے منے بچے کی شکل میں دنیا میں بھیجا۔ پھر تمھاری پرورش کی، یہاں تک کہ تم بھرپور جوان بن گئے۔ پھر مرورِ ایام وسال کے ساتھ تم بوڑھے ہو جاتے ہو۔ تم میں سے کوئی رحم مادر سے مردہ ساقط ہو جاتا ہے، کوئی کم سنی ہی میں وفات پا جاتا ہے، کوئی عہد جوانی میں اور کوئی عہد پیری سے قبل۔ اے انسانو! تمھیں ان سارے ادوار سے اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کون گزارتا ہے؟ تمھیں ان باتوں میں غور و فکر کرنا چاہیے، تاکہ تم رب العالمین کی قدرت و عظمت کا اعتراف کر سکو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴾ [المؤمنون : ١٢ تا ١٤] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو حقیر مٹی کے ایک خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ایک قطرہ بنا کر ایک محفوظ ٹھکانے میں رکھا۔ پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو کچھ گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔''

اے لوگو! وہی معبود برحق ہے جو حقیر قطرۂ منی کو زندگی دیتا ہے اور پھر انسانوں کو عمریں پوری ہو جانے کے بعد موت دیتا ہے۔ اسے کبھی موت لاحق نہیں ہوگی، اس کے سوا تمام جن وانس مر جائیں گے۔ وہ معبود برحق جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو کلمۂ ''کن'' کے سے ذریعے اسے وجود میں لے آتا ہے۔ محال ہے کہ وہ چاہے اور کوئی چیز وجود میں نہ آئے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ڜ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ۝ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ

﴿ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾

”کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات کے بارے میں جھگڑتے ہیں، کہاں پھیرے جا رہے ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے کتاب کو اور جو کچھ ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا اسے جھٹلا دیا، سو عنقریب جان لیں گے۔ جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں، گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے پانی میں، پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جو تم شریک ٹھہراتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔“

ان آیات میں ان مشرکین کے حالات پر روشنی ڈالی جا رہی ہے جو اپنے جھوٹے اور باطل دلائل کے ذریعے سے قرآن کریم کی آیات کی تردید کرتے تھے اور ان میں شکوک وشبہات پیدا کرتے تھے۔ اس جرم عظیم کی ایک فوری سزا انھیں یہ دی گئی کہ ظاہر وصریح دلائل کے باوجود قبول حق کی توفیق ان سے چھین لی گئی، جبکہ قیامت کے دن ان کی گردنوں میں آگ کا طوق اور ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی جائیں گی اور پھر ان سے زجر وتوبیخ کے طور پر کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ شرکا جن کی تم اللہ کے بجائے عبادت کرتے تھے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ وہ تو آج ہم سے غائب ہو گئے ہیں، کہیں بھی نظر نہیں آ رہے ہیں۔ ایک دوسرا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ تو ہمارے کسی کام کے نہیں رہے، ان سے ہماری مصیبتوں کا کوئی مداوا نہیں ہو سکا۔ پھر شدت حیرت واضطراب میں اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھیں گے اور کہنے لگیں گے کہ ہم نے تو دنیا میں کسی کی عبادت نہیں کی تھی۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اہل کفر کو اس طرح اپنے آپ سے اور اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے اور ایمان ویقین کے لیے مہلک شرک ایسی بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے جو اسے جہنم رسید کر دیتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝ ﴾ [الرحمٰن : ٤٣، ٤٤] ”یہی ہے وہ جہنم جسے مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔ وہ اس کے درمیان اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر کاٹتے رہیں گے۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے تھوہر کے درخت سے کھانے اور گرم پینے کے ذکر کے بعد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ۝ ﴾ [الصافات : ٦٨] ”پھر بلاشبہ ان کی واپسی یقیناً اسی بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف ہوگی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ۝ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۝ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ۬ اَىِٕذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ۬ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ ﴾ [الواقعة : ٤١ تا ٥٦] ”اور بائیں ہاتھ والے،

کیا (ہی برے) ہیں بائیں ہاتھ والے۔ (وہ) ایک زہریلی لو اور کھولتے ہوئے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔ جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ باعزت۔ بے شک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں پالے ہوئے تھے۔ اور وہ بہت بڑے گناہ (شرک) پر اڑے رہتے تھے۔ اور وہ کہا کرتے تھے کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟ کہہ دے بے شک تمام پہلے اور پچھلے۔ ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر یقیناً اکٹھے کیے جانے والے ہیں۔ پھر بے شک تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کے پودے میں سے کھانے والے ہو۔ پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہو۔ پھر اس پر کھولتے پانی سے پینے والے ہو۔ پھر پیاس کی بیماری والے اونٹوں کے پینے کی طرح پینے والے ہو۔ یہ جزا کے دن ان کی مہمانی ہے۔" اور فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۝ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴾ [الدخان : ۴۳ تا ۵۰]

"بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔ اسے پکڑو، پھر اسے بھڑکتی آگ کے درمیان تک دھکیل کر لے جاؤ۔ پھر کھولتے پانی کا کچھ عذاب اس کے سر پر انڈیلو۔ چکھ، بے شک تو ہی وہ شخص ہے جو بڑا زبردست، بہت باعزت ہے۔ بے شک یہ ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔"

ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۝ اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

"یہ اس لیے ہے کہ تم زمین میں حق کے بغیر خوش ہوتے تھے اور اس لیے کہ تم اکڑتے تھے۔ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو، پس وہ تکبر کرنے والوں کی بری جگہ ہے۔"

فرشتے آگ کے عذاب اور اللہ کی رحمت سے دوری کا سبب بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ تمھارا یہ انجام اس لیے ہوا ہے کہ تم اللہ کی نافرمانی اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کی مخالفت کر کے خوب خوش ہوتے تھے اور مارے خوشی کے آپے سے باہر ہو جاتے تھے۔ تو آج تم جہنم کے دروازوں سے گزر کر اس کی آخری کھائی میں پہنچ جاؤ، جو کافروں کا بدترین ٹھکانا ہے۔

اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔" [مسلم، کتاب الإيمان، باب تحريم الكبر و بيانه : ۹۱]

حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ ہر کمزور و تواضع کرنے والا، اگر وہ اللہ پر قسم دے دے تو اللہ اس کی قسم پوری کر دے اور کیا میں تمھیں اہل دوزخ کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہر اکھڑ مزاج، اکڑ کر چلنے والا اور متکبر شخص (اہل دوزخ میں سے ہے)۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب الکبر : ۶۰۷۱]

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾

''پس صبر کر، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، پھر اگر کبھی ہم واقعی تجھے اس کا کچھ حصہ دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں، یا تجھے اٹھا ہی لیں تو یہ لوگ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنی قوم میں سے تکذیب کرنے والے لوگوں کی تکذیب پر صبر کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کے مقابلے میں آپ کی فتح و نصرت کا جو وعدہ کیا ہے وہ اسے ضرور پورا فرمائے گا اور آپ کو اور آپ کی اتباع کرنے والوں کو دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمائے گا۔ یا تو آپ کی زندگی ہی میں حسب وعدہ کوئی دنیاوی عذاب ان پر نازل ہوگا اور اگر آپ کی حیات طیبہ میں انھیں دنیاوی عذاب نہ ہوا تو انھیں ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے۔ اس وقت ہم انھیں جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا کریں گے اور آپ کو عزت و اکرام والے گھر، یعنی جنت میں اعلیٰ مقام عطا کریں گے اور مومنوں کو بھی ان کے اعمال کے مطابق درجات دیں گے۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ ع ۸

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے تجھے سنایا اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے تجھے نہیں سنایا۔ اور کسی رسول کا اختیار نہ تھا کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی نشانی لے آئے، پھر جب اللہ کا حکم آ گیا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور اس موقع پر اہل باطل خسارے میں رہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید تسلی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے انبیاء مبعوث کیے، ان میں سے بعض کے واقعات ہم نے قرآن کریم میں آپ کے لیے بیان کر دیے ہیں اور بعض کے بارے میں ہم نے کچھ بھی بیان نہیں کیا ہے۔ ان رسولوں کو یہ اختیار حاصل نہیں تھا کہ وہ اپنی قوموں کے مطالبے کے مطابق اپنی مرضی سے معجزات پیش کرتے، انھیں جب اللہ کا حکم ہوتا تھا تب ہی اللہ کی قدرت سے کسی معجزے کا اظہار کرتے تھے۔ جب کسی

سرکش و کافر قوم کی ہلاکت کا اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دیتا تھا تو وہ اپنے رسول اور اس کے پیروکار مومنوں کو بچا لیتا تھا اور اپنی کتاب اور اپنے رسول کی تکذیب کرنے والے مشرکوں کو ہلاک کر دیتا تھا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَیْهَا وَ عَلَی الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ ۖۗ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾

”اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے چوپائے بنائے، تاکہ ان میں سے بعض پر تم سوار ہو اور انھی میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور تمھارے لیے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ تم ان پر اس حاجت تک پہنچو جو تمھارے سینوں میں ہے اور انھی پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔ اور وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، پھر تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ ہی نے تمھارے لیے چوپائے پیدا کیے ہیں، جن میں سے بعض پر تم سوار ہوتے ہو جیسے اونٹ اور بعض کے گوشت کھاتے ہو جیسے گائے، بکری اور بھیڑ۔ ان میں دوسرے فوائد و منافع بھی ہیں، یعنی ان سے اون، بال اور چمڑا حاصل کرتے ہو۔ اونٹ میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ ان پر اپنا سامانِ تجارت لاد کر ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے ہو۔ اس کے ذریعے سے اپنا بری راستہ طے کرتے ہو اور کشتی کے ذریعے سے بحری راستہ۔ یہ سب اللہ کی نوع بہ نوع نشانیاں ہیں جو اس کے کمال قدرت اور بندوں کے لیے اس کی عظیم رحمت پر دلالت کرتی ہیں۔

چوپایوں کے منافع کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۵﴾ وَلَكُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ ﴿۶﴾ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰی بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۷﴾ وَّالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِیْنَةً ۭ وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [النحل: ۵ تا ۸] ”اور چوپائے، اس نے انھیں پیدا کیا، تمھارے لیے ان میں گرمی حاصل کرنے کا سامان اور بہت سے فائدے ہیں اور انھی سے تم کھاتے ہو۔ اور تمھارے لیے ان میں ایک جمال ہے، جب تم شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب صبح چرانے کو لے جاتے ہو۔ اور وہ تمھارے بوجھ اس شہر تک اٹھا کر لے جاتے ہیں جس میں تم کبھی پہنچنے والے نہ تھے، مگر جانوں کی مشقت کے ساتھ، بے شک تمھارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے، تاکہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے، اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا

اَسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴾ [الزخرف : ۱۲، ۱۳] ”اور وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے اور تمھارے لیے وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر بیٹھو، پھر اپنے رب کی نعمت یاد کرو، جب ان پر جم کر بیٹھ جاؤ اور کہو پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے لیے تابع کر دیا، حالانکہ ہم اسے قابو میں لانے والے نہیں تھے۔“

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸۲ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۸۳

”تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ (تعداد میں) ان سے زیادہ تھے اور قوت میں اور زمین میں یادگاروں کے اعتبار سے ان سے بڑھ کر تھے، تو ان کے کسی کام نہ آیا، جو وہ کماتے تھے۔ پھر جب ان کے رسول ان کے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے تو وہ اس پر پھول گئے جو ان کے پاس کچھ علم تھا اور انھیں اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ نے زمانۂ قدیم میں پیغمبروں کی تکذیب کرنے والی امتوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھیں کس طرح عذاب شدید نے اپنی گرفت میں لیا؟ حالانکہ وہ قومیں کفارِ مکہ سے تعداد میں زیادہ تھیں، جسمانی اعتبار سے ان سے زیادہ قوی اور مالی اعتبار سے ان سے بہت اچھی حالت میں تھیں۔ انھوں نے اپنے شہروں میں بڑی بڑی عمارتیں بنائیں، کارخانے لگائے اور زراعت میں خوب ترقی کی، لیکن جب اللہ کا عذاب آیا تو اسے کوئی نہ ٹال سکا۔ اس لیے کہ جب اللہ کے انبیاء ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انھوں نے ان پر کوئی توجہ نہ دی اور بزعم خود اپنے علم اور اپنی سمجھ کو انبیاء پر نازل شدہ وحی پر ترجیح دی۔ لہٰذا ان کا علم و ہنر ان کے کچھ کام نہ آ سکا۔ جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس عذاب نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝۲۱ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [المؤمن : ۲۱، ۲۲] ”اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ تو قوت میں ان سے بہت زیادہ سخت تھے اور زمین میں یادگاروں کے اعتبار سے بھی، پھر اللہ نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ لوگ، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے رہے تو انھوں نے انکار کیا تو اللہ نے انھیں پکڑ لیا۔ بے شک وہ بہت قوت والا،

بہت سخت سزا دینے والا ہے۔‘‘

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

ع ۹
۱۴

’’پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔‘‘

یعنی جب عذابِ الٰہی نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور بچ نکلنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی، تو اپنی توبہ کا اعلان کرنے لگے۔ کہنے لگے کہ ہم ایک اللہ پر ایمان لے آئے اور ان تمام طاغوتی طاقتوں کا انکار کرتے ہیں جنھیں ہم اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے۔ لیکن وہ توبہ ان کے کسی کام نہ آئی اور وہ ایمان انھیں اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکا، جیسا کہ فرعون کے ساتھ ہوا کہ جب اس نے موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو پکار اٹھا کہ میں ایمان لے آیا کہ اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل کے لوگ ایمان لے آئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول نہیں کی اور کہا کہ اب کوئی فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ تم اب تک نافرمان رہے ہو اور زمین میں فساد پھیلاتے رہے ہو، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک نزع کا عالم طاری نہ ہو۔‘‘ [ترمذی، کتاب الدعوات، باب : إن اللہ یقبل توبة العبد ما لم یغرغر : ۳۵۳۷۔ ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر التوبة : ۴۲۵۳]

آخر میں فرمایا کہ ہر اس قوم کے بارے میں اللہ کا یہی فیصلہ رہا ہے جس نے عذاب دیکھ کر توبہ کی، یعنی اس کی توبہ قبول نہیں کی گئی اور اسے ہلاک کر دیا گیا۔ اس آیت میں کفار مکہ کو ایک قسم کی دھمکی ہے کہ اگر وہ عذاب آنے سے پہلے ایمان نہ لائے تو تباہ و برباد کر دیے جائیں گے، ان کی تدبیریں اور ان کا علم و ہنر ان کے کچھ کام نہیں آئے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ۬ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴾ [فاطر : ۴۳، ۴۴] ’’اب یہ پہلے لوگوں سے ہونے والے طریقے کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ پس تو نہ کبھی اللہ کے طریقے کو بدل دینے کی کوئی صورت پائے گا اور نہ کبھی اللہ کے طریقے کو پھیر دینے کی کوئی صورت پائے گا۔ اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو

ان سے پہلے تھے، حالانکہ وہ قوت میں ان سے زیادہ سخت تھے اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں کوئی چیز اسے بے بس کر دے، بے شک وہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔" اور فرمایا: ﴿ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یونس : ۱۰۲، ۱۰۳] "تو یہ لوگ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے ان لوگوں کے سے ایام کے جو ان سے پہلے گزر چکے۔ کہہ دے پس انتظار کرو، یقیناً میں (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔ پھر ہم اپنے رسولوں کو نجات دیتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جو ایمان لائے، اسی طرح ہم پر حق ہے کہ ہم مومنوں کو نجات بخشیں۔"
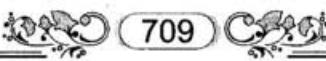
سورة حمٓ السجدة مكية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

حٰمٓ ① تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ② كِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ③ بَشِيۡرًا وَّ نَذِيۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ اَكۡثَرُهُمۡ فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ ④ وَ قَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِيۡۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ وَ فِيۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّ مِنۡۢ بَيۡنِنَا وَ بَيۡنِكَ حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ اِنَّنَا عٰمِلُوۡنَ ⑤

"حٰمٓ ۔ اس بے حد رحم والے، نہایت مہربان کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ایسی کتاب جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں، عربی قرآن ہے، ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔بشارت دینے والا اور ڈرانے والا، تو ان کے اکثر نے منہ موڑ لیا، سو وہ نہیں سنتے۔اور انھوں نے کہا ہمارے دل اس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے اور ہمارے کانوں میں ایک بوجھ ہے اور ہمارے درمیان اور تیرے درمیان ایک حجاب ہے، پس تو عمل کر، بے شک ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔"

قرآن کریم اللہ رحمان و رحیم کی طرف سے نازل شدہ ہے۔یہ وہ عظیم کتاب ہے جس کی آیتیں الفاظ و معانی کے اعتبار سے واضح اور صریح ہیں۔ان میں کوئی الجھاؤ نہیں ہے اور ان میں تمام چیزوں کی ایسی تفصیلات ہیں جو دنیا کی کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں ہیں۔یہ آیتیں اس قرآن کریم کی ہیں جسے اللہ نے عربی زبان میں نازل کیا ہے، تاکہ اسے سمجھا جائے اور اس پر ایمان لایا جائے کہ یہ اللہ کا کلام ہے، جسے اس نے بذریعہ وحی اپنے رسول محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔قرآن کریم غور و فکر کرنے والوں اور اس میں مذکور اوامر و نواہی پر عمل کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری دیتا ہے، جبکہ

جو لوگ اس سے منہ موڑتے ہیں انھیں جہنم میں ہمیشہ جلتے رہنے کی دھمکی دیتا ہے۔ لیکن اکثر اہل قریش نے اس سے اعراض کیا اور اس پر کوئی توجہ نہیں دی اور غرور وتکبر کی وجہ سے اسے سننا بھی گوارا نہیں کیا۔ اگر کبھی سن بھی لیا تو کفر وشرک کی وجہ سے انھیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے انھیں جب بھی قرآن سنانا چاہا، تو انھوں نے استہزا کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے دلوں پر کئی پردے پڑے ہیں، تاکہ تم جس عقیدۂ توحید، بعث بعد الموت اور جزا وسزا کی بات کرتے ہو اسے ہم سمجھ نہ سکیں۔ ہمارے کان بہرے ہیں اور ہمارے اور تمھارے درمیان پردہ حائل ہے، اس لیے نہ ہم تمھاری بات سنتے ہیں اور نہ جو تم کرتے ہو اسے دیکھ پاتے ہیں۔ لہٰذا جس طرح ہم نے تمھیں چھوڑ رکھا ہے، تم بھی ہمیں چھوڑ دو اور ہمیں اپنا قرآن سنانے کی کوشش نہ کرو۔ تم اپنے دین پر چلتے رہو اور ہم اپنے دین پر چلتے رہیں گے اور اپنے عقیدہ کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ اہل کتاب نے بھی اسی قسم کی بات کہی تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۸۸] ”اور انھوں نے کہا ہمارے دل غلاف میں (محفوظ) ہیں، بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی، پس وہ بہت کم ایمان لاتے ہیں۔“

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْۤا اِلَيْهِ وَ اسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَ وَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ۝۶ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۷ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۸

”کہہ دے میں تو تمھارے جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، سو اس کی طرف سیدھے ہو جاؤ اور اس سے بخشش مانگو اور مشرکوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرنے والے بھی وہی ہیں۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے ختم نہ کیا جانے والا اجر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی جواب دیا کہ میں تو تمھاری ہی طرح کا ایک آدمی ہوں، فرق صرف یہ ہے کہ مجھ پر اللہ کی وحی آتی ہے۔ پھر میری بات قبول کرنے سے تمھارے دلوں پر پردے کیوں پڑے ہیں؟ تمھارے کان کیوں بہرے ہیں؟ اور تم نے ہمارے اور اپنے درمیان حجاب کیوں حائل کر رکھا ہے؟ میں تمھیں کسی ایسی بات کی طرف تو نہیں بلاتا جسے عقل قبول نہ کرتی ہو، میں تو تمھیں اللہ کی وحدانیت کی دعوت دیتا ہوں، اس لیے تمھاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم بتوں سے اعلانِ براءت کر دو، پورے خلوص کے ساتھ اللہ کی بندگی پر ثابت قدم ہو جاؤ اور کفر وشرک سے تائب ہو جاؤ۔ اس کے بعد اہل شرک کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ ہلاکت و بربادی ہے ان اہل شرک کے لیے جو اپنے آپ کو شرک اور

اخلاق رذیلہ سے پاک نہیں کرتے اور اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہاں زکوٰۃ سے مراد شرک سے پاکی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا﴾ [الشمس : ۹] ''یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے اسے پاک کرلیا۔''

آگے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرتے ہیں، خوشخبری دی کہ ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں ایسی نعمتیں دے گا جو کبھی ختم نہیں ہوں گی۔

قُلْ اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ۝۹ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآىِٕلِيْنَ ۝۱۰

''کہہ کیا بے شک تم واقعی اس کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور اس کے لیے شریک بناتے ہو؟ وہی سب جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے اس میں اس کے اوپر سے گڑے ہوئے پہاڑ بنائے اور اس میں بہت برکت رکھی اور اس میں اس کی غذائیں اندازے کے ساتھ رکھیں، چار دن میں، اس حال میں کہ سوال کرنے والوں کے لیے برابر (جواب) ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید فرمائی ہے جنھوں نے اللہ کے ساتھ غیر کی پوجا کی، حالانکہ ہر چیز کا خالق وہی ہے، ہر چیز پر غالب اور مقتدر بھی اسی کی ذات پاک ہے۔ فرمایا کہ تم اس ذات باری تعالیٰ کی الوہیت کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں کی مدت میں پیدا کیا ہے اور اس کے لیے شرکا ٹھہراتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو، حالانکہ وہ رب العالمین ہے۔ اس لیے اس کے سوا کوئی دوسرا کیسے عبادت کا مستحق ہو سکتا ہے؟ کیا تم اس ذات واحد کی الوہیت کا انکار کرتے ہو، جس نے زمین کے اوپر بڑے بڑے پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ دیے ہیں اور جس نے زمین میں نوع بہ نوع نعمتیں پیدا کی ہیں؟ اس کی سطح پر نہریں جاری کیں، درخت اگائے اور چوپائے پیدا کیے۔ ہر ملک کے رہنے والوں کو ان کے مزاج کے مطابق روزی دی۔ یہ سارے کام اللہ نے چار دن میں کیے۔ یعنی ہفتے کے دن زمین، اتوار کو پہاڑ، سوموار کو درخت اور منگل کو مکروہ و ناپسندیدہ چیزوں کو پیدا کیا۔

ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآىِٕعِيْنَ ۝۱۱ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝۱۲

’’پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے کہا کہ آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ دونوں نے کہا ہم خوشی سے آ گئے۔ تو اس نے انھیں دو دنوں میں سات آسمان پورے بنا دیا اور ہر آسمان میں اس کے کام کی وحی فرمائی اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت دی اور خوب محفوظ کر دیا۔ یہ اس کا اندازہ ہے جو سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

زمین کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا کرنا چاہا، اس وقت وہ دھویں کی مانند ایک لطیف جوہر تھا، جو اس پانی سے پیدا ہوا تھا جس پر اللہ کا عرش تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان دو دن میں بنائے، یعنی دھویں کی نرمی کو ختم کر کے انھیں مضبوط و محکم بنایا اور ہر آسمان میں جو کچھ پیدا کرنا چاہا، جو ہم جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، وہ سب پیدا فرمایا، آسمانِ دنیا کو ستاروں سے مزین کیا اور انھیں ان شیاطین کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا جو چوری چھپے آسمان کی باتیں سننا چاہتے ہیں۔ فرشتے ان ستاروں کے ذریعے سے ان شیاطین کو مارتے ہیں تو وہ جل جاتے ہیں یا جنون میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ سارے کارنامے اس اللہ کے ہیں، جو بڑا زبردست اور اپنے تمام امور میں سب پر غالب ہے۔ ان میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی عظیم بادشاہی اور اپنی مخلوق کے اعمال و احوال سے خوب واقف ہے۔

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ [الأعراف : ٥٤] ’’بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴾ [قٓ : ۳۸، ۳۹] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نے نہیں چھوا۔ سو اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔‘‘

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے مٹی (یعنی زمین) کو ہفتہ کے دن پیدا کیا، اتوار کے دن اس میں پہاڑ پیدا فرمائے، سوموار کے دن درخت پیدا کیے اور بری چیزیں (جیسے ظلمت و تاریکی اور نجس و گندے حیوانات) منگل کے دن پیدا کیں۔ نور کو بدھ کے روز پیدا کیا، جمعرات کو اس میں جانور پھیلائے اور آدم علیہ السلام کو سب مخلوقات کے آخر میں جمعہ کے دن عصر کے بعد، جمعہ کی سب سے آخری ساعت میں، یعنی عصر اور مغرب کے درمیان پیدا فرمایا۔‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقین باب ابتداء الخلق و خلق آدم علیه السلام : ۲۷۸۹]

وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَ حِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ

الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴾ [الملك : ٥] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت بخشی اور ہم نے انھیں شیطانوں کو مارنے کے آلے بنایا اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓىِٕكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

”پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو کہہ دے میں نے تمھیں ایک ایسی کڑک سے خبردار کر دیا جو عاد اور ثمود کی کڑک جیسی ہوگی۔ جب ان کے پاس ان کے رسول ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے آئے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو، انھوں نے کہا اگر ہمارا رب چاہتا تو ضرور کوئی فرشتے نازل کر دیتا، پس بے شک ہم اس سے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو، منکر ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ ان تکذیب کرنے والے مشرکین سے کہہ دیں، جن کے پاس آپ حق لائے ہیں کہ اگر اب بھی تم اس حق سے اعراض کرو گے جو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے پاس لایا ہوں، تو میں تمھیں تم پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نازل ہونے سے ڈراتا ہوں، جس طرح کا عذاب قوم عاد اور قوم ثمود پر نازل ہوا تھا، جس نے انھیں اور ان کی تمام چیزوں کو یکسر ہلاک کر دیا تھا۔ آگے فرمایا کہ قوم عاد و ثمود کو اس لیے ہلاک کیا گیا تھا کہ ان کے پاس ہود اور صالح علیہما السلام جیسے انبیاء آئے اور ان تک دعوتِ توحید پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی اور کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، لیکن کفر و سرکشی پر ان کی ہٹ دھرمی میں کوئی کمی نہیں آئی۔ وہ کہنے لگے کہ اگر اللہ ہم تک اپنا پیغام پہنچانا چاہتا تو فرشتوں کو بھیجتا، نہ کہ ہمارے ہی جیسے انسانوں کو۔ اس لیے ہم تمھاری رسالت کا انکار کرتے ہیں۔

اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ: آگے اور پیچھے سے رسول آنے سے مراد یہ ہے کہ کثرت سے رسول آئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴾ [الأحقاف : ٢١] ”اور عاد کے بھائی کو یاد کر جب اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا، جب کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کئی ڈرانے والے گزر چکے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، بے شک میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔“ قوم عاد کے لوگ بڑے قد آور اور بڑے طاقت ور تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ

اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴾ [الحآقة : ٦، ٧] ''اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔''

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾

''پھر جو عاد تھے وہ زمین میں کسی حق کے بغیر بڑے بن بیٹھے اور انھوں نے کہا ہم سے قوت میں کون زیادہ سخت ہے؟ اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے انھیں پیدا کیا، قوت میں ان سے کہیں زیادہ سخت ہے اور وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔''

قوم عاد نے اللہ کی سرزمین پر ناحق تکبر اور سرکشی کی راہ اختیار کی، اپنی جسمانی قوت اور مادی طاقت کے نشے میں ہود علیہ السلام کی دعوت کا انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ کون ہے ہم سے زیادہ طاقت ور؟ ہم سب کو دیکھ لیں گے۔ وہ اس زعم باطل میں مبتلا ہو گئے کہ وہ اپنی طاقت کے ذریعے سے اللہ کے عذاب کو بھی روک لیں گے۔ چونکہ ان کے رویے میں اللہ کے خلاف ایک قسم کا چیلنج تھا، اسی لیے اللہ نے اپنی طاقت کا ذکر کیا اور کہا کہ جس نے انھیں پیدا کیا ہے وہ یقیناً ان سے زیادہ طاقت ور ہے۔ اس نے جب انسان کو پیدا کیا تو وہ بے حد کمزور تھا، پھر اللہ نے اسے آہستہ آہستہ قوی اور تنومند بنایا، پھر اللہ کے مقابلے میں وہ اپنی طاقت پر کیوں نازاں ہیں اور کیسے ان معجزات کا انکار کرتے ہیں جنھیں ہود علیہ السلام ان کے سامنے پیش کرتے ہیں؟

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْۤ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَ هُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

''تو ہم نے ان پر ایک سخت تند ہوا چند منحوس دنوں میں بھیجی، تاکہ ہم انھیں دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھائیں اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔''

یعنی جب وہ اپنے کفر و سرکشی سے باز نہیں آئے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کرنے کے لیے ان پر ایک تیز اور ٹھنڈی ہوا کو مسلط کر دیا، جو سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلسل چلتی رہی، اس ہوا نے ان میں سے ایک کو بھی نہیں چھوڑا۔ یہ ان کے لیے بڑے ہی برے دن ثابت ہوئے۔ اس عذاب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں رسوا کیا اور آخرت

میں جو عذاب انھیں دیا جائے گا وہ بہت ہی رسوا کن ہوگا اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَ نُذُرِ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴾ [القمر : ۱۸ تا ۲۰] "عاد نے جھٹلا دیا تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ بے شک ہم نے ان پر ایک تند آندھی بھیجی، ایسے دن میں جو دائمی نحوست والا تھا۔ لوگوں کو اکھاڑ پھینکتی تھی، جیسے وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔"

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری مدد صبا (مشرقی ہوا) کے ذریعے سے کی گئی اور عاد کو دبور (مغربی ہوا) کے ذریعے سے تباہ کیا گیا۔" [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في قوله : (وهو الذي يرسل الرياح نشرًا بين يدي رحمته) : ۳۲۰۵۔ مسلم، كتاب صلاة الاستسقاء، باب في ريح الصبا و الدبور : ۹۰۰]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب تیز ہوا چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَ خَيْرَ مَا فِيْهَا، وَ خَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهِ، وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهِ » "اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اور جو کچھ دے کر وہ بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں، اور میں اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اور جو کچھ وہ دے کر بھیجی گئی ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔" وہ فرماتی ہیں، جب آسمان پر بادل چھا جاتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو جاتا۔ آپ کبھی باہر تشریف لے جاتے اور کبھی اندر تشریف لاتے، (پریشانی کی حالت میں) کبھی آتے کبھی جاتے، جب بارش نازل ہوجاتی تو آپ کی پریشانی دور ہو جاتی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ کیفیت محسوس کر کے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: "عائشہ! شاید یہ وہی صورت حال ثابت ہو، جیسے قوم عاد (کے ساتھ پیش آئی تھی، انھوں) نے کہا تھا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [الأحقاف : ۲٤] "تو جب انھوں نے اسے ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔ بلکہ وہ (عذاب) ہے جو تم نے جلدی مانگا تھا، آندھی ہے، جس میں دردناک عذاب ہے۔" [مسلم، كتاب صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح ...... الخ : ۸۹۹/۱۵]

وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ وَ نَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

"اور جو ثمود تھے تو ہم نے انھیں سیدھا راستہ دکھایا مگر انھوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھا رہنے کو پسند کیا تو انھیں ذلیل کرنے والے عذاب کی کڑک نے پکڑ لیا، اس کی وجہ سے جو وہ کماتے تھے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو ایمان لائے

اور بچا کرتے تھے۔‘‘

قوم ثمود کی ہدایت کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے راہِ نجات کو روشن کیا، صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر ان کے پاس بھیجا، بہت سی نشانیوں کے ذریعے سے حق کو واضح کیا اور اپنی شریعت نازل کر کے اس پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ ان ساری باتوں کا تقاضا تھا کہ وہ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آتے، لیکن انھوں نے ایمان پر کفر کو اور اطاعت و بندگی پر معصیت و سرکشی کو ترجیح دی، تو اللہ نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ایک رسوا کن عذاب کے ذریعے سے انھیں ہلاک کر دیا اور صالح علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں کو اس عذاب سے بچا لیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴾ [القمر : ۳۱] ’’بے شک ہم نے ان پر ایک ہی چیخ بھیجی تو وہ باڑ لگانے والے کی کچلی، روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو گئے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حجر میں ارشاد فرمایا: ’’ان عذاب یافتہ لوگوں کے علاقے میں (داخل ہونا پڑے تو) صرف روتے ہوئے داخل ہوا کرو، اگر رونا نہ آئے تو ان کے علاقے میں داخل نہ ہونا کہ کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔‘‘ [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلوۃ فی مواضع الخسف والعذاب : ۴۳۳۔ مسلم، کتاب الزھد، باب النھی عن الدخول علی أھل الحجر ...... الخ : ۲۹۸۰]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کے ہمراہ تبوک تشریف لے گئے تو مقام حجر میں ثمود کے (ویران) گھروں کے قریب فروکش ہوئے۔ لوگوں نے ان کنوؤں سے پانی لے لیا جن سے ثمود پانی پیتے تھے۔ انھوں نے اس پانی سے آٹا گوندھ لیا اور گوشت پکانے کے لیے آگ پر ہانڈیاں رکھ دیں۔ (خبر ہونے پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے ہانڈیاں الٹ دیں اور آٹا اونٹوں کو کھلا دیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہو کر اس کنویں کے پاس جا ٹھہرے جہاں سے (صالح کی) اونٹنی پانی پیا کرتی تھی اور آپ نے اپنے صحابہ کو ان لوگوں کے (ویران) گھروں میں داخل ہونے سے منع فرما دیا جن پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا اور فرمایا: ’’میں ڈرتا ہوں کہ تم پر بھی ویسا عذاب نہ آ جائے جیسا ان پر آیا تھا، اس لیے ان کے علاقے میں داخل نہ ہوا کرو۔‘‘ [مسند أحمد : ۲/ ۱۱۷، ح : ۵۹۸۹]

وَ يَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝۱۹ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲۰

’’اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، پھر ان کی الگ الگ قسمیں بنائی جائیں گی۔ یہاں تک کہ جونہی اس کے پاس پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے خلاف اس کی شہادت دیں

گے جو وہ کیا کرتے تھے۔‘‘

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ اہل قریش کو وہ احوال بتائیں جن سے کفار قیامت کے دن دوچار ہوں گے، شاید کہ عبرت حاصل کریں۔ جب اللہ کے تمام دشمن جہنم یا میدانِ محشر کی طرف ہانک کر لے جائے جائیں گے اور سب ایک جگہ اکٹھے کیے جائیں گے، تو اس وقت اللہ کے حکم سے ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے جرائم کی گواہی دیں گے۔ جس اللہ نے ان کی زبانوں کو دنیا میں قوت گویائی دی تھی، وہی اس دن ان کے جسموں کے دیگر اعضا کو قوت گویائی دے گا اور وہ ان مجرموں کا ایک ایک جرم بیان کریں گے، جس کفر و شرک کا اعتراف کرنے سے ان کی زبانیں خاموش تھیں، اس کی گواہی دیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۝ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۝ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [یٰسٓ: ۶۳ تا ۶۵] ’’یہ ہے وہ جہنم جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ آج اس میں داخل ہو جاؤ، اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔ آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے جو وہ کمایا کرتے تھے۔‘‘

وَ قَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّ هُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۝۲۱

’’اور وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ کہیں گے ہمیں اس اللہ نے بلوا دیا جس نے ہر چیز کو بلوایا اور اسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا اور اسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔‘‘

اہل کفر و شرک اپنے اعضائے جسم کا یہ حال دیکھ کر دم بخود رہ جائیں گے، وہ اپنے چمڑوں سے، جن سے آواز نکل رہی ہوگی اور جنھیں اللہ اس دن عقل و فہم دے گا، کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف ایسی گواہی کیوں دی ہے جو تمھارے ہی درد و الم کا سبب ہوگی؟ تو وہ کہیں گے کہ یہ گواہی ہمارے ذریعے سے اس اللہ نے دلوائی ہے جس نے ہر حیوان کو قوت گویائی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمھیں اپنے اعضا کی قوت گویائی پر حیرت کیوں ہوتی ہے؟ یہ تو اس اللہ کا حکم ہوگا جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا ہے، تو جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا ہے وہ یقیناً تمھارے اعضا کو قوتِ گویائی دینے پر قادر ہے اور یاد رکھو کہ تمھیں لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ آپ ہنس دیے، پھر فرمایا: ’’کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟‘‘ ہم نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: ’’بندے کے

اپنے رب سے کلام پر (میں ہنسا ہوں)، بندہ کہے گا کہ اے میرے رب! کیا تو مجھے ظلم سے پناہ نہیں دے چکا؟ اللہ فرمائیں گے، کیوں نہیں، بندہ کہے گا کہ میں اپنے خلاف کسی اور کی گواہی قبول نہیں کروں گا سوائے اپنی ذات کی گواہی کے۔ اللہ فرمائے گا کہ آج کے دن تجھ پر تیری ہی گواہی کافی ہوگی اور کراماً کاتبین کی گواہی (اس کے علاوہ ہوگی)۔ چنانچہ اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا سے کہا جائے گا کہ بولو! اب وہ اس کے اعمال کی گواہی دیں گے، پھر اسے کلام کی اجازت دی جائے گی تو وہ اپنے اعضا سے مخاطب ہو کر کہے گا، تمھارے لیے ہلاکت اور دوری ہو! تمھیں بچانے کے لیے تو میں جھگڑا کر رہا تھا۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنۃ للکافر : ۲۹۶۹]

وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَ لَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَ لَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ وَ اِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾

''اور تم اس سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمھارے خلاف تمھارے کان گواہی دیں گے اور نہ تمھاری آنکھیں اور نہ تمھارے چمڑے اور لیکن تم نے گمان کیا کہ بے شک اللہ بہت سے کام، جو تم کرتے ہو، نہیں جانتا۔ اور یہ تمھارا گمان تھا جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا، اسی نے تمھیں ہلاک کر دیا، سو تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔ پس اگر وہ صبر کریں تو آگ ان کے لیے ٹھکانا ہے اور اگر وہ معافی کی درخواست کریں تو وہ معاف کیے گئے لوگوں سے نہیں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کفار و مشرکین سے کہے گا، جب تم لوگ گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے تو اپنے کانوں، آنکھوں اور چمڑوں سے پردہ کرنے کی نہیں سوچتے تھے، کیونکہ تمھارے دل میں یہ خیال آتا ہی نہیں تھا کہ قیامت کے دن تمھارے اعضا تمھارے خلاف گواہی دیں گے۔ تم یہ بھی گمان کرتے تھے کہ اللہ تمھارے بہت سے جرائم و معاصی کو نہیں جانتا ہے، اسی لیے تو تم ان کے ارتکاب کی جرأت کرتے تھے۔ اپنے رب سے متعلق تمھاری اس بدگمانی نے تمھیں ہلاکت و بربادی کے دھانے تک پہنچا دیا ہے۔ اسی وجہ سے تم نے دنیا میں اس کے احکام کی مخالفت کی جرأت کی، اب آخرت میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اپنے گناہوں کا انکار کر رہے ہو اور سب کچھ کھو کر جہنم کی طرف لے جائے جا رہے ہو۔ آخری آیت میں فرمایا کہ آج اگر جہنمی صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں، تو اس کے سوا چارہ ہی کیا ہے؟ کیونکہ اب تو جہنم ہی ان کا ہمیشہ کے لیے ٹھکانا ہے۔ اگر چاہتے ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو جائے اور جنت میں داخل کر دیے جائیں، تو ان کی یہ تمنا کبھی پوری نہیں ہوگی، یعنی نہ جہنم سے نکالے جائیں گے اور نہ اس کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بیت اللہ کے پاس دو قرشی اور ایک ثقفی یا دو ثقفی اور ایک قرشی جمع ہوئے۔ (ان کے پیٹوں میں چربی تو بہت تھی لیکن عقل کم تھی)۔ ان میں سے ایک نے کہا، تم کیا سمجھتے ہو اللہ تعالیٰ ہماری باتیں سنتا ہے؟ دوسرے نے کہا کہ پکار کر باتیں کریں تو سنتا ہے، اگر آہستہ بات کریں تو نہیں سنتا۔ تیسرے نے کہا اگر ہم پکار کر بات کریں تو سنتا ہے تو آہستہ سے جو بات کریں گے وہ بھی سنے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''اور تم اس سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمھارے خلاف تمھارے کان گواہی دیں گے اور نہ تمھاری آنکھیں اور نہ تمھارے چمڑے اور لیکن تم نے گمان کیا کہ بے شک اللہ بہت سے کام، جو تم کرتے ہو، نہیں جانتا۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ وما كنتم تستترون ...... الخ ﴾ : ٤٨١٦۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين و أحكامهم : ٢٧٧٥]

وَ قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۱۷

''اور ہم نے ان کے لیے کچھ ساتھی مقرر کر دیے تو انھوں نے ان کے لیے ان کے سامنے اور ان کے پیچھے جو کچھ تھا، خوشنما بنا دیا اور ان پر بات ثابت ہو گئی، ان قوموں کے ساتھ ساتھ جو جنوں اور انسانوں میں سے ان سے پہلے گزر چکی تھیں، بے شک وہ خسارہ اٹھانے والے تھے۔''

اہلِ کفر و شرک کا باطل پر اصرار اور ان کے نفس کی خباثت جب حد سے تجاوز کر جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ کچھ خبیث شیاطین کو ان کے ساتھ لگا دیتا ہے، جو ان کے دوست بن جاتے ہیں اور ان کے حاضر و مستقبل کے گناہوں کو ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا کر پیش کرتے ہیں۔ جب ان کا یہ حال ہو جاتا ہے تو ان کے لیے ابدی شقاوت و بدبختی لکھ دی جاتی ہے۔ ان کا نام ان گزشتہ جن و انس کے ساتھ لکھ دیا جاتا ہے جنھوں نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی، خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور پھر دنیا و آخرت کا خسارہ ان کی قسمت بن جاتا ہے۔

اس آیت میں برے ساتھیوں سے مراد شیطان اور برے انسان ہیں، شیطان تو بہکاتا ہے، رہے برے انسان تو وہ صرف بہکاتے ہی نہیں بلکہ ان کی بری صحبت کا بھی اثر پڑتا ہے۔ شیطان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٣٦ تا ٣٩] ''اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر

کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ رہنے والا ہوتا ہے۔اور بے شک وہ ضرور انھیں اصل راستے سے روکتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں ۔ یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا اے کاش! میرے درمیان اور تیرے درمیان دو مشرقوں کا فاصلہ ہوتا، پس وہ برا ساتھی ہے۔ اور آج یہ بات تمھیں ہرگز نفع نہ دے گی، جب کہ تم نے ظلم کیا کہ بے شک تم (سب) عذاب میں شریک ہو۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ جنوں میں سے ایک (شیطان) کو اس کا ساتھی مقرر کیا ہوا ہے۔'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی (شیطان ہے)؟ فرمایا: ''(ہاں!) میرے ساتھ بھی ہے، لیکن اللہ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد کی ہے تو وہ (میرا) مطیع ہو گیا ہے اور مجھے نیکی کے سوا اور کوئی بات نہیں کہتا۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان و بعثه سرایاه ...... الخ : ۲۸۱۴]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے باہر تشریف لے گئے، تو اس پر مجھے تشویش ہوئی (کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے پاس چلے گئے ہیں)۔ پھر آپ لوٹ کر واپس آئے اور میرا حال دیکھا، تو آپ نے فرمایا: ''تمھیں کیا ہوا ہے اے عائشہ!؟ کیا تمھیں غیرت آئی ہے؟'' میں نے کہا، مجھے کیا ہوا، جو میرے جیسی بیوی کو آپ جیسے شوہر پر غیرت نہ آئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمھارا شیطان تمھارے پاس آ گیا؟'' میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' میں نے کہا، کیا ہر انسان کے ساتھ شیطان ہے؟ فرمایا: ''ہاں!'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! لیکن میرے رب نے اس کے مقابلہ میں میری مدد کی، حتیٰ کہ وہ (میرا) مطیع ہو گیا ہے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان وبعثه سرایاه ...... الخ : ۲۸۱۵]

جنات و شیاطین کے علاوہ کچھ انسان ساتھی بھی ایسے ہوتے ہیں جو شیطانوں کی طرح بہکاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ﴾ [الناس : ۱ تا ۶] ''تو کہہ میں پناہ پکڑتا ہوں لوگوں کے رب کی۔ لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے معبود کی۔ وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے، جو ہٹ ہٹ کر آنے والا ہے۔ وہ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ جنوں اور انسانوں میں سے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴾ [الفرقان : ۲۷ تا ۲۹] ''اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا، کہے گا اے کاش! میں رسول کے ساتھ کچھ راستہ اختیار کرتا۔ ہائے میری بربادی! کاش کہ میں فلاں کو دلی دوست نہ بناتا۔

بے شک اس نے تو مجھے نصیحت سے گمراہ کر دیا، اس کے بعد کہ میرے پاس آئی اور شیطان ہمیشہ انسان کو چھوڑ جانے والا ہے۔‘‘

برے دوستوں کی صحبت بھی آدمی کے لیے دینی نقصان کا باعث ہوتی ہے، جیسا کہ سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’نیک دوست اور برے دوست کی مثال ایسی ہے جیسے مشک بیچنے والے عطار اور لوہار کی سی۔ تمھارا مشک بیچنے والے کے پاس بیٹھنا فائدے سے خالی نہیں، یا تو تم مشک خریدو گے، یا (اگر خریدو گے نہیں تو) خوشبو تو تجھے (بہرحال) آئے گی، جبکہ لوہار کی بھٹی یا تو تمھارا بدن یا تمھارا کپڑا جلا دے گی، ورنہ بدبو تو (بہرحال) آئے گی۔‘‘ [بخاری، کتاب البیوع، باب فی العطار وبیع المسك : ۲۱۰۱۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحين و مجانبة قرناء السوء : ۲۶۲۸]

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾

’’اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، اس قرآن کو مت سنو اور اس میں شور کرو، تاکہ تم غالب رہو۔ سو یقیناً ہم ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ضرور بہت سخت عذاب چکھائیں گے اور یقیناً ہم انھیں ان بدترین اعمال کا بدلہ ضرور دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ یہ اللہ کے دشمنوں کی جزا آگ ہی ہے، انھی کے لیے اس میں ہمیشہ رہنے کا گھر ہے، اس کی جزا کے لیے جو وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔‘‘

جو شخص بھی قرآن سنتا تھا تو قرآن کی بات اس کے دل میں اتر جاتی تھی اور یہی تاثیر قرآن کا وہ اعجاز تھا جس سے قریشِ مکہ سخت خائف رہتے تھے۔ قرآن سے متعلق انھوں نے دو طرح کے اقدام کیے تھے، تاکہ اس کی آواز کو دبایا جا سکے، ان میں سے پہلا اقدام تو مسلمانوں پر پابندی تھی کہ وہ قرآن کو اونچی آواز سے نہ پڑھا کریں، کیونکہ اس طرح ان کی عورتیں اور بچے متاثر ہوتے ہیں۔ اسی جرم کی پاداش میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی بار حملے ہوئے اور مسلمانوں کو بھی سخت اذیتیں دی گئیں۔ اسی جرم کی پاداش میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا اور آپ ہجرت کی نیت سے نکل کھڑے ہوئے۔ برک غماد کے مقام پر پہنچے تھے کہ قبیلہ قارہ کا سردار ابن دغنہ انھیں اپنی پناہ میں لے کر واپس مکہ لے آیا۔ سردارانِ قریش نے اس پناہ کو صرف اس شرط کے ساتھ منظور کیا کہ آپ قرآن بلند آواز سے نہیں پڑھا کریں گے۔ مگر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ زیادہ دیر اس شرط پر قائم نہ رہ سکے تو قریشی سرداروں نے ابن دغنہ کے پاس جا کر شکایت کی۔ ابن دغنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر انھیں اپنا عہد یاد دلایا اور کہا کہ یا تو تم بلند آواز سے قرآن پڑھنا

چھوڑ دو، یا پھر میری پناہ مجھے واپس کر دو۔ اس کے جواب میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ تم اپنی پناہ اپنے پاس رکھو اور میرا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ ان کا دوسرا اقدام یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں اونچی آواز سے قرآن پڑھتے تو مشرکین سننے والوں کو وہاں سے بھگا دیتے اور کہتے کہ تم لوگ اس قرآن کو نہ سنو، آپس میں کہتے کہ اس کا خوب مذاق اڑاؤ، تالیاں بجاؤ اور ادھر ادھر کی باتیں کرو، تاکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قراءت بے معنی بن جائے اور اس طرح تمھاری آوازیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز پر غالب آ جائیں گی اور وہ قرآن پڑھنے سے باز آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی ان نازیبا اور بے ہودہ حرکتوں پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم ان کافروں کو شدید عذاب دیں گے اور قیامت کے دن انھیں ان کے کرتوتوں کا بدترین بدلہ دیں گے۔ اس دن اللہ کے دشمنوں کا بدلہ جہنم کی آگ ہوگی، جس میں وہ ہمیشہ جلتے رہیں گے، اس سبب سے کہ وہ دنیا میں اللہ کی کتاب کا انکار کرتے تھے۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾

”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، کہیں گے اے ہمارے رب! تو ہمیں جنوں اور انسانوں میں سے وہ دونوں دکھا جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا، ہم انھیں اپنے قدموں کے نیچے ڈالیں، تاکہ وہ سب سے نچلے لوگوں سے ہو جائیں۔“

جہنمی جب آگ میں جل رہے ہوں گے اور کچھ نہ بن پڑے گا، تو اپنے غیظ و غضب کا اظہار ان شیاطین جن و انس کے خلاف کریں گے جو دنیا میں کفر و معاصی کو ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا کر پیش کرتے تھے۔ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! جو شیاطین جن و انس ہمیں دنیا میں بہکاتے رہے ہیں ذرا انھیں ہمارے سامنے کر دے، تاکہ ہم انھیں اپنے قدموں سے روند ڈالیں اور انھیں جہنم کی آخری کھائی میں پہنچا دیں اور تاکہ انھیں ہم اپنے آپ سے بدترین حال میں دیکھ کر اپنے دل کے پھپھولے پھوڑ لیں۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا : اس کا مفہوم واضح ہی ہے کہ گمراہ کرنے والے شیاطین ہی نہیں ہوتے، انسانوں کی ایک بڑی تعداد بھی شیطان کے زیر اثر لوگوں کو گمراہ کرنے میں مصروف رہتی ہے، تاہم بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ”الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا“ سے مراد ابلیس اور قابیل بن آدم ہے جس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس انسان کو بھی ظلم کے ساتھ قتل کیا جائے گا تو اس کے خون (ناحق) میں آدم علیہ السلام کے اس پہلے بیٹے کا حصہ بھی ہوگا، کیونکہ سب سے پہلے قتل کو اسی نے ایجاد کیا تھا۔“ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم و ذريته : ۳۳۳۵۔ مسلم، كتاب القسامة والمحاربين، باب بيان إثم من سن القتل : ۱۶۷۷]

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۳۰ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝۳۱ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝۳۲

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمھارے دل چاہیں گے اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔''

فرمایا کہ جو لوگ اللہ کو ایک مانتے ہیں، معبودانِ باطلہ کی نفی کرتے اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، ان کے پاس دنیا میں یا موت کے وقت یا دوبارہ زندہ کیے جانے کے وقت فرشتے آتے ہیں اور انھیں اطمینان دلاتے ہیں کہ جو زندگی اب آنے والی ہے اس کے بارے میں آپ لوگ مطمئن رہیے اور جن لوگوں کو آپ دنیا میں چھوڑ آئے ہیں ان کی بھی فکر نہ کیجیے، ان کی نگرانی ہم کریں گے۔ دنیا میں آپ لوگوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا تھا اسے پا کر اب خوش ہو جایئے۔ فرشتے ان سے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم لوگ دنیا اور آخرت دونوں جگہ آپ سے محبت کرنے والے ہیں، اس لیے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان قدرِ مشترک اللہ کی اطاعت و بندگی ہے۔ جنت میں آپ لوگوں کو ہر وہ چیز ملے گی جسے آپ کا دل چاہے گا اور جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ یہ تمام نعمتیں آپ کے غفور و رحیم رب کی طرف سے آپ کی میزبانی کے لیے ہوں گی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۱۳ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ۱۳، ۱٤] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ لوگ جنت والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہنے والے، اس کے بدلے کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات نا پسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملاقات نا پسند کرتا ہے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ کی کسی اور بیوی نے کہا، اے اللہ کے رسول! موت کو تو ہم بھی برا جانتے ہیں۔ آپ

نے فرمایا: ''اس ملاقات سے مراد موت نہیں ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ کی رضا مندی اور (اس کے ہاں) اس کی عزت کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ تو اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی جو اس کے آگے ہوتی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی ملاقات، اس کی رضا و خوشنودی اور جنت)۔ لہٰذا وہ اللہ سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہے۔ لیکن کافر کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور اللہ کی مقرر کردہ سزا کی بشارت دی جاتی ہے، تو اس وقت اسے اس چیز سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں ہوتی جو اسے آگے ملنے والی ہوتی ہے (یعنی اللہ کا عذاب و سزا) لہٰذا وہ اللہ سے ملنا ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقائهٗ : ۶۵۰۷۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءهٗ ...... الخ : ۲۶۸۴، عن عائشة رضی الله عنها]

سیدنا سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کی ایک ایسی بات بتا دیجیے کہ پھر میں اس کے متعلق آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ نے فرمایا: ''کہو! میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ڈٹے رہو۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب جامع أوصاف الإسلام : ۳۸]

وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ : یعنی فرشتے انھیں شر کے ختم ہو جانے اور خیر کے حاصل ہو جانے کی خوش خبری سناتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مومن کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں۔'' (حدیث کے راوی) حماد کہتے ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی خوشبو اور مشک کا ذکر کیا، پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آسمان والے فرشتے (اس روح کی خوشبو پا کر) کہتے ہیں کہ پاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، اللہ تجھ پر رحمت نازل کرے اور اس جسم پر بھی جسے تو نے آباد کر رکھا تھا۔ پھر فرشتے اپنے رب کے حضور اس روح کو لے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اسے قیامت قائم ہونے تک (اس کی معین جگہ یعنی علیین میں) پہنچا دو۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیه ...... الخ : ۲۸۷۲]

وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْۤ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ : یعنی جنت میں تمھیں وہ سب کچھ مل جائے گا جسے تمھارے جی چاہیں گے اور جس سے تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ گویا مومن کی ہر خواہش پوری کی جائے گی، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمھیں چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی شبہ ہوتا ہے، جب اس کے اوپر بادل بھی نہ ہو؟'' لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو کیا تمھیں سورج دیکھنے میں کوئی شبہ ہوتا ہے جب اس کے اوپر ابر بھی نہ ہو؟'' لوگوں نے عرض کی کہ نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پس تم اسی طرح (اللہ

کسی وقت کے) اپنے پروردگار کو دیکھو گے۔ قیامت کے دن لوگ (زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو (دنیا میں) جس کی پرستش کرتا تھا وہ اس کے پیچھے ہو لے۔ چنانچہ کوئی ان میں سے آفتاب کے پیچھے ہو جائے گا اور کوئی ان میں سے چاند کے پیچھے ہو جائے گا اور کوئی ان میں سے بتوں کے پیچھے ہو جائے گا اور یہ (ایمان داروں کا) گروہ باقی رہ جائے گا اور اسی میں اس امت کے منافق (بھی شامل) ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ (اس صورت میں جسے وہ نہیں پہچانتے) ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا کہ میں تمھارا پروردگار ہوں، تو وہ کہیں گے (ہم تجھے نہیں جانتے) ہم اس جگہ کھڑے رہیں گے یہاں تک کہ ہمارا پروردگار ہمارے پاس آ جائے اور جب وہ آئے گا ہم اسے پہچان لیں گے۔ پھر اللہ عزوجل ان کے پاس (اس صورت میں) آئے گا (جسے وہ پہچانتے ہیں) اور فرمائے گا کہ میں تمھارا پروردگار ہوں؟ تو وہ کہیں گے ہاں! تو ہمارا پروردگار ہے۔ پس اللہ انھیں بلائے گا اور جہنم کی پشت پر پل صراط رکھ دیا جائے گا اور میں اپنی امت کے ساتھ اس پل صراط سے گزرنے والا پہلا رسول ہوں گا اور اس دن سوائے پیغمبروں کے کوئی بول نہ سکے گا اور پیغمبروں کا کلام اس دن « اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ » ہوگا (یعنی اے اللہ! مجھے محفوظ رکھنا، مجھے بچا لینا) اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کے مشابہ آنکڑے ہوں گے، کیا تم لوگوں نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو وہ (شکل میں) سعدان کے کانٹوں کے مشابہ ہوں گے، لیکن ان کی جسامت کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ وہ آنکڑے لوگوں کو ان کے اعمال کے موافق اچک لیں گے، تو ان میں سے کوئی اپنے اعمال کے سبب (جہنم میں گر کر) ہلاک ہو جائے گا اور کوئی ان میں سے (مارے زخموں کے) ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، اس کے بعد نجات پائے گا، یہاں تک کہ جب اللہ دوزخیوں میں سے جن پر مہربانی کرنا چاہے گا تو اللہ فرشتوں کو حکم دے گا کہ جو اللہ کی پرستش کرتے تھے وہ نکال لیے جائیں، چنانچہ فرشتے انھیں نکالیں گے اور فرشتے انھیں سجدوں کے نشانوں سے پہچان لیں گے اور اللہ تعالیٰ نے (دوزخ کی) آگ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ سجدے کے نشان کو کھائے۔ تو ابن آدم کے سارے جسم کو آگ کھا لے گی سوائے سجدوں کے نشان کے، تو وہ آگ سے نکالے جائیں گے (اس حال میں کہ) وہ سیاہ ہو گئے ہوں گے، پھر ان کے اوپر آب حیات ڈالا جائے گا تو (اس کے پڑنے سے) وہ ایسا نمو پکڑیں گے جیسے دانہ سیل کے بہاؤ میں اگتا ہے۔ اس کے بعد اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان باقی رہ جائے گا اور وہ تمام دوزخیوں میں سے سب سے آخر میں جنت میں جائے گا۔ اس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا، کہے گا کہ اے میرے پروردگار! میرا منہ دوزخ (کی طرف) سے پھیر دے، کیونکہ مجھے اس کی ہوا نے زہر آلود کر دیا ہے اور اس کے شعلے نے مجھے جلا دیا ہے۔ اللہ فرمائے گا، اچھا، اگر تیرے ساتھ یہ احسان کر دیا جائے تو تو اس کے علاوہ کچھ اور تو نہیں مانگے گا؟ وہ کہے گا کہ تیری بزرگی کی قسم! نہیں

(کچھ نہیں مانگوں گا) اور اللہ عزوجل اس بات پر، جس قدر اللہ چاہے گا، اس شخص سے پختہ وعدہ لے گا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کا منہ دوزخ (کی طرف) سے پھیر دے گا۔ پھر جب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا اور اس کی تروتازگی دیکھے گا، تو جس قدر اللہ تعالیٰ اس شخص کا خاموش رہنا پسند کرے گا، وہ آدمی چپ رہے گا، اس کے بعد کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے جنت کے دروازے کے پاس بٹھا دے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کیا تو نے مجھ سے اس بات پر عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ اس ایک سوال کے سوا تو مجھ سے اور کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا، اے میرے پروردگار! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب تو نہ کر۔ تو اللہ فرمائے گا کہ اگر تجھے یہ بھی عطا کر دیا جائے تو تو اس کے علاوہ کچھ اور تو نہ مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا کہ قسم تیری بزرگی کی! نہیں، میں اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے، جس قدر اللہ چاہے گا، قول و قرار لے گا اور اسے جنت کے دروازے کے پاس بٹھا دے گا۔ پس جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچ جائے گا اور اس کی پہنائی، تروتازگی اور سرور دیکھے گا تو جتنی دیر اللہ اس کا چپ رہنا چاہے گا، وہ چپ رہے گا۔ اس کے بعد وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے جنت میں داخل کر دے۔ اللہ عزوجل فرمائے گا کہ افسوس اے ابن آدم! تو کس قدر عہد شکن ہے، کیا تو نے اس بات پر قول و قرار نہیں کیے تھے کہ اس کے علاوہ جو تجھے دیا جا چکا ہے اور کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ کر۔ پس اللہ تعالیٰ (اس کی باتوں سے) ہنس پڑے گا اور خوش ہوگا۔ اس کے بعد اُسے جنت میں جانے کی اجازت دے دے گا اور فرمائے گا کہ خواہش کر (یعنی جو جو کچھ تو مانگ سکتا ہے مانگ)، چنانچہ وہ خواہش کرنے لگے گا، یہاں تک کہ اس کی خواہشیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ بزرگ و برتر فرمائے گا کہ یہ یہ چیزیں اور مانگ۔ اب اللہ تعالیٰ اسے یاد دلائے گا، یہاں تک کہ جب اس کی خواہشیں تمام ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے یہ بھی سب کچھ دیا جاتا ہے (یعنی تیری خواہشوں کے مطابق) اور اسی کے برابر اور بھی۔" (یہ حدیث سن کر) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مقام پر یہ فرمایا تھا: "اللہ عزوجل نے فرمایا کہ تجھے یہ بھی سبھی کچھ اور اس کے ساتھ اسی کی مثل دس گنا اور بھی دیا جاتا ہے۔" تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے صرف یہی قول یاد ہے کہ تجھے یہ بھی دیا جاتا ہے اور اسی کے مثل اور بھی۔ تو سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے خود آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "تجھے یہ اور اسی کی مثل دس گنا اور دیا جاتا ہے۔" [بخاري، كتاب الأذان، باب فضل السجود : ۸۰۶]

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴿۳۳﴾

"اور بات کے اعتبار سے اس سے اچھا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں

فرماں برداروں میں سے ہوں۔‘‘

اس آیت میں تبلیغ دین کی اہمیت اور فضیلت کا واضح بیان ہے۔ تبلیغ دین گویا تمام باتوں سے افضل و برتر ہے، کوئی بات اتنی وقیع نہیں جتنی وقیع دعوت الی اللہ ہے۔ زبان سے نکلنے والی تمام باتوں میں سب سے بہتر بات دعوت الی اللہ ہے۔

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ : سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا: ’’کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر کی فتح عطا فرمائے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔‘‘ آپ کا یہ فرمان سن کر لوگ رات بھر مضطرب و منتظر رہے کہ دیکھو! جھنڈا کس کو ملتا ہے؟ صبح ہوتے ہی سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ہر ایک کو یہ امید تھی کہ جھنڈا اسے ملے گا۔ آپ نے پوچھا: ’’علی بن ابو طالب کہاں ہیں؟‘‘ لوگوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! ان کی تو آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ’’ان کو بلاؤ۔‘‘ انھیں لایا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا اور ان کے لیے دعا کی، پھر تو وہ ایسے تندرست ہو گئے جیسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ آپ نے جھنڈا ان کے حوالے کیا تو وہ کہنے لگے، یا رسول اللہ! میں ان سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ ہماری طرح اسلام قبول نہ کر لیں؟ آپ نے فرمایا: ’’تم باوقار طریقے سے جاؤ، جب تم ان کے علاقے میں پہنچو تو ان کو اسلام کی دعوت دینا اور اللہ کے جو حقوق ان پر واجب ہیں وہ انھیں بتانا۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمھاری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمھارے حق میں سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر : ۴۲۱۰۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه : ۲۴۰۶]

وَ عَمِلَ صَالِحًا : یعنی دعوت الی اللہ دینے والا نیک عمل کرتا ہو، جس چیز کی وہ دعوت دے رہا ہے اس پر خود بھی عمل کرتا ہو، اس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ [الصف : ۲، ۳] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک ناراض ہونے کے اعتبار سے بڑی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم نہیں کرتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ [البقرة : ۴۴] ’’کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟‘‘

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک شخص کو قیامت کے روز لایا جائے گا اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ آگ میں اس کی انتڑیاں باہر نکل پڑیں گی اور وہ اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ دوزخی (اس کے گرد) جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے، اے شخص! یہ کیا بات ہے؟ کیا تو (دنیا میں) ہمیں اچھی بات کا حکم نہیں دیتا تھا اور بری بات سے روکتا نہیں تھا؟ وہ کہے گا، بے شک میں تم لوگوں کو تو نیک بات

کا حکم دیتا تھا، لیکن خود وہ کام نہیں کرتا تھا اور تم کو بری بات سے منع کرتا تھا، لیکن خود وہ کام کرتا تھا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ۳۲۶۷۔ مسلم، کتاب الزهد، باب عقوبة من يأمر بالمعروف ولا يفعله ...... الخ : ۲۹۸۹]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ہدایت کی طرف بلائے، تو اسے اس کی بات مان کر راہ ہدایت پر چلنے والوں کا بھی ثواب ملے گا اور اس سے اس راہ پر چلنے والوں کا ثواب کچھ کم نہیں ہوگا اور جو شخص گمراہی کی طرف بلائے گا، تو اسے اس کی بات مان کر اس گناہ پر چلنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور اس سے اس راہ پر چلنے والوں کا گناہ کچھ کم نہیں ہوگا۔'' [مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة...... الخ : ۲۶۷۴]

وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾

''اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے برائی کے دفعیہ کے لیے نیکی اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کے ساتھ برائی کرتا ہے تو آپ اس کے ساتھ برائی نہ کریں، بلکہ اس کے ساتھ نیکی کریں۔ آپ کی نیکی آپ کے دشمن پر ایسا اخلاقی بوجھ ہوگا کہ وہ آپ کا گرم جوش دوست بن جائے گا۔ آپ کی نیکی دشمن کے دل سے بغض و عداوت کو نکال دے گی اور دوستی اور محبت پیدا کر دے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۹۶] ''اس طریقے سے برائی کو ہٹا جو سب سے اچھا ہو، ہم زیادہ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نجد کی جانب گھڑ سوار مجاہدین کا ایک دستہ روانہ فرمایا۔ یہ مجاہدین بنو حنیفہ قبیلے کے ایک سردار ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر لائے اور اسے مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے تو پوچھا: ''ثمامہ! تو کیا سمجھتا ہے (کہ میں تیرے ساتھ کیسا معاملہ کروں گا؟) ثمامہ کہنے لگا، اے محمد (ﷺ)! میرے پاس تو خیر ہی ہے، لیکن (اس کے باوجود) اگر مجھے قتل کرو گے تو ایسے شخص کو قتل کرو گے جس کے خون کا بدلہ لیا جائے گا اور اگر مجھ پر احسان کرو گے تو ایسے شخص پر احسان کرو گے جو احسان کی قدر کرنا جانتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر آپ کو مال و دولت کی تمنا ہے تو جس قدر چاہیں تقاضا کریں (اسے پورا کیا جائے گا۔ یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ کچھ کہے بغیر چلے گئے) حتیٰ کہ اگلے دن تشریف لائے اور ثمامہ سے وہی سوال دہرایا:

’’ثمامہ! تیرا کیا خیال ہے (کہ میں تیرے ساتھ کیسا معاملہ کروں گا)؟‘‘ ثمامہ نے کہا، میں اپنی بات آپ سے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں گے تو ایک قدر دان پر احسان کریں گے۔ اب بھی رسول اللہ ﷺ نے اسے (اس کے حال پر) چھوڑ دیا، حتیٰ کہ تیسرے دن اس سے پوچھا: ’’تیرا (میرے بارے میں) کیا خیال ہے، اے ثمامہ!؟‘‘ ثمامہ نے کہا، میرا خیال وہی ہے جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں۔ اب کے رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کو) حکم دیا: ’’ثمامہ کو آزاد کر دو۔‘‘ ثمامہ یہاں سے نکلا اور مسجد کے قریب ہی کھجوروں کے ایک باغ میں جا پہنچا۔ وہاں سے غسل کر کے مسجد میں آ گیا اور (رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر) کہنے لگا: «اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ» ’’میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔‘‘ پھر کہنے لگا، اے محمد! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمین پر جس قدر بھی چہرے ہیں، ان میں سب سے بڑھ کر مجھے جس چہرے پر غصہ آتا تھا، وہ آپ کا چہرہ تھا، لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ ان تمام چہروں میں مجھے جس چہرے کے ساتھ سب سے بڑھ کر محبت ہے وہ آپ کا چہرۂ مبارک ہے اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے آپ کے دین سے زیادہ برا کوئی دین نہیں لگتا تھا، مگر اب آپ کا دین مجھے تمام ادیان میں سب سے زیادہ محبوب لگ رہا ہے اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کے اس شہر پر مجھے تمام شہروں سے بڑھ کر غصہ آتا تھا، مگر اب یہ شہر سب شہروں سے بڑھ کر مجھے پیارا لگ رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ آپ کے گھڑ سواروں نے مجھے اس وقت گرفتار کیا جس وقت میں عمرے کا ارادہ کر چکا تھا، اب آپ کی مرضی ہے جو حکم فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے (ان کے قبول اسلام پر) انھیں خوش خبری دی اور فرمایا: ’’تم عمرہ ادا کر لو۔‘‘ سیدنا ثمامہ رضی اللہ عنہ جب مکہ پہنچے تو ایک شخص انھیں کہنے لگا، کیا تو بے دین ہو گیا ہے؟ ثمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا، بالکل نہیں، میں تو اللہ کے رسول محمد ﷺ پر ایمان لایا ہوں اور سنو! (یہ بات ہے تو) اللہ کی قسم! یمامہ سے تمھارے پاس اب گندم کا ایک دانہ بھی نہیں پہنچے گا، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ تمھیں اناج دینے کی اجازت دیں۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفة و حدیث ثمامة بن أثال : ۴۳۷۲]

وَ مَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ مَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾

’’اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اچھی خصلت اور عظیم فضیلت تو انھیں نصیب ہوتی ہے جو درد و الم کے گھونٹ خاموشی کے ساتھ پی جاتے ہیں اور اپنے رب کی اطاعت و بندگی پر صبر کے ساتھ قائم رہتے ہیں، یہ رتبۂ بلند تو اسے ملتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہی سعادت مند ہوتا ہے، اس کے اندر خیر کی صلاحیتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہیں۔ عقل سلیم اور خلق عظیم کا

مالک ہوتا ہے اور اپنے رب سے ثواب کی امید لگائے زندگی گزارتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۳، ۱۳۴] ''اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دوڑو اپنے رب کی جانب سے بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے، ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [الشوریٰ : ۴۳] ''اور بلاشبہ جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں سے ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت ﴿ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد غصے کے وقت صبر کرنا اور برائی کو معاف کرنا ہے اور جب وہ (مسلمان) ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں شیطان سے بچا لے گا اور ان کا دشمن ان کے لیے اس طرح ہو جائے گا، جیسے گرم جوش دوست ہو۔ [بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ حٰمٓ السجدۃ، قبل الحدیث : ۴۸۱۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پہلوان وہ نہیں ہے جو کشتی میں مقابل کو پچھاڑ دے، بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ میں اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب : ۶۱۱۴۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل من یملك نفسه عند الغضب ...... الخ : ۲۶۰۹]

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

''اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

انسان میں انتقام ایک فطری خواہش ہے، اس فطری خواہش کو شیطان برانگیختہ کرتا ہے اور انسان کو ظلم کرنے پر ابھارتا ہے۔ ظلم و انتقام سے فساد بڑھتا ہے، گھٹتا نہیں۔ انتقام در انتقام کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور امن و امان مفقود ہو جاتا ہے۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ دنیا میں فساد پھیلے، ایک انسان دوسرے انسان کے خون کا پیاسا ہو۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص انتقام نہ لے، بلکہ اگر انتقام کا وسوسہ بھی دل میں پیدا ہو تو اللہ سے پناہ طلب کرے تو فساد کا سدباب ہی نہیں ہوتا، بلکہ محبت و الفت کی فضا قائم ہو جاتی ہے، دشمن دوست بن جاتا ہے، فساد ختم ہو جاتا ہے اور زندگی امن و سکون سے گزرتی ہے۔ یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے، جو اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد

فرمایا: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [الأعراف : ۱۹۹، ۲۰۰] ”درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔ اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بے شک وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۚ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۝ وَقُلْ رَّبِّ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَأَعُوْذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴾ [المؤمنون : ۹۶ تا ۹۸] ”اس طریقے سے برائی کو ہٹا جو سب سے اچھا ہو، ہم زیادہ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں۔ اور تو کہہ اے میرے رب! میں شیطانوں کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے میرے رب! میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں۔“

سیدنا سلیمان بن صُرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دو آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے گالی گلوچ کی، ایک کو غصہ آ گیا، اتنا شدید کہ اس کا چہرہ پھول گیا اور رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے اگر غصہ کرنے والا شخص وہ کلمہ کہہ لے تو اس کا غصہ دور ہو جائے گا۔“ ایک دوسرا شخص اس کے پاس گیا اور آپ نے جو فرمایا تھا اسے اس کی خبر دی اور کہا، شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ۔ وہ کہنے لگا، تم نے مجھے دیوانہ سمجھ لیا ہے، یا مجھے کوئی روگ ہو گیا ہے؟ جا اپنا راستہ لے۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب ما ینھی من السباب واللعن : ۶۰۴۸]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو قیام فرماتے تو ” اَللّٰهُ أَكْبَرُ “ کہتے، پھر یوں کہتے: ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ)) ”پاک ہے تو اے اللہ! اپنی حمد کے ساتھ، تیرا نام بڑی برکت والا ہے، تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔“ پھر تین بار کہتے: ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ)) ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ پھر تین بار کہتے: ((اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا)) ”اللہ سب سے بڑا، بہت بڑا۔“ پھر یہ پڑھتے: ((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهِ وَ نَفْخِهِ وَ نَفْثِهِ)) ”میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو (ہر آواز کو) سننے والا اور (ہر چیز کو) جاننے والا ہے، مردود شیطان (کے شر) سے، اس کے خطرے سے، اس کی پھونکوں سے اور اس کے وسوسے سے۔“ [أبو داوٗد، کتاب الصلوۃ، باب من رأی الاستفتاح بسبحانک اللھم و بحمدک : ۷۷۵]

وَ مِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَ النَّهَارُ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

”اور اسی کی نشانیوں میں سے رات اور دن، اور سورج اور چاند ہیں، نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اس اللہ کو سجدہ

کرو جس نے انھیں پیدا کیا، اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض عظیم نشانیوں کو بیان کیا ہے، جو اس کی کمال قدرت اور علم و حکمت پر دلالت کرتی ہیں اور انسان کو دعوت ایمان دیتی ہیں۔ لیل و نہار کی گردش، شمس و قمر کا نور، ان کا ایک محکم نظام کے مطابق اپنے اپنے دائرے میں چلتے رہنا اور اس میں ذرہ برابر کا فرق نہ آنا، یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں۔ شمس و قمر اللہ کے پیدا کردہ ہیں، اس لیے بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ لوگو! آفتاب و مہتاب کی پرستش نہ کرو، بلکہ اس اللہ کی عبادت کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے۔ عبادت میں اس کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہ بناؤ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام اور شرک ہے، نیز یوسف علیہ السلام کے دور میں جو سجدۂ تعظیمی جائز تھا، آیت زیر تفسیر نے اسے منسوخ کر دیا۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۲] ’’اور اس نے تمھاری خاطر رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا اور ستارے اس کے حکم کے ساتھ مسخر ہیں۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔‘‘

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾ السجدۃ ۱۱

’’پھر اگر وہ تکبر کریں تو وہ (فرشتے) جو تیرے رب کے پاس ہیں وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ نہیں اکتاتے۔‘‘

اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ اگر تمام نشانیاں دیکھنے کے باوجود مشرکین مکہ کبر و عناد کی راہ اختیار کرتے ہیں اور اللہ کے لیے بندگی کو خالص نہیں کرتے تو انھیں بتا دیجیے کہ فرشتے رات دن آپ کے رب کی تسبیح میں مشغول ہیں، وہ کبھی نہیں تھکتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو تمھاری عبادت کی کوئی ضرورت نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۰۶] ’’بے شک جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں، وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الشوریٰ : ۵] ’’آسمان قریب ہیں کہ اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو زمین میں ہیں، سن لو! بے شک اللہ ہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا

يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۱۹، ۲۰] ”اور اسی کا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو اس کے پاس ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں، وقفہ نہیں کرتے۔“

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچرا رہا ہے اور اس کا حق ہے کہ چرچرائے، کیونکہ اس میں چار انگلیوں کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں ہے مگر اس میں کوئی نہ کوئی فرشتہ حالتِ سجدہ میں اپنی پیشانی رکھے ہوئے ہے۔“ [ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ”لو تعلمون ما أعلم لضحکتم قلیلاً“ : ۲۳۱۲]

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

”اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ بے شک تو زمین کو دبی ہوئی (بنجر) دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور پھولتی ہے۔ بے شک وہ جس نے اسے زندہ کیا، یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، یقیناً وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

اللہ کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جب بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط سالی ہو جاتی ہے تو زمین پتھر کی مانند سخت ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی گھاس اور پودا باقی نہیں رہتا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا ہے تو مٹی میں حرکت آ جاتی ہے، پودے اگ آتے ہیں، مٹی نرم ہو جاتی ہے اور ہر طرف زندگی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس باری تعالیٰ نے اس مردہ زمین کو زندگی دی اور اس میں پودے اگائے، وہی مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ ایسا ناممکن ہے کہ وہ کسی چیز کا ہونا چاہے اور وہ وجود میں نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی دلیل میں جگہ جگہ کھیتی کی مثال دی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴾ [ق : ۹ تا ۱۱] ”اور ہم نے آسمان سے ایک بہت بابرکت پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ باغات اور کاٹی جانے والی (کھیتی) کے دانے اگائے۔ اور کھجوروں کے درخت لمبے لمبے، جن کے تہ بہ تہ خوشے ہیں۔ بندوں کو روزی دینے کے لیے اور ہم نے اس کے ساتھ ایک مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح نکلنا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دو مرتبہ صور پھونکنے کے درمیان چالیس (دن یا ماہ یا سال) کی مدت ہوگی ...... پھر (اتنی مدت کے گزرنے کے بعد) اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا، جس سے

لوگوں کے جسم اس طرح (زمین سے) اگ پڑیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے۔" [مسلم، کتاب الفتن، باب ما بین النفختین : ۲۹۵۵]

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْۤ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾

"بے شک وہ لوگ جو ہماری آیات کے بارے میں ٹیڑھے چلتے ہیں، وہ ہم پر مخفی نہیں رہتے، تو کیا وہ شخص جو آگ میں پھینکا جائے بہتر ہے، یا جو امن کی حالت میں قیامت کے دن آئے؟ تم کرو جو چاہو، بے شک وہ اسے جو تم کر رہے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔"

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی آیت میں کجی نکالنے والے اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ رہ سکتے ہیں اور نہ ان کے اعمال۔ وہ کجی نکالنے والوں کو بھی اچھی طرح جانتا ہے اور جو عمل وہ کر رہے ہیں، ان اعمال کو بھی اچھی طرح جانتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ لوگ اپنی بداعمالیوں کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔ اس کے بعد فرمایا کہ قیامت کے دن جو شخص جہنم میں ڈال دیا جائے گا وہ بہتر ہوگا، یا وہ شخص جو اس دن ہر خوف و خطرے سے مطمئن ہوگا؟ جواب معلوم ہے کہ یقیناً جہنم کے عذاب سے بچ جانے والا بہتر ہوگا۔ پھر مشرکین وہ راہ کیوں نہیں اختیار کرتے جو انھیں جہنم سے بچا لے اور جنت میں پہنچا دے؟ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے کافرو! ٹھیک ہے، جو چاہو کرتے رہو، علام الغیوب تمھارے تمام کرتوتوں سے خوب واقف ہے۔

آیات میں کجی پیدا کرنے کا معنی یہ ہے کہ آیات کے معانی اپنی مرضی کے مطابق کرے، آیات کا مذاق اڑانے کے لیے ان کے مفہوم اور منشا کو بدلے اور لوگوں کو گمراہ کرے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴾ [إبراهیم: ۲، ۳] "اور کافروں کے لیے سخت عذاب کے باعث بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں، یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔" قرآن مجید سیدھے اور واضح راستے کی ہدایت کرتا ہے، اس کے معانی اور مطالب میں نہ کسی قسم کی کجی ہے، نہ پیچیدگی اور نہ ابہام، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴾ [بني إسرائيل : ۹] "بلاشبہ یہ قرآن اس (راستے) کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔"

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ : یعنی اچھا یا برا جو عمل بھی کرو گے وہ تمھارے حالات سے آگاہ اور

تمھارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں نے پہلی نبوت کے کلام میں سے جو کچھ پایا ہے اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب تو حیا نہ کرے تو جو چاہے کر۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳۴۸۳، ۳۴۸۴]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس نصیحت کے ساتھ کفر کیا، جب وہ ان کے پاس آئی (وہ بھی ہم پر مخفی نہیں ہیں) اور بلاشبہ یہ یقیناً ایک باعزت کتاب ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں انھیں ان کے کفر و عناد کا بدلہ مل کر رہے گا۔ آخر میں قرآن کریم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی یہ کتاب ہر تبدیلی اور تحریف سے محفوظ کر دی گئی ہے اور کوئی فرد اس جیسا کوئی کلام نہیں لا سکے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَيْرَھَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء : ۵۶] ''بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم انھیں عنقریب ایک سخت آگ میں جھونکیں گے، جب بھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی ہم انھیں ان کے علاوہ اور کھالیں بدل دیں گے، تاکہ وہ عذاب چکھیں، بے شک اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ : یعنی یہ ایسی محفوظ و محصون کتاب ہے کہ کوئی اس جیسی کتاب پیش کرنے کا قصد نہیں کر سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۸] ''کہہ دے اگر سب انسان اور جن جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہیں لائیں گے، اگرچہ ان کا بعض بعض کا مددگار ہو۔''

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾

''اس کے پاس باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، ایک کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔''

فرمایا کہ یہ وہ کتاب برحق ہے جس کے قریب باطل نہیں پھٹک سکتا۔ نہ کوئی شخص اس میں کجی کر سکتا ہے اور نہ کوئی شخص اس میں کوئی چیز زیادہ کر سکتا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جسے اس اللہ نے نازل کیا ہے جو بڑی حکمتوں والا ہے اور جو ہر
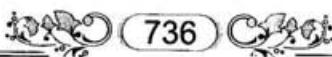
تعریف کا سزاوار ہے۔ قرآن مجید حکمت والے اللہ کی طرف سے اتارا گیا ہے اور یہ خود بھی حکمت والا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴾ [یٰسٓ : ۱ تا ۵] ”یٰسٓ۔ اس حکمت سے بھرے ہوئے قرآن کی قسم! بلاشبہ تو یقیناً بھیجے ہوئے لوگوں میں سے ہے۔ سیدھی راہ پر ہے۔ یہ سب پر غالب، نہایت مہربان کا نازل کیا ہوا ہے۔“

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۝۴۳

”تجھے نہیں کہا جائے گا مگر وہی جو ان رسولوں سے کہا گیا جو تجھ سے پہلے تھے اور بے شک تیرا رب یقیناً بڑی بخشش والا اور بہت دردناک عذاب والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ کفارِ مکہ آپ سے وہی کہتے ہیں جو کچھ گزشتہ قومیں اپنے رسولوں سے کہتی تھیں، وہی تکلیف دہ باتیں اور اللہ کی نازل کردہ کتاب میں انھی کی طرح شکوک و شبہات پیدا کرنا، اس لیے جس طرح ان انبیاء نے صبر کیا آپ بھی صبر کیجیے۔ آپ کا رب ان موحدین کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے، جنھوں نے آپ کی اور گزشتہ انبیاء کی پیروی کی اور جو اہل کفر آپ کی مخالفت کر رہے ہیں انھیں وہ سخت سزا دینے والا ہے۔

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ : گزشتہ انبیاء کو جادوگر اور مجنون کہا گیا، ارشاد فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴾ [الذاریات : ۵۲] ”اسی طرح ان لوگوں کے پاس جو ان سے پہلے تھے، کوئی رسول نہیں آیا مگر انھوں نے کہا یہ جادوگر ہے، یا دیوانہ۔“ رسول اللہ ﷺ کا بھی مذاق اڑایا گیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۳۶] ”اور جب تجھے وہ لوگ دیکھتے ہیں جنھوں نے کفر کیا تو تجھے مذاق ہی بناتے ہیں، کیا یہی ہے جو تمھارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے، اور وہ خود رحمان کے ذکر ہی سے منکر ہیں۔“

اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ : یعنی اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو جو اس کے حضور توبہ کرے، بخش دینے والا ہے اور جو اپنے کفر، سرکشی، عناد، اختلاف اور مخالفت پر ڈٹا رہے تو اسے دردناک عذاب دینے والا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ سزا (عذاب) کا علم ہو جائے تو کوئی جنت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت (کی وسعت) کا علم ہو جائے تو کوئی اس کی جنت سے ناامید نہ ہو۔“ [مسلم، کتاب التوبة، باب في سعة رحمة اللہ تعالٰی ...... الخ : ۲۷۵۵]

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَ اَعْجَمِيٌّ وَّ عَرَبِيٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى اُولٰٓىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾

’’اور اگر ہم اسے عجمی قرآن بنا دیتے تو یقیناً وہ کہتے اس کی آیات کھول کر کیوں نہ بیان کی گئیں، کیا عجمی زبان اور عربی (رسول)؟ کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا ہونے کا باعث ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں بہت دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔‘‘

کفارِ مکہ کفر وعناد کی وجہ سے کہتے تھے کہ اگر واقعی محمد (ﷺ) اللہ کے نبی ہیں اور قرآن اللہ کا کلام ہے تو یہ کسی عجمی زبان میں نازل ہوا ہوتا، تاکہ ہمیں یقین ہو جاتا کہ اسے سچ مچ اللہ تعالیٰ ہی نے بھیجا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہی ہوتا جیسا وہ کہہ رہے ہیں، تب بھی ان کے عناد اور سرکشی میں کمی نہ آتی اور کہتے کہ اس کی آیتوں کو اس زبان میں کیوں نہیں بیان کیا گیا جسے ہم سمجھتے ہیں؟ یہ کیا بات ہوئی کہ قرآن تو عجمی ہے اور رسول عربی ہے اور اس کے مخاطب عرب ہیں؟ یعنی ان کا مقصد ایمان لانا نہیں ہے، اس لیے اللہ کی آیتیں جس طرح بھی ان کے پاس پہنچیں گی، وہ لوگ قبول نہیں کریں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ ان سے کہہ دیجیے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لیے باعثِ ہدایت اور دلوں کے امراض کا علاج ہے اور اہل کفر کے کان تو اس صدائے ایمانی کو سننے سے اور ان کی آنکھیں اس نورِ ہدایت سے مستفید ہونے سے قاصر ہیں۔ ان کافروں کی مثال تو اس آدمی کی سی ہے جسے بہت ہی دور سے پکارا جائے اور وہ آواز اس تک نہ پہنچے، چونکہ کفر وعناد کی وجہ سے ان کے دلوں پر بھی مہر لگ گئی ہے، اس لیے قرآن کریم کی آیات سے انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے۔

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَ اَعْجَمِيٌّ وَّ عَرَبِيٌّ : اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ جب کسی قوم میں کوئی رسول بھیجا تو اس رسول کی زبان وہی ہوتی تھی جو اس قوم کی زبان ہوتی تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [إبراهيم : ٤] ’’اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان میں، تاکہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کرے، پھر اللہ گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

اہل عرب کی طرف بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے رسول کو بھیجا جس کی زبان عربی تھی، پھر جو کتاب اس پر اتاری گئی وہ بھی عربی

زبان میں تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ١ۖۗ وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ۱۲] ”اور یہ ایک تصدیق کرنے والی کتاب عربی زبان میں ہے، تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے ظلم کیا اور نیکی کرنے والوں کے لیے بشارت ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴾ [الشعراء : ۱۹۲ تا ۱۹۵] ”اور بے شک یہ یقیناً رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں سے ہو جائے۔ واضح عربی زبان میں۔“

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ : یعنی اے محمد (ﷺ)! کہہ دیجیے کہ جو شخص ایمان لائے اس کے دل کے لیے یہ قرآن ہدایت اور اس کے سینے کے شکوک و شبہات کے لیے شفا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۲] ”اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔“

وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى : کافروں کے کانوں میں تکبر، نفسانیت اور ہٹ دھرمی کا بوجھ ہے، اگر کافر تکبر، نفسانیت اور ہٹ دھرمی کے بوجھ کو کانوں سے نکال دیں تو پھر حق کی آواز انھیں سنائی دے سکتی ہے، لیکن وہ اس بوجھ کو نکالنے کے لیے تیار نہیں، بلکہ وہ اس بوجھ پر فخر کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ١ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [لقمان : ۷] ”اور جب اس پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے، گویا اس نے وہ سنی ہی نہیں، گویا اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، سو اسے دردناک عذاب کی خوش خبری دے دے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَ فِيْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَيْنِنَا وَ بَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ۴، ۵] ”تو ان کے اکثر نے منہ موڑ لیا، سو وہ نہیں سنتے۔ اور انھوں نے کہا ہمارے دل اس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے اور ہمارے کانوں میں ایک بوجھ ہے اور ہمارے درمیان اور تیرے درمیان ایک حجاب ہے، پس تو عمل کر، بے شک ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس ہدایت اور علم کی مثال جس کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، تیز بارش کے مثل ہے جو زمین پر برسی، تو جو زمین صاف ہوتی ہے وہ پانی کو جذب کر لیتی ہے، پھر اس سے بہت سارا چارا اور گھاس اگتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے، وہ پانی کو روک لیتی ہے، پھر

اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، وہ (اس کو) پیتے ہیں اور (اپنے جانوروں کو) پلاتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں اور کچھ بارش (زمین کے) دوسرے حصہ کو پہنچی جو بالکل چٹیل میدان ہے، نہ پانی کو روکتا ہے اور نہ سبزہ اگاتا ہے۔ پس یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کی اور اسے وہ چیز جس کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، فائدہ دے اور وہ (اس کو) پڑھے اور پڑھائے اور مثال اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر تک نہ اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت کو، جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، قبول نہ کیا۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم و علّم : ۷۹]

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝۴۵

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے طے ہو چکی تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور بلاشبہ وہ اس کے متعلق یقیناً ایسے شک میں ہیں جو بے چین رکھنے والا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کی مزید تسلی کے لیے کہا گیا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی کتاب دی تھی، تو لوگوں نے ان کی اور اس کتاب کی تکذیب کی اور انھیں اذیت پہنچائی، اس لیے اے میرے نبی! جس طرح اولوالعزم انبیاء نے صبر کیا آپ بھی صبر کیجیے اور اگر اللہ کا یہ فیصلہ اٹل نہ ہوتا کہ لوگوں کے اعمال کا بدلہ قیامت کے دن ہی دیا جائے گا، تو کفار مکہ کو ان کے کفر و عناد کی وجہ سے اسی دنیا میں عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر دیا جاتا۔ یہ لوگ قیامت کے دن پر بالکل یقین نہیں رکھتے ہیں، اسی لیے انھوں نے کفر و عناد کی زندگی اختیار کر رکھی ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ۱۰۵] ''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آ چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۴۶

''جس نے نیک عمل کیا سو اپنے لیے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہو گی اور تیرا رب اپنے بندوں پر ہرگز کوئی ظلم کرنے والا نہیں۔''

اس آیت میں بھی ایک گونہ تسلی ہی کی بات ہے کہ جو آدمی ایمان لانے کے بعد نیک عمل کرتا ہے، اس کا فائدہ اسے ہی پہنچتا ہے اور جو کفر و معصیت کی راہ پر چلتا ہے اس کا نقصان اسے ہی ملتا ہے، یعنی اللہ کی ناراضی اور عذاب الیم کا سزاوار بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا، وہ کسی کا بغیر گناہ مؤاخذہ نہیں کرتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴾ [آل عمران : ۲۵] ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم انھیں اس دن کے لیے جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَ مَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ﴿۴۷﴾

''اسی کی طرف قیامت کا علم لوٹایا جاتا ہے اور کسی قسم کے پھل اپنے غلافوں سے نہیں نکلتے اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے۔ اور جس دن وہ انھیں پکارے گا کہاں ہیں میرے شریک؟ وہ کہیں گے ہم نے تجھے صاف بتا دیا ہے، ہم میں سے کوئی (اس کی) شہادت دینے والا نہیں۔''

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۸۷] ''وہ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اس کا قیام کب ہوگا؟ کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری واقع ہوئی ہے، تم پر اچانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں جیسے تو اس کے بارے میں خوب تحقیق کرنے والا ہے۔ کہہ دے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ''قیامت کب آئے گی؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس سے پوچھا گیا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبرائیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الإیمان و الإسلام و الإحسان ...... الخ : ۵۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإیمان ما هو؟ ...... الخ : ۹۹]

وَ مَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ : یعنی اس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے، حتیٰ کہ جو پھل شگوفہ کے غلاف سے باہر آتا ہے اسے بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ رحم مادر میں لڑکی یا لڑکا پرورش پا رہا ہے، کتنے دنوں کے بعد اس کی ولادت ہوگی، وہ ناقص ہوگا یا پورا، خوبصورت ہوگا یا بدصورت؟ ان تمام باتوں کا علم صرف اللہ کو ہوتا ہے۔ گویا زمین و آسمان میں ذرہ برابر بھی کوئی شے اس کے علم سے پوشیدہ نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [یونس : ۶۱] ''اور تیرے رب سے کوئی ذرہ برابر (چیز) نہ زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ۵۹] ''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور

کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کا علام الغیوب ہونا اور اس کی عظیم قدرت تقاضا کرتی ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے، کسی اور کو اس کا شریک نہ بنایا جائے۔ اسی لیے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں سے پوچھے گا کہ جن معبودانِ باطلہ کو تم میرا شریک بناتے تھے، وہ کہاں ہیں؟ تو وہ کذب بیانی سے کام لیں گے اور کہیں گے، اے ہمارے رب! ہم نے تجھے بتا دیا تھا کہ ہم میں سے کوئی اس بات کی گواہی نہیں دیتا تھا کہ تیرا کوئی شریک ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿٢٣﴾ انْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴾ [الأنعام : ۲۲ تا ۲٤] ’’اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے کہاں ہیں تمھارے وہ شریک جنھیں تم گمان کرتے تھے۔ پھر ان کا فریب اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ کہیں گے اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے، ہم شریک بنانے والے نہ تھے۔ دیکھ انھوں نے کیسے اپنے آپ پر جھوٹ بولا اور ان سے گم ہو گیا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٧٠﴾ إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿٧١﴾ فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٧٣﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُو مِنْ قَبْلُ شَيْئًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴾ [المؤمن : ۷۰ تا ۷٤] ’’وہ لوگ جنھوں نے کتاب کو اور جو کچھ ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا اسے جھٹلا دیا، سو عنقریب جان لیں گے۔ جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں، گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے پانی میں، پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جو تم شریک ٹھہراتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔‘‘

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُمْ مِنْ مَحِيصٍ ﴿٤٨﴾

’’اور ان سے غائب ہو جائیں گے وہ جنھیں وہ اس سے پہلے پکارتے تھے اور سمجھ لیں گے کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرکین دنیا میں جن بتوں وغیرہ کی پرستش کرتے تھے، قیامت کے دن وہ سب ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں گے، کوئی ان کی مدد کے لیے نہیں آئے گا اور انھیں اس وقت یقین ہو جائے گا کہ اب عذابِ نار سے

بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴾ [الكهف : ٥٣] ''اور مجرم لوگ آگ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ بے شک وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔''

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫ وَ اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾

''انسان بھلائی مانگنے سے نہیں اکتاتا اور اگر اسے کوئی برائی آ پہنچے تو بہت مایوس، نہایت ناامید ہوتا ہے۔''

یعنی ایک عام اور دنیا دار انسان کی فطرت یہ ہے کہ وہ مال و دولت سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ ہر طرح کی بھلائیاں میرے ہی لیے ہوں، رزق بھی کشادہ اور وافر ملے، خوشحالی اور عیش و عشرت نصیب ہو، تندرستی بھی ہو اور اولاد بھی اچھی ہو۔ غرض بھلائی جس قسم کی ہو سکتی ہے وہ چاہتا ہے کہ سب کچھ اسے مہیا ہو، اگر یہ سب چیزیں مہیا ہو جائیں تو پھر یہ چاہتا ہے کہ ان میں ہر آن اضافہ بھی ہوتا رہے اور اس کی یہ حرص کبھی ختم ہونے کو نہیں آتی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿۹﴾ وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ [هود : ٩ تا ١١] ''اور یقیناً اگر ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھائیں، پھر اسے اس سے چھین لیں تو بے شک وہ یقیناً نہایت ناامید، بے حد ناشکرا ہوتا ہے۔ اور بے شک اگر ہم اسے کوئی نعمت چکھائیں کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہو تو یقیناً ضرور کہے گا سب تکلیفیں مجھ سے دور ہو گئیں۔ بلاشبہ وہ یقیناً بہت پھولنے والا، بہت فخر کرنے والا ہے۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا اور نیک اعمال کیے، یہ لوگ ہیں جن کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٨٣] ''اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنا پہلو دور کر لیتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت ناامید ہو جاتا ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر آدمی کو سونے سے بھری ایک وادی دے دی جائے تو وہ (اس پر قناعت اور صبر و شکر کرنے کے بجائے) ایسی ایک اور وادی کی خواہش کرے گا اور اگر اسے (سونے سے بھری) دوسری وادی بھی دے دی جائے تو وہ تیسری کی خواہش کرے گا۔ بات یہ ہے کہ آدمی کا پیٹ مٹی ہی بھرتی ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من فتنة المال …… الخ : ٦٤٣٨]

وَ لَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ وَّ لَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْۤ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا

عَمِلُوْا ۫ وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝۵۰

’’اور یقیناً اگر ہم اسے کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہو، اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو ضرور ہی کہے گا یہ میرا حق ہے اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر واقعی مجھے اپنے رب کی طرف واپس لے جایا گیا تو یقیناً میرے لیے اس کے پاس ضرور بھلائی ہے۔ پس ہم یقیناً ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا ضرور بتائیں گے جو کچھ انھوں نے کیا اور یقیناً ہم انھیں ایک سخت عذاب میں سے ضرور چکھائیں گے۔‘‘

یعنی جب اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف دور کر دیتا ہے، محتاجی کے بعد اسے دولت عطا کر دیتا ہے، تو وہ اپنا ماضی بھول جاتا ہے اور لوگوں کے سامنے فخر کرنے لگتا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ دولت تو میں نے اپنی ذہانت اور محنت سے حاصل کی ہے۔ اللہ کا شکر ادا کرنا بھول جاتا ہے۔ جب اسے قیامت کی یاد دلائی جاتی ہے، تاکہ اللہ کی دی ہوئی دولت میں سے لوگوں پر صدقہ واحسان کرے، تو کہنے لگتا ہے کہ یہ دقیانوسی باتیں ہیں۔ انسان کی پیدائش نیچر کا نتیجہ ہے، آدمی مر کر گل سڑ جائے گا، دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، قیامت نہیں آئے گی اور اگر مان بھی لیں کہ ہم دوبارہ اپنے رب کے پاس جائیں گے تو وہاں بھی ہمیں جنت ملے گی۔ کیونکہ ہم اس کی نگاہ میں اچھے ہیں، اسی لیے تو اس نے ہمیں اس دنیا میں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان منکرین قیامت اور احسان فراموشوں کا انجام بتایا کہ وہ روزِ قیامت ان کے برے اعمال ان کے سامنے رکھ دے گا، تاکہ انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور ان کی جھوٹی تمنائیں خاک میں مل جائیں۔ پھر انھیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا جس میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔ ایسے شخص کی ذہنیت اس حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے، سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں لوہار کا پیشہ اپنائے ہوئے تھا۔ میں نے عاص بن وائل سہمی کے لیے ایک تلوار بنائی اور اس کی مزدوری کے لیے میں عاص کے پاس گیا تو اس نے کہا، میں تجھے یہ مزدوری اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار نہ کر دے۔ میں نے کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہرگز نہیں کروں گا، یہاں تک کہ اللہ تجھے مار دے اور پھر زندہ کر دے۔ وہ کہنے لگا کہ پھر مرنے تک مجھ سے مزدوری نہ مانگو، مرنے کے بعد جب میں زندہ کیا جاؤں گا تو مجھے مال و اولاد بھی ملیں گے اور اس وقت میں تمھاری مزدوری ادا کر دوں گا۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب: ﴿ أطلع الغيب ...... الخ ﴾ : ۴۷۳۳، ۴۷۳۴]

وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝۵۱

’’اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں وہ منہ موڑ لیتا ہے اور اپنا پہلو دور کر لیتا ہے اور جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو (لمبی) چوڑی دعا والا ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں بالعموم لوگوں کی فطرت بیان کی گئی ہے کہ جب اللہ انھیں مال و اولاد اور صحت و عافیت سے

نوازتا ہے تو اس کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں اور کبر و غرور میں مبتلا ہو کر اطاعت و بندگی کی راہ سے منحرف ہو جاتے ہیں، لیکن جب وہ نعمتیں ان سے چھن جاتی ہیں تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [یونس : ۱۲] ”اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر، یا بیٹھا ہوا، یا کھڑا ہوا ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو چل دیتا ہے جیسے اس نے ہمیں کسی تکلیف کی طرف، جو اسے پہنچی ہو، پکارا ہی نہیں۔ اسی طرح حد سے بڑھنے والوں کے لیے مزین بنا دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے۔“

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن کا معاملہ بھی بڑا تعجب خیز ہے کہ اس کے لیے اس کے ہر معاملے میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں ہوتی، بات یہ ہے کہ اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہوئی اور اس نے شکر کیا تو اس میں بھی اس کے لیے ثواب ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچا اور اس پر اس نے صبر اختیار کیا تو اس میں بھی اس کے لیے ثواب ہے۔“ [مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن أمرہ کله خیر : ۲۹۹۹]

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۝۵۲ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَ لَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۵۳

”کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر وہ اللہ کی طرف سے ہوا، پھر تم نے اس کا انکار کر دیا تو اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو بہت دور کی مخالفت میں پڑا ہو۔ عنقریب ہم انھیں اپنی نشانیاں دنیا کے کناروں میں اور ان کے نفسوں میں دکھلائیں گے، یہاں تک کہ ان کے لیے واضح ہو جائے کہ یقیناً یہی حق ہے اور کیا تیرا رب کافی نہیں اس بات کے لیے کہ بے شک وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی قریش کو مخاطب کیا گیا ہے، جو قرآن کریم کے وحی الٰہی ہونے کا انکار کرتے تھے، کہا گیا ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ کا کلام ہوا اور تم اس کا انکار کرتے ہو تو بتاؤ تو سہی کہ تم سے بھی زیادہ کوئی گمراہ ہو سکتا ہے؟ اگلی آیت میں فرمایا کہ ہم اپنے نبی اور ان کے مومن ساتھیوں کو مشرق و مغرب میں غلبہ دیں گے، قیصر و کسریٰ اور دیگر طاقتوں کا زور توڑ دیں گے، اسلام تیزی سے ہر طرف پھیلنے لگے گا اور ہمارے رسول اہل قریش کے شہر مکہ کو بھی فتح کریں گے، پھر وہاں سے ہمیشہ کے لیے کفر و شرک کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تب کافروں کو یقین ہو جائے گا کہ واقعی قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ سچ ہے۔

آیت کے آخر میں اہل قریش کو بطور زجر و توبیخ کہا گیا ہے کہ کیا قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کے لیے اللہ کی گواہی کافی نہیں ہے؟ وہ تو ہر چیز سے باخبر ہے، کوئی بات اس سے مخفی نہیں ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ یہ قرآن اسی نے اپنے رسول محمد ﷺ پر اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے نازل کیا ہے۔

اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾ ع

’’سنو! یقیناً وہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے بارے میں شک میں ہیں۔ سن لو! یقیناً وہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔‘‘

کفارِ قریش جس شر و فساد میں مبتلا ہیں، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ انھیں دوبارہ زندہ کیے جانے اور اپنے رب کے حضور اپنے کرتوتوں کا حساب دینے پر یقین ہی نہیں ہے۔ آگاہ ہو جائیں کہ اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے، اس کی قدرت سب سے بڑی قدرت ہے، قیامت یقیناً آئے گی، سارے انسان دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور علام الغیوب اور قادر مطلق اللہ انھیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور چکائے گا۔

اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ : مومن اللہ سے ملاقات کی شدید خواہش رکھتا ہے، جبکہ کافر اللہ کی ملاقات سے ہمیشہ شک میں رہتا اور اسے برا سمجھتا ہے، جیسا کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص اللہ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات ناپسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملاقات ناپسند کرتا ہے۔‘‘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ کی کسی اور بیوی نے کہا، اے اللہ کے رسول! موت کو تو ہم بھی برا جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’اس ملاقات سے مراد موت نہیں ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ کی رضا مندی اور (اس کے ہاں) اس کی عزت کی خوش خبری دی جاتی ہے۔ تو اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی جو اس کے آگے ہوتی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی ملاقات، اس کی رضا و خوشنودی اور جنت)۔ لہٰذا وہ اللہ سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہے۔ لیکن کافر کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور اللہ کی مقرر کردہ سزا کی بشارت دی جاتی ہے، تو اس وقت اسے اس چیز سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں ہوتی جو اسے آگے ملنے والی ہوتی ہے (یعنی اللہ کا عذاب و سزا) لہٰذا وہ اللہ سے ملنا ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند کرتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب من أحب لقاء اللہ أحب اللہ لقاءہ : ۶۵۰۷۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب من أحب لقاء اللہ أحب اللہ لقاءہ ...... الخ : ۲۶۸۴، عن عائشة رضی اللہ عنہا]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾

''حٰمٓ۔ عٓسٓقٓ۔ اسی طرح وحی کرتا ہے تیری طرف اور ان لوگوں کی طرف جو تجھ سے پہلے تھے، وہ اللہ جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی بے حد بلند، بڑی عظمت والا ہے۔ آسمان قریب ہیں کہ اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو زمین میں ہیں، سن لو! بے شک اللہ ہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

یعنی جس طرح یہ قرآن تیری طرف نازل کیا گیا ہے اسی طرح تجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر صحیفے اور کتابیں نازل کی گئیں۔ وحی اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو فرشتے کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے پاس بھیجتا رہا ہے۔ اس لیے اگر اللہ نے آپ پر وحی نازل کی ہے تو انھیں تعجب کیوں ہے؟ اس قرآن کو آپ پر بذریعہ وحی اس اللہ نے نازل کیا ہے جو ہر چیز پر غالب و قادر ہے اور اس کا کوئی قول و فعل حکمت سے خالی نہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے۔ وہ سب سے اعلیٰ اور سب سے عظیم ہے۔ اس کی عظمت و جلال کا عالم یہ ہے کہ اگر اس کی تاب نہ لا کر آسمان پھٹ کر ایک

دوسرے پر گر جائیں تو کوئی حیرت کی بات نہیں۔ وہ تو وہ ہے جس کی حمد و ثنا بیان کرنے اور اس کی عظمت و کبریائی کا گن گانے میں تمام فرشتے ہر لحہ اور ہر آن مشغول رہتے ہیں اور اہل ایمان و بندگانِ رب کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے کہ انھیں معلوم ہے کہ اللہ بڑا مغفرت کرنے والا اور اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ﴾ [النساء : ۱۶۳] ’’بلاشبہ ہم نے تیری طرف وحی کی، جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد (دوسرے) نبیوں کی طرف وحی کی۔‘‘

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ’’میرے پاس وحی کبھی تو گھنٹی کی مسلسل آواز کی طرح آتی ہے، جو مجھ پر بہت شاق گزرتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو مجھے جو کچھ کہا گیا ہوتا ہے وہ سب یاد ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی شکل میں میرے پاس آتا ہے، مجھ سے باتیں کرتا ہے اور میں اس کی وہ باتیں یاد رکھ لیتا ہوں۔‘‘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا سخت سردی کے ایام میں بھی جب آپ پر وحی اترتی اور پھر وحی کی کیفیت ختم ہوتی تو آپ کی پیشانی سے پسینے کی بوندیں ٹپکنے لگتی تھیں۔ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ۲۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب عرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی البرد و حین یأتیہ الوحی : ۲۳۳۳]

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ : یعنی نظام عالم درہم برہم ہو جاتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴾ [مریم : ۸۸ تا ۹۱] ’’اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنالی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ کہ انھوں نے رحمان کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔‘‘

وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا ﴾ [المؤمن : ۷] ’’وہ (فرشتے) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے ارد گرد ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے۔‘‘

وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

’’اور وہ لوگ جنھوں نے اس کے سوا کوئی اور کارساز بنا لیے اللہ ان پر نگران ہے اور تو ہرگز ان کا کوئی ذمہ دار نہیں۔‘‘

مشرکینِ مکہ کے شرک پر نکیر کرتے ہوئے اور انھیں دھمکی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو اپنا ولی اور دوست بنا کر ان کی پرستش کرتے ہیں، اللہ ان کے تمام اعمال لکھ رہا ہے اور قیامت کے دن انھیں ان کا بدلہ ضرور دے گا۔ نبی کریم ﷺ کی تسلی کے لیے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ پر ان کی ہدایت کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ ان کے گناہوں کا مؤاخذہ آپ سے ہوگا آپ تو پیغامبر ہیں اور آپ کی ذمہ داری صرف ان تک پیغام پہنچا دینا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ؕ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ۙ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ؕ اِنَّ اِلَيْنَاۤ اِيَابَهُمْ ۙ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴾ [الغاشية : ۲۱ تا ۲۶] ’’پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔ مگر جس نے منہ موڑا اور انکار کیا۔ تو اسے اللہ عذاب دے گا، سب سے بڑا عذاب۔ یقیناً ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے۔ پھر بے شک ہمارے ہی ذمے ان کا حساب ہے۔‘‘

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۷

’’اور اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی قرآن وحی کیا، تاکہ تو بستیوں کے مرکز (مکہ) کو ڈرائے اور ان لوگوں کو بھی جو اس کے اردگرد ہیں اور تو اکٹھا کرنے کے دن سے ڈرائے جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔‘‘

یعنی جس طرح ہم نے آپ سے پہلے دیگر انبیاء پر وحی نازل کی تھی، اسی طرح آپ پر اس قرآن کو نہایت ہی فصیح و بلیغ اور صریح عربی زبان میں نازل کیا ہے، تاکہ آپ اہل مکہ اور ان کے اردگرد کے تمام علاقوں کے لوگوں کو انھی کی زبان میں اللہ کا پیغام سنا سکیں اور قیامت کے دن کی فضیحت و رسوائی سے ڈرا سکیں، جس دن سب لوگ جمع ہوں گے اور سب کے سامنے مشرکوں، کافروں اور مجرموں کو ان کے دائمی ٹھکانے جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جایا جائے گا۔ اس کے برعکس جو اہل ایمان ہوں گے اور اس دنیا میں نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنے والے ہوں گے انھیں جنت میں بھیج دیا جائے گا۔

لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا : مکہ کو ام القریٰ کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ یہ تمام شہروں سے افضل ہے۔ اس کی افضلیت کی ایک دلیل درج ذیل حدیث ہے، سیدنا عبد اللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا، آپ اپنی اونٹنی پر مکہ کے بازار حزورہ میں کھڑے فرما رہے تھے: ’’(اے مکہ!) اللہ کی قسم! تو اللہ کی ساری زمین سے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ افضل ہے اور تو مجھے بھی اللہ کی ساری

زمین میں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے تیرے اندر سے نکالا نہ جاتا تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا۔'' [ابن ماجہ، كتاب المناسك، باب فضل مكة : ۳۱۰۸۔ مسند أحمد : ۳۰۵/۴، ح : ۱۸۷۴۲۔ ترمذی، كتاب المناقب، باب في فضل مكة : ۳۹۲۵]

وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ : '' يَوْمَ الْجَمْعِ '' سے مراد قیامت کا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ﴾ [التغابن : ۹] ''جس دن وہ تمھیں جمع کرنے کے دن کے لیے جمع کرے گا۔ وہی ہار جیت کا دن ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ○ وَ مَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ○ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۳ تا ۱۰۵] ''بے شک اس میں اس شخص کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، یہ وہ دن ہے جس کے لیے (سب) لوگ جمع کیے جانے والے ہیں اور یہ وہ دن ہے جس میں حاضری ہوگی۔ اور ہم اسے مؤخر نہیں کر رہے، مگر ایک گنے ہوئے وقت کے لیے۔ جس دن وہ (وقت) آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا بات نہیں کرے گا، پھر ان میں سے کوئی بد بخت ہوگا اور کوئی خوش قسمت۔''

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ : سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے۔ آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم ان کتابوں کے بارے میں جانتے ہو؟'' ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہم نہیں جانتے مگر یہ کہ آپ ہمیں بتا دیں، تو آپ نے اس کتاب کے متعلق جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی، فرمایا: ''یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے، اس میں جنت والوں کے نام ہیں، ان کے آبا و اجداد اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں اور پھر اس کے آخر میں میزان کر دیا گیا ہے، اب نہ ان میں کسی شخص کا اضافہ کیا جائے گا اور نہ کمی کی جائے گی۔'' پھر آپ نے اس کتاب کے متعلق، جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی، فرمایا: ''یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں دوزخ والوں کے نام ان کے آبا و اجداد اور قبیلوں کے ناموں کے ساتھ درج کر دیے گئے ہیں، پھر ان کے آخر میں میزان کر دیا گیا ہے۔ اب نہ ان افراد میں اضافہ کیا جائے گا اور نہ ان میں کمی کی جائے گی۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! پھر عمل کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ بے شک یہ تو ایسا امر ہے جو طے پا چکا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''سیدھے راستے پر چلو اور حق کے قریب رہو، اس لیے کہ جنت والے کا انجام جنتیوں کے عمل پر کیا جائے گا، اگرچہ وہ خاتمہ سے پہلے کیسے ہی عمل کیوں نہ کرتا رہا ہو اور دوزخ والے کا خاتمہ دوزخیوں کے عمل پر کیا جائے گا، اگرچہ خاتمہ سے پہلے وہ کیسے ہی عمل کیوں نہ کرتا رہا ہو۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جھکایا اور ان دونوں کتابوں کو رکھ دیا۔ پھر فرمایا: ''تمھارے رب نے بندوں کے متعلق فیصلہ کر دیا ہے: ﴿ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴾ ''ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔'' [ترمذی، كتاب القدر، باب ما جاء أن الله كتب كتابا لأهل الجنة و أهل النار : ۲۱۴۱]

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۸﴾

’’اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور انھیں ایک امت بنا دیتا اور لیکن وہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور جو ظالم ہیں ان کے لیے نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔‘‘

اللہ تعالیٰ اس بات پر یقیناً قادر ہے کہ وہ تمام بنی نوع انسان کو دینِ اسلام کا پابند بنا دے، لیکن اس کی حکمت و مشیت نے اس جبر و اکراہ کو پسند نہیں کیا، بلکہ انسانوں کو آزمانے کے لیے اس نے انسانوں کو ارادہ و اختیار کی آزادی دی، جس نے اس آزادی کا صحیح استعمال کیا، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہو گیا اور جس نے اس کا غلط استعمال کیا، اس نے ظلم کا ارتکاب کیا کہ اللہ کی دی ہوئی آزادی و اختیار کو اللہ ہی کی نافرمانی میں استعمال کیا، چنانچہ ایسے ظالموں کا قیامت والے دن کوئی یار و مددگار نہیں ہو گا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ﴾ [الدھر : ۳] ’’بلاشبہ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ وہ شکر کرنے والا بنے اور خواہ ناشکرا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾ [الکھف : ۲۹] ’’اور کہہ دے یہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہے، پھر جو چاہے سو ایمان لے آئے اور جو چاہے سو کفر کرے۔‘‘

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَ هُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ٝ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۹﴾

’’یا انھوں نے اس کے سوا اور کارساز بنا رکھے ہیں؟ سو اللہ ہی اصل کارساز ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔‘‘

مشرکین کے رویے پر حیرت و استعجاب کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ انھوں نے کیسے اس بات کو گوارا کر لیا کہ اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا ولی و کارساز مان لیں؟ اللہ کے سوا کوئی بھی حقیقی کارساز نہیں ہے، وہ تو وہ ہے جو مُردوں کو زندہ کرتا ہے، اس کے سوا کون اس کی قدرت رکھتا ہے؟ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے اور اس کے سوا کوئی کسی چیز پر قادر نہیں ہے۔ اس لیے اس کے سوا غیروں کو کارساز ماننا ظلم عظیم ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۴۱] ’’ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں مکڑی کی مثال جیسی ہے، جس نے ایک گھر بنایا، حالانکہ بے شک سب گھروں سے کمزور تو مکڑی کا گھر ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔‘‘

﴿وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ إِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿۱۰﴾﴾

"اور وہ چیز جس میں تم نے اختلاف کیا، کوئی بھی چیز ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے، وہی اللہ میرا رب ہے، اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔"

تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ دین و دنیا کے کسی بھی معاملہ میں اگر تمھارے درمیان اختلاف ہو گا تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کرے گا، جس کا ہر فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہوتا ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ مشرکین کو بتا دیں کہ میرا رب وہی رب ذو الجلال ہے جو حاکم و عادل ہے اور جس کا فیصلہ ہر فیصلے پر غالب ہے، اس کے سوا میرا کوئی رب نہیں ہے۔ میں نے اپنے تمام امور میں اسی پر بھروسا کیا ہے، اپنے آپ کو اسی کے حوالے کر دیا ہے اور میں ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَ لِلَّهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ إِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ [ھود : ۱۲۳] "اور اللہ ہی کے پاس آسمانوں اور زمین کا غیب ہے اور سب کے سب کام اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ سو اس کی عبادت کر اور اس پر بھروسا کر اور تیرا رب اس سے ہرگز غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔"

﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَ مِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿۱۱﴾ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَ يَقْدِرُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۲﴾﴾

"(وہ) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اس نے تمھارے لیے تمھارے نفسوں سے جوڑے بنائے اور جانوروں سے بھی جوڑے۔ وہ تمھیں اس (جہاں) میں پھیلاتا ہے، اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ اسی کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں ہیں، وہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

فرمایا کہ رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے تمھاری ہی جنس سے تمھاری بیویوں کو پیدا کیا ہے، بایں طور کہ حوا کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا، پھر زن وشو کے باہم ملاپ سے نسل انسانی کو باقی رکھا۔ رب وہ ہے جس نے جانوروں کے بھی مذکر و مؤنث، یعنی جوڑے پیدا کیے ہیں۔ اس ذات باری تعالیٰ نے مرد و زن اور مذکر و مؤنث کے باہم ملاپ سے انسانوں اور تمام جان داروں کی نسلوں کو باقی رکھا ہے اور ان کی تعداد کو زیادہ کر کے دنیا میں

پھیلا دیا ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات بیان کی ہیں کہ کوئی چیز اس کے مانند نہیں ہے، وہ اپنی ذات و صفات میں اکیلا اور تنہا ہے اور وہ تمام آوازوں کو سننے والا اور تمام کائنات کی خبر رکھنے والا ہے۔ اس نے آسمانوں اور زمین میں اپنی مخلوقات کے لیے جو روزی پیدا کی ہے اور انعامات وکرامات کے جو خزانے ان میں ودیعت کیے ہیں، ان کی چابیاں اسی کے پاس ہیں، وہ ان میں سے جس طرح چاہتا ہے اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا ہے۔ اپنے علم و حکمت کے تقاضے کے مطابق کسی کی روزی میں وسعت دیتا ہے اور کسی کی روزی تنگ کر دیتا ہے۔ یہ کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے، وہی ان صفات کا حامل ہے، لہٰذا صرف وہی الٰہ و کارساز ہے، دوسرا نہ کوئی یہ کام کر سکتا ہے اور نہ ان صفات سے متصف ہے۔ لہٰذا وہ نہ الٰہ ہو سکتا ہے اور نہ مشکل کشا ہو سکتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [لقمان : ۱۰، ۱۱] ”اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْۗنِّىْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴾ [الزمر : ٦٢ تا ٦٤] ”اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ اسی کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ کہہ دے پھر کیا تم مجھے غیر اللہ کے بارے میں حکم دیتے ہو کہ میں (ان کی) عبادت کروں اے جاہلو!“

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَي الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝

”اس نے تمھارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے تیری طرف کی اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا، یہ کہ اس دین کو قائم رکھو اور اس میں جدا جدا نہ ہو جاؤ۔ مشرکوں پر وہ بات بھاری ہے جس کی طرف تو انھیں بلاتا ہے، اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی

طرف راستہ اسے دیتا ہے جو رجوع کرے۔"

اللہ تعالیٰ نے یہاں آدم علیہ السلام کے بعد آنے والے پہلے رسول سیدنا نوح علیہ السلام اور سب سے آخری پیغمبر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا ہے، پھر ان دونوں کے درمیان اولو العزم پیغمبروں کا ذکر فرمایا ہے اور وہ ہیں ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام۔ اس آیت میں پانچوں اولوالعزم رسولوں کا ذکر ہے، جیسا کہ درج ذیل آیت میں بھی ان کا ذکر ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾ [الأحزاب : ۷] "اور جب ہم نے تمام نبیوں سے ان کا پختہ عہد لیا اور تجھ سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی اور ہم نے ان سے بہت پختہ عہد لیا۔" وہ دین جسے تمام پیغمبر لے کر آئے تھے، وہ یہ ہے کہ صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کی جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [الأنبیاء : ۲۵] "اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں الگ الگ ہیں اور ان کا دین ایک ہی ہے۔" [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ واذکر فی الکتاب مریم ...... الخ ﴾ : ۳۴۴۳]

وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ : دین میں تفریق تو ان کے جانے کے بعد ان کی امت کے لوگ کرتے رہے اور یہ حکم کہ دین میں متفرق نہ ہوں، ان کے توسط سے اور ان کو مخاطب کر کے دراصل امتوں ہی کو دیا گیا تھا اور اس امت کو بھی دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ۱۰۵] "اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آ چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔" اور فرمایا: ﴿ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴾ [الروم : ۳۱، ۳۲] "اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور شرک کرنے والوں سے نہ ہو جاؤ۔ ان لوگوں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی گروہ ہو گئے، ہر گروہ اسی پر جو ان کے پاس ہے، خوش ہیں۔"

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ کا لوگوں کو توحید کی طرف بلانا کفار مکہ پر بڑا ہی گراں گزرتا ہے، لیکن آپ ہمت نہ ہاریے اور پورے عزم و ثبات کے ساتھ اللہ کا پیغام ان تک پہنچاتے

رہیے۔ کون قبول کرتا ہے اور کون اسے رد کر دیتا ہے، یہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ اللہ اپنی حکمت و مصلحت اور مرضی کے مطابق جسے چاہتا ہے ایمان باللہ کی توفیق دے دیتا ہے۔ وہ اس عظیم خیر کو قبول کرنے کی توفیق اسے دیتا ہے جو اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اس کی بندگی کی راہ پر لگ جاتا ہے اور جو باطل پر اصرار کرتا ہے اسے ظلمتوں میں بھٹکتا چھوڑ دیتا ہے۔

وَ مَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی لَّقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ﴿۱۴﴾

”اور وہ جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس کی ضد کی وجہ سے اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے ایک مقرر وقت تک پہلے طے ہو چکی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک وہ لوگ جو ان کے بعد اس کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کے متعلق یقیناً ایسے شک میں مبتلا ہیں جو بے چین رکھنے والا ہے۔“

کفارِ قریش کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اپنا کوئی نبی بھیجے گا تو اس پر ایمان لے آئیں گے اور یہود و نصاریٰ سے زیادہ راہ راست پر چلنے والے بن جائیں گے، لیکن جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے، تو انھوں نے حق کو پہچانتے ہوئے ان کی رسالت پر ایمان لانے سے صرف اس لیے انکار کر دیا کہ زمانۂ جاہلیت سے جو ان کی سیادت چلی آ رہی تھی وہ خطرے میں پڑ گئی تھی۔ انھوں نے صرف ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے حق کو قبول نہیں کیا اور فرقے فرقے بن گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُ ؕ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ ﴾ [البينة : ٤، ٥] ”اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی، جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیل آ گئی۔ اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط ملت کا دین ہے۔“

آگے فرمایا کہ اگر اللہ کا یہ فیصلہ پہلے ہی نہ ہو چکا ہوتا کہ انھیں دنیا میں عذاب دے کر ہلاک نہیں کیا جائے گا، بلکہ قیامت کے دن تک کے لیے ان کی سزا موخر کر دی گئی ہے، تو ان کے جرائم ایسے ہیں کہ انھیں فی الفور ہلاک کر دیا جاتا۔ آیت کے آخر میں نبی کریم ﷺ کے زمانے میں پائے جانے والے عربوں اور یہود و نصاریٰ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ قرآن، نبی کریم ﷺ اور دین اسلام کی صداقت کے بارے میں خود شک و شبہ میں مبتلا ہیں اور اپنے معاشرے میں اسلام کے خلاف شکوک و شبہات پھیلا کر دوسروں کو بھی قبول حق سے روکتے ہیں۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ؕ﴿۱۵﴾

''سو تو اسی کی طرف پھر دعوت دے اور مضبوطی سے قائم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی مت کر اور کہہ دے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل فرمائی میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ سے فرما رہا ہے کہ جس دین و شریعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا ہے لوگوں کو اسی کی طرف بلائیے، خود بھی اسی پر قائم رہیے، مشرکوں اور یہود و نصاریٰ کی پیروی میں اس سے ہرگز انحراف نہ کیجیے۔ پوری صراحت کے ساتھ اس بات کا اعلان کر دیجیے کہ میں ان تمام کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں جو اللہ نے نازل کی ہیں۔ میرا شیوہ یہود و نصاریٰ والا نہیں ہے کہ اللہ کی کسی کتاب پر ایمان لاؤں اور کسی کا انکار کر دوں۔ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم اپنے کسی قضیے میں میرے پاس فیصلہ کے لیے آؤ تو میں پورے عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کروں اور اللہ کی شریعت سے سرمو انحراف نہ کروں۔

اور اے کفار قریش! اور اے یہود و نصاریٰ! سن لو کہ ہمارا اور تمھارا رب اللہ ہے، اس کے سوا کوئی رب نہیں ہے، وہی اکیلا ہر چیز کا رب اور مالک ہے۔ ہمارے اعمال کا ثواب و عقاب ہمارے لیے ہے اور تمھارے اعمال کا بدلہ تمھارے لیے، ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ چکایا جائے گا۔ چونکہ حق ظاہر ہو چکا ہے، اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی ہے، اس لیے ہمارے اور تمھارے درمیان اختلاف و نزاع کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے، قیامت کے دن وہ ہمیں ضرور جمع کرے گا اور ہمارے درمیان ضرور فیصلہ کر دے گا، اہل حق کو جہنم سے نجات دے گا اور جنت میں داخل کر دے گا، جبکہ باطل پرستوں کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ

يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝﴾ [المائدة : ٤٨ تا ٥٠] ''اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے اور اس پر محافظ ہے۔ پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر، اس سے ہٹ کر جو حق میں سے تیرے پاس آیا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں ایک امت بنا دیتا اور لیکن تاکہ وہ تمھیں اس میں آزمائے جو اس نے تمھیں دیا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ اور یہ کہ ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر اور ان سے بچ کہ وہ تجھے کسی ایسے حکم سے بہکا دیں جو اللہ نے تیری طرف نازل کیا ہے، پھر اگر وہ پھر جائیں تو جان لے کہ اللہ یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے کچھ گناہوں کی سزا پہنچائے اور بے شک بہت سے لوگ یقیناً نافرمان ہیں۔ پھر کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے، ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔''

وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش کو بنو مخزوم کی عورت کے معاملہ نے بہت ہی غمزدہ کر رکھا تھا جس نے چوری کی تھی، کہنے لگے کہ کون ہے جو اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرے؟ پھر خود ہی کہنے لگے، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے علاوہ کون یہ جرأت کر سکتے ہیں؟ کیوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے اس بارے میں بات چیت کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ''کیا تو اللہ کی حدود میں سے ایک حد میں سفارش کرتا ہے؟'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں کو اسی بات نے تباہ کر دیا تھا کہ جب ان میں سے کوئی اونچے درجے کا آدمی چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب ان میں سے کوئی کمزور آدمی چوری کا ارتکاب کرتا تھا تو اس پر حد قائم کرتے تھے، اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا (پھر آپ نے چوری کرنے والی کے متعلق حکم دیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا)۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، بابٌ : ٣٤٧٥، ٦٧٨٧، ٢٦٤٨]

وَ الَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ عَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝

''اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں، اس کے بعد کہ اس کی دعوت قبول کر لی گئی، ان کی دلیل ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر بڑا غضب ہے اور ان کے لیے بہت سخت سزا ہے۔''

جب لوگ اسلام میں کثرت سے داخل ہونے لگے اور ان کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا، تو اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے کفار کبھی دھمکی، کبھی لالچ، کبھی سمجھوتہ، کبھی مکمل بائیکاٹ، کبھی مذاق و استہزا اور کبھی فضول قسم کے اعتراضات اور بحثوں کے راستے کھولتے۔ اس صورت حال کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب سنجیدہ اور عقل مند طبقہ اسلام کے دلائل سے متاثر ہو کر اس کی حقانیت پر ایمان لا چکا ہے اور اللہ کی توحید کو علی وجہ البصیرت تسلیم کیا جا چکا ہے تو اب کافروں کے یہ جھگڑے عبث اور بے کار ہیں۔ یہ جو کچھ بھی چاہیں کر لیں اللہ ان کی سازشوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دے گا۔ البتہ حق کو دبانے کے لیے جتنا زور یہ صرف کر رہے ہیں اتنا ہی اللہ کا غضب ان پر بھڑکتا ہے اور اتنی ہی شدید سزا انھیں دی جائے گی۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ : یعنی قیامت کے دن انھیں شدید عذاب ہو گا۔ اس دن کے عذاب کی شدت کا اندازہ اس حدیث سے کیا جا سکتا ہے، جسے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے: ”قیامت کے دن سب سے ہلکے عذاب والا آدمی وہ ہو گا جس کے دونوں پاؤں کے نیچے انگارا رکھا جائے گا اور اس کی وجہ سے اس کا دماغ جوش کھائے گا (جس طرح ہنڈیا جوش کھاتی ہے)۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٦١]

اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾

”اللہ وہ ہے جس نے حق کے ساتھ یہ کتاب نازل کی اور میزان بھی، اور تجھے کون سی چیز آگاہ کرتی ہے، شاید کہ قیامت قریب ہو۔ اسے وہ لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ لوگ جو ایمان لائے، وہ اس سے ڈرنے والے ہیں اور جانتے ہیں کہ بے شک وہ حق ہے۔ سنو! بے شک وہ لوگ جو قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں یقیناً وہ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔“

ان آیات کریمہ میں خبر دی گئی ہے کہ اللہ کی ذات وہ ہے جس نے تمام آسمانی کتابوں کو نازل کیا ہے، جن میں مذکورہ احکام و اخبار برحق ہیں۔ جس نے میزانِ عدل نازل کیا ہے، یعنی لوگوں کو الہام کیا کہ وہ میزان یعنی ترازو استعمال کریں، تاکہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں اور زمین پر اللہ کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کی جائے اور اس کی شریعت کے علاوہ کسی کا حکم نافذ العمل نہ قرار پائے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کا دن بالکل ہی قریب ہے، اس لیے اے میرے نبی! آپ قرآن کریم کے احکام پر عمل کیجیے اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کیجیے، اس دن کے

آنے سے پہلے جب لوگوں کے اعمال وزن کیے جائیں گے اور ہر ایک کو اس کا پورا پورا بدلہ چکایا جائے گا۔

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا، یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: ''تجھ پر افسوس، تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟'' اس نے عرض کی، میں نے اس کے لیے کوئی (خاص) تیاری نہیں کی، البتہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھیں اسی کا ساتھ نصیب ہوگا جس سے تمھیں محبت ہوگی۔'' ہم نے عرض کی، کیا ہمارے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوگا؟ فرمایا: ''ہاں!'' تو ہم اس دن بہت زیادہ خوش ہوئے، پھر مغیرہ کا ایک غلام وہاں سے گزرا، وہ میرا ہم عمر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر یہ بچہ زندہ رہا تو اسے بڑھاپا آنے سے پہلے قیامت قائم ہو جائے گی۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب ما جاء في قول الرجل : ويلك : ٦١٦٧۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب المرء مع من أحب : ٢٦٣٩]

آگے فرمایا کہ روزِ قیامت کی جلدی وہی لوگ مچاتے ہیں جنھیں اس کی آمد کا یقین نہیں ہے، اسی لیے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے رہتے ہیں کہ اگر تمھاری بات سچ ہے تو پھر آ ہی جائے وہ دن، ذرا ہم بھی دیکھ لیں، یعنی دوبارہ اٹھائے جانے کی بات بالکل ہی بے بنیاد اور بعید از عقل ہے۔ لیکن جو لوگ بعث بعد الموت، روزِ قیامت اور اس دن کی جزا و سزا پر ایمان رکھتے ہیں، وہ اس کی آمد کے تصور سے ڈرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ نہیں جانتے کہ اس دن ان کا انجام کیا ہوگا؟ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ قیامت کی آمد میں شبہ کرتے ہیں، وہ راہِ حق سے بہت ہی دور جا چکے ہیں، اتنی دور کہ جہاں سے لوٹ کر راہ حق پر آ جانے کی کوئی امید نہیں ہے۔ قرآن پاک میں دوسری جگہ قیامت کے حوالے سے مسلمانوں کا مذاق اڑانے پر کفار کو تنبیہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴾ [سبا : ٧، ٨] ''اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا کیا ہم تمھیں وہ آدمی بتائیں جو تمھیں خبر دیتا ہے کہ جب تم ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاؤ گے، پوری طرح ٹکڑے ٹکڑے کیا جانا، تو بلاشبہ تم یقیناً بالکل نئی پیدائش میں ہوگے۔ کیا اس نے اللہ پر ایک جھوٹ باندھا ہے، یا اسے کچھ جنون ہے؟ بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ عذاب اور بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔''

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾

''اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہی بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس کا لطف و کرم مومن و کافر اور نیک و بد

سب کو شامل ہے۔ اسی لیے تو وہ سب کو روزی دیتا ہے۔ کافر کفر کا ارتکاب کرتا ہے اور فاجر فسق و فجور سے دنیا کو بھر دیتا ہے، پھر بھی اللہ انھیں ہلاک نہیں کرتا، بلکہ انھیں ان کی زندگی کی آخری سانس تک کھلاتا پلاتا رہتا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے خوب روزی دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، اس وسعت و تنگی کے بھید کو وہی جانتا ہے، نہ وسعتِ رزق اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے اور نہ تنگیٔ رزق اس کی ناراضی کی دلیل ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [هود : ٦] ”اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سے زیادہ اذیت کی بات سن کر صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے، مشرک لوگ کہتے ہیں کہ اس کی اولاد ہے مگر وہ پھر بھی انھیں عافیت سے رکھتا اور رزق عطا کرتا ہے۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ إن الله هو الرزاق ذو القوة المتين ﴾ : ٧٣٧٨]

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾

”جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اسے ہم اس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔“

اس کے لطف و کرم کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ اس کے جو نیک بندے اپنے اعمالِ صالحہ کے بدلے میں اس کی رضا اور حصول جنت کی نیت کرتے ہیں، وہ انھیں ان کے ہر عمل صالح کا دس سے سات سو گنا تک ثواب دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ دیتا ہے، لیکن جس کی سعی و کوشش اس لیے ہو کہ وہ دنیا حاصل کر لے اور آخرت کی طرف اس کی بالکل توجہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے آخرت سے محروم کر دیتا ہے اور دنیا میں بھی اگر چاہے تو عطا کر دے اور نہ چاہے تو نہ عطا فرمائے، گویا اسے دنیا ملتی ہے اور نہ آخرت، اس طرح کا انسان دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد ہو جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ١٨ تا ٢١] ”جو شخص اس جلدی والی (دنیا) کا ارادہ رکھتا ہو ہم اس کو اس میں

جلدی دے دیں گے جو چاہیں گے، جس کے لیے چاہیں گے، پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے، اس میں داخل ہوگا، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا۔ اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی، جو اس کے لائق کوشش ہے، جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قدر کی ہوئی ہے۔ ہم ہر ایک کی مدد کرتے ہیں، ان کی اور ان کی بھی، تیرے رب کی بخشش سے اور تیرے رب کی بخشش کبھی بند کی ہوئی نہیں۔ دیکھ ہم نے ان کے بعض کو بعض پر کس طرح فضیلت دی ہے اور یقیناً آخرت درجوں میں بہت بڑی اور فضیلت دینے میں کہیں بڑی ہے۔'' الغرض محض دنیا کی طلب اچھی چیز نہیں، بلکہ دنیا کی طلب کے ساتھ آخرت کی طلب بھی کرے اور آخرت کو ترجیح دے۔ دنیا کا مال و دولت اور اشیائے زینت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لیے پیدا کی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۲] ''تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟ کہہ دے یہ چیزیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں (بھی) ہیں، جبکہ قیامت کے دن (ان کے لیے) خالص ہوں گی، اسی طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔'' اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا کی نعمتوں کی طلب اور ان کا استعمال بری چیز نہیں، لیکن ایک حد تک۔ ہاں دنیا کی طلب میں اتنا کھو جانا کہ آخرت خراب ہو جائے یہ اچھی چیز نہیں۔ مومن کا کام ہے کہ دنیا کو بھی طلب کرے اور آخرت کو بھی طلب کرے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ [البقرة : ۲۰۰ تا ۲۰۲] ''پھر لوگوں میں سے کوئی تو وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے دے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انھوں نے کمایا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس امت کو عظمت، رفعت، دین (اسلام)، نصرت اور زمین میں غلبے کی بشارت سنا دو، پس ان میں سے جو شخص آخرت کا عمل دنیا کے لیے کرے گا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔'' [مسند أحمد : ۵/ ۱۳۴، ح : ۲۱۲۸۰۔ ابن حبان : ۴۰۵]

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ

لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۱﴾

"یا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلہ شدہ بات نہ ہوتی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک جو ظالم ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جس دین مستحکم کو مقرر کیا ہے وہ اس کی پیروی نہیں کرتے، بلکہ حلال و حرام میں وہ ان ضابطوں کی پیروی کرتے ہیں جنھیں ان کے شیاطین جن و انس نے ان کے لیے مقرر کیا ہے، مثلاً بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کو حرام قرار دیتے ہیں اور مردار، خون اور جوئے کو حلال سمجھتے ہیں۔ وہ اس طرح کی بہت سی ایسی ضلالتوں اور جہالتوں میں مبتلا تھے جن کی وجہ سے انھوں نے اپنے دور جاہلیت میں حلال و حرام کے ضابطے، عبادات کے باطل طریقے اور کئی طرح کی فاسد باتیں ایجاد کر رکھی تھیں۔ ان کے علماء و مشائخ بھی حلال و حرام کا فیصلہ کیا کرتے تھے اور عوام ان کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا کرتے تھے، یہ فعل اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک تھا۔ الغرض شریعت سازی اور تحلیل و تحریم کفارِ مکہ بھی کیا کرتے تھے اور اہل کتاب کے علماء اور پیرانِ طریقت بھی کرتے تھے۔ دونوں نے اللہ کے حق پر قبضہ کر رکھا تھا۔ ان کے اس فعل کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ ۚ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴾ [التوبة : ۳۱] "انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے عمرو بن عامر بن لحی بن قمعہ خزاعی کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے سب سے پہلے غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑنے کی رسم نکالی۔" [بخاری، کتاب المناقب، باب قصة خزاعة : ۳۵۲۱۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب النار یدخلها الجبارون ...... الخ : ۵۱ / ۲۸۵۶]

وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ : یعنی اگر روزِ قیامت تک مہلت دینا لکھ نہ دیا گیا ہوتا تو انھیں جلد سزا دے دی جاتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ فِیْمَا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [یونس : ۱۹] "اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے طے ہو چکی تو ان کے درمیان اس بات کے بارے میں ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَ مَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِن بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴾ [الشوریٰ : ١٤] ''اور وہ جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس کی ضد کی وجہ سے اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے ایک مقرر وقت تک پہلے طے ہو چکی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک وہ لوگ جو ان کے بعد اس کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کے متعلق یقیناً ایسے شک میں مبتلا ہیں جو بے چین رکھنے والا ہے۔''

تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ ۖ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿٢٢﴾

''تو ظالموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو انھوں نے کمایا، حالانکہ وہ ان پر آ کر رہنے والا ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہ جنتوں کے باغوں میں ہوں گے۔ ان کے لیے جو وہ چاہیں گے ان کے رب کے پاس ہوگا، یہی بہت بڑا فضل ہے۔''

اس آیت میں میدانِ محشر کا ایک منظر بیان کیا جا رہا ہے کہ دنیا میں شرک و معاصی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے لوگ اس دن اپنی بد اعمالیوں کو یاد کر کے اپنے برے انجام سے شدید خائف ہوں گے، کیونکہ اس وقت انھیں یقین ہو جائے گا کہ اب عذابِ نار سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ہے، مگر جنھوں نے دنیا میں رب العالمین کی ربوبیت کا اقرار کر لیا ہوگا، اسلام کو بحیثیت دین اور محمد ﷺ کو بحیثیت نبی تسلیم کر لیا ہوگا اور اپنی زندگی عمل صالح کے ساتھ گزاری ہوگی، ان کا مقام خوبصورت ترین جنتیں ہوں گی، جن میں ان کے رب کی طرف سے انھیں ان کی مرضی کی ہر چیز ملے گی اور اہل جنت پر اللہ کا یہ بہت بڑا فضل و کرم ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٣١، ٣٢] ''اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمھارے دل چاہیں گے اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾ يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٦٨﴾ الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٦٩﴾ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِم بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۖ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۖ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ ﴾ [الزخرف : ٦٧ تا ٧٣] ''سب دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی لوگ۔ اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم
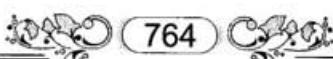
غمگین ہو گے۔وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور وہ فرماں بردار تھے۔جنت میں داخل ہو جاؤ تم اور تمھاری بیویاں،تم خوش کیے جاؤ گے۔ان کے گرد سونے کے تھال اور پیالے لے کر پھرا جائے گا اور اس میں وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے۔تمھارے لیے اس میں بہت سے میوے ہیں، جن سے تم کھاتے ہو۔"

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَ مَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

"یہ ہے وہ چیز جس کی خوشخبری اللہ اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔ کہہ دے میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر رشتہ داری کی وجہ سے دوستی۔ اور جو کوئی نیکی کمائے گا ہم اس کے لیے اس میں خوبی کا اضافہ کریں گے۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا ،نہایت قدردان ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لیے اپنے وعدے کی تجدید کرتے ہوئے فرمایا کہ خوبصورت ترین جنتوں، بے مثال باغات اور بے بہا نعمتوں کی اللہ تعالیٰ اپنے ان نیک بندوں کو خوشخبری دیتا ہے، جو ایمان وعمل صالح کی زندگی اختیار کرتے ہیں۔آیت کے دوسرے حصہ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے اہلِ قریش! اتنی عظیم نعمتوں کے حصول کی طرف راہنمائی پر میں تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا ہوں۔صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کے ساتھ میری جو قرابت و رشتہ داری ہے اس کا خیال کرکے میری ایذا رسانی سے باز آ جاؤ اور دوسروں کو بھی مجھے ایذا پہنچانے سے روکو، تاکہ میں آسانی کے ساتھ اللہ کا پیغام اس کی مخلوق تک پہنچا سکوں۔آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو بندۂ مومن بھی کوئی عمل صالح کرے گا تو ہم اس کا بدلہ کئی گنا بڑھا کر دیں گے، اس لیے کہ ہم توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں اور نیکوکاروں کو ان کے اعمال صالحہ کا بدلہ کئی گنا بڑھا کر دیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَ يُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ۴۰] "بے شک اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔"

اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى : یعنی اے میرے نبی! آپ کفارِ قریش سے یہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس پیغام کو پہنچانے اور تم سے ہمدردی و خیرخواہی کرنے پر میں تم سے یہ سوال نہیں کرتا کہ مجھے مال دو، بلکہ میں تو تم سے صرف یہ مطالبہ کرتا

ہوں کہ اپنے شر کو تم مجھ سے روک لو اور مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے رب کے پیغام کو لوگوں تک پہنچاؤں۔ اگر تم میری مدد نہیں کرتے تو مجھے ایذا بھی نہ دو، کیونکہ میرے اور تمھارے درمیان آخر قرابت تو ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ﴾ کی تفسیر دریافت کی گئی، تو سعید بن جبیر رحمہ اللہ بول پڑے کہ اس سے مراد آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا، تم نے عجلت سے کام لیا، سنو! قریش کے جتنے بھی قبیلے تھے سب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''یہ کہ میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم (کم از کم) اس رشتہ داری کا لحاظ رکھو جو مجھ میں اور تم میں ہے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ إلا المودة في القربى ﴾ : ۴۸۱۸]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ آپ کے اہل بیت میں رکھو۔ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ ...... الخ : ۳۷۱۳]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں کے ساتھ سلوک سے بھی زیادہ پیارا ہے۔ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ ...... الخ : ۳۷۱۲۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب قول النبي ﷺ : لا نورث ما تركنا فهو صدقة : ۱۷۵۹]

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان پانی کی جگہ کے پاس کھڑے ہو کر، جسے خم کہا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد و ثنا کی، وعظ و نصیحت کی اور فرمایا: ''بعد اس (حمد و ثنا) کے، لوگو! میں ایک انسان ہوں، کیا عجب کہ جلد ہی میرے پاس میرے رب کا قاصد (یعنی موت کا فرشتہ) پہنچ جائے اور میں اس کی مان لوں، سنو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب جس میں نور و ہدایت ہے۔ تم اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لو اور ہمیشہ تھامے رکھو۔'' بہر حال آپ نے اللہ کی کتاب کی بڑی رغبت دلائی اور بہت کچھ تاکید کی، پھر فرمایا: ''اور دوسری چیز میرے اہل بیت! میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں۔'' یہ سن کر حصین نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اے زید! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں اہل بیت میں داخل نہیں؟ انھوں نے فرمایا، بے شک آپ کی بیویاں بھی اہل بیت میں شامل ہیں، لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں، جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا، آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم۔ پوچھا، کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا، ہاں! (ان سب پر صدقہ حرام ہے)۔ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه : ۲۴۰۸]

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَ يَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَ يُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾

''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے، سو اگر اللہ چاہے تو تیرے دل پر مہر کر دے اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنی باتوں کے ساتھ ثابت کر دیتا ہے، یقیناً وہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔''

مشرکین کہتے تھے کہ (نعوذ باللہ) محمد (ﷺ) جھوٹا ہے، اللہ نے اسے اپنا نبی نہیں بنایا اور نہ بذریعہ وحی اس پر اپنا قرآن نازل کیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے ان کی اس افترا پردازی کی تردید یوں کی ہے کہ اگر آپ ہمارے نبی نہ ہوتے اور قرآن ہمارا کلام نہ ہوتا، بلکہ آپ کی افترا پردازی ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ کے دل پر مہر لگا دیتا، نہ کوئی معنی آپ کی سمجھ میں آتا اور نہ کوئی حرف آپ کی زبان سے ادا ہوتا، لیکن ایسا نہیں ہوا، بلکہ وحی کا سلسلہ جاری ہے، قرآن نازل ہو رہا ہے اور دین اسلام کے احکام مدون ہو رہے ہیں۔ یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اللہ آپ سے راضی ہے اور قرآن اس کا کلام ہے اور مشرکین عرب جھوٹے ہیں۔ کفار بار بار اس بات کا اعادہ کرتے تھے کہ یہ کلام رسول اللہ ﷺ نے خود بنایا ہے، ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے کفار کا قول نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴾ [یونس : ۳۷ تا ۴۰] ''اور یہ قرآن ہرگز ایسا نہیں کہ اللہ کے غیر سے گھڑ لیا جائے اور لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور رب العالمین کی طرف سے کتاب کی تفصیل ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ کہہ دے تو تم اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ بلکہ انھوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا جس کے علم کا انھوں نے احاطہ نہیں کیا، حالانکہ اس کی اصل حقیقت ابھی ان کے پاس نہیں آئی تھی۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے۔ سو دیکھ ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔ اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے اور تیرا رب فساد کرنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔''

آیت کے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بہر حال باطل کی بیخ کنی کر دیتا ہے اور قرآنی آیات کے ذریعے سے حق کی جڑوں کو مضبوط کر دیتا ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کے لیے وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کی افترا پردازیوں کو کامیاب نہیں ہونے دے گا، بلکہ وہ قرآن کریم کے ذریعے سے دعوتِ حق کی جڑوں کو مضبوط کرے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت جزیرۂ عرب مشرکوں سے پاک ہو چکا تھا اور توحید کا علم ہر طرف لہرا رہا تھا۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٥﴾

"اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے اور گناہوں کو معاف کرنے کا ذکر کر کے کافروں کو ترغیب دی ہے کہ وہ توبہ کر کے ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما لے گا اور ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اگر وہ توبہ نہ کریں تو پھر وہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال سے واقف ہے۔ وہ انھیں ان اعمال کی سزا دے گا۔ اس آیت میں گویا ترغیب بھی ہے اور ترہیب بھی۔

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک عزت و بزرگی والا اللہ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے، تاکہ دن کا گناہ گار توبہ کر لے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے، تاکہ رات کا گناہ گار توبہ کر لے (اور ہر دن اور رات ایسا ہوتا رہے گا) یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔" [مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب ...... الخ : ۲۷۵۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے رب سے روایت کی: "ایک بندے نے گناہ کیا اور کہا کہ اے اللہ! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور وہ گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے۔ اس بندے نے پھر گناہ کیا اور عرض کی، اے میرے رب! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے۔ اس نے پھر گناہ کیا اور کہا، اے میرے رب! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے، جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے تو (اے میرے بندے!) اب تو جو چاہے عمل کر میں نے تجھے بخش دیا۔" [مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب و إن تكررت الذنوب و التوبة : ۲۷۵۸]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں کی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنی اونٹنی کے ساتھ کسی جنگل بیابان میں آیا ہو اور اس کی اونٹنی (اس جنگل بیابان میں) گم ہو گئی ہو اور اس کا کھانا پینا بھی اسی پر ہو، (وہ اسے تلاش کرتا ہے، لیکن وہ نہیں ملتی) آخر وہ اس سے ناامید ہو کر ایک درخت کے نیچے آتا ہے اور اس کے سائے میں لیٹ جاتا ہے، وہ اپنی سواری (اور زندگی) سے بالکل ناامید ہو جاتا ہے، تو اچانک اس کی اونٹنی اس کے سامنے آ کر
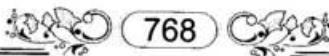
کھڑی ہو جاتی ہے اور وہ فوراً اٹھ کر اس کی نکیل تھام لیتا ہے اور اس قدر خوش ہوتا ہے کہ بے سمجھی میں اس کی زبان سے نکل جاتا ہے کہ یا اللہ! بے شک تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ وہ خوشی کی شدت کی وجہ سے غلطی کر جاتا ہے۔" [مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی الحض علی التوبۃ والفرح بھا : ۲۷٤۷۔ بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبۃ : ٦٣٠٨]

وَ يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾

"اور ان لوگوں کی دعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ دیتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ایمان والوں اور عمل صالح کرنے والوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ قیامت کے دن ان کی نیکیوں کا پورا پورا بدلہ دے گا، بلکہ اپنے فضل و کرم سے انھیں زیادہ دے گا، جو وہ طلب نہیں کریں گے وہ بھی دے گا۔ جبکہ جو لوگ اس دنیا میں کفر و سرکشی کی راہ اختیار کریں گے انھیں شدید عذاب دے گا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دعا کی قبولیت کی دو شرطیں ہیں، ایمان اور عمل صالح۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَ لْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۸٦] "اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ ہدایت پائیں۔"

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کا مطالبہ کیا ہے، ایمان باللہ اور احکامِ الٰہی کو قبول کرنا، یعنی عمل صالح۔ اعمال صالحہ میں حلال روزی کو بڑی اہمیت حاصل ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! بے شک اللہ پاک ہے اور وہ پاک چیز ہی قبول کرتا ہے اور بے شک اللہ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو حکم رسولوں کو دیا ہے۔ (رسولوں کے بارے میں) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾ [المؤمنون : ۵۱] "اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں۔" اور (مومنوں کے بارے میں) فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ [البقرۃ : ۱۷۲] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا فرمائی ہیں۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر کیا، فرمایا: "ایک شخص لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں، جسم غبار آلود ہے اور وہ ہاتھوں کو آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! اور عالم یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور وہ خود بھی حرام سے پرورش پا رہا ہے تو

پھر اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب و تربیتها : ١٠١٥]

وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾

''اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق فراخ کر دیتا تو یقیناً وہ زمین میں سرکش ہو جاتے اور لیکن وہ ایک اندازے کے ساتھ اتارتا ہے، جتنا چاہتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور علم و حکمت کے مظاہر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ اپنے تمام بندوں کی روزی میں خوب وسعت و کشادگی دے دیتا، تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ زمین میں سرکشی کرنے لگتے اور کبر و غرور میں مبتلا ہو جاتے، کوئی کسی کی نہ سنتا، ہر ایک آپے سے باہر ہو جاتا، سب ایک دوسرے سے بے نیاز ہو جاتے، کوئی کسی کا کام نہ کرتا اور یہ چیز اللہ کی مصلحت کے خلاف ہوتی اور دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ﴾ [الزخرف : ٣٢] ''ہم نے خود ان کے درمیان ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں تقسیم کی اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا، تاکہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنا لے۔''

وَ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ يَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَ هُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾

''اور وہی ہے جو بارش برساتا ہے، اس کے بعد کہ وہ ناامید ہو چکے ہوتے ہیں اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا ہے، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔''

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و حکمت کے ملے جلے تقاضے کے مطابق بارانِ رحمت کو روک لیتا ہے، یہاں تک کہ زمین خشک ہو جاتی ہے، قحط سالی سے انسان اور چوپائے بے حال ہونے لگتے ہیں، حتیٰ کہ بارش سے بالکل ناامید ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سامنے اپنے آپ کو بالکل بے دست و پا سمجھنے لگتے ہیں۔ اس موقع پر مشرکین کے جھوٹے معبودوں کی عاجزی اور بے بسی بھی کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اگر وہ معبود ہیں اور کسی قسم کی قدرت رکھتے ہیں تو پھر اپنی پوجا کرنے والوں کی مدد کے لیے آگے کیوں نہیں بڑھتے اور آسمان سے بارش کیوں نہیں نازل کرتے؟ تب اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور وہ بارانِ رحمت کے ذریعے سے بندوں کی ناامیدی و پریشانی کو دور کر دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴾ [الروم : ٤٩] ''حالانکہ بے شک وہ اس سے پہلے کہ ان پر برسائی جائے، اس سے پہلے یقیناً ناامید تھے۔''

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَ هُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ۲۹

’’اور اسی کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور وہ جو اس نے ان دونوں میں کوئی بھی جاندار پھیلا دیے ہیں اور وہ ان کو اکٹھا کرنے پر جب چاہے پوری طرح قادر ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو عجیب و غریب ہیئت و کیفیت میں پیدا کیا ہے، چوپائے پیدا کیے ہیں جو زمین پر چلتے رہتے ہیں اور فرشتے پیدا کیے ہیں جو فضائے آسمانی میں تیرتے رہتے ہیں۔ اس کے مظاہر قدرت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ہر ذی روح کو موت کے گھاٹ اتار دے گا اور تمام کے تمام ختم ہو جائیں گے۔ جب قیامت آئے گی تو اسرافیل علیہ السلام کے ایک صور کے ذریعے سے تمام کو زندہ کر کے اپنے سامنے جمع کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴾ [التکویر : ۱ تا ۵] ’’جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔ اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے۔ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔ اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی۔ اور جب جنگلی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔‘‘

قیامت کے دن جانوروں کو اس لیے بھی جمع کیا جائے گا کہ اگر کسی جانور نے کسی دوسرے جانور کو اذیت پہنچائی ہو گی تو اذیت پہنچانے والے جانور سے قصاص لیا جائے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت والے دن حق داروں کو ان کے حقوق ضرور ادا کیے جائیں گے، یہاں تک کہ بے سینگ بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۲]

وَ مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۳۰

’’اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے، جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ انسان کا کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہوتا اور بندے کا کوئی بھی کام مکافاتِ عمل کے قدرتی نظام سے خارج نہیں ہوتا۔ مسلمان کو اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو یہ اس کی کسی غلطی و خطا کی وجہ سے ہے، جسے اللہ تعالیٰ اس دنیا میں کوئی تکلیف دے کر مٹا دینا چاہتا ہے، یا اس کے درجات بلند کرنا چاہتا ہے اور بہت سی غلطیوں اور خطاؤں کو وہ اپنے فضل و کرم سے معاف کر دیتا ہے، ان پر مؤاخذہ نہیں کرتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ ﴾ [فاطر : ٤٥] ''اور اگر اللہ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑے جو انھوں نے کمایا تو اس کی پشت پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑے۔''

سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بھی مومن کسی پریشانی، بیماری، رنج و ملال، تکلیف اور غم میں مبتلا ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔'' [بخاری، کتاب المرضی، باب ما جاء فی کفارۃ المرض ...... الخ : ٥٦٤١، ٥٦٤٢۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض...... الخ : ٢٥٧٣]

سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کو اس کے جسم میں ایذا دینے والی جو چیز بھی پہنچے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔'' [مسند أحمد : ٩٨/٤، ح : ١٦٩٠٤]

وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚۖ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾

''اور نہ تم زمین میں (اللہ کو) کسی صورت عاجز کرنے والے ہو اور نہ اللہ کے علاوہ تمھارا کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کے پاس جتنی بھی سطوت و قوت اور علم و معرفت ہو، وہ اللہ کو عاجز نہیں بنا سکتا۔ اگر اللہ چاہے تو آسمان کو اس کے سر پر گرا دے اور چاہے تو اسے زمین میں دھنسا دے اور کوئی اسے اس کام سے نہیں روک سکتا۔

وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۠ وَ لَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [النور : ٥٧] ''تو ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کر کہ وہ زمین میں عاجز کرنے والے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور بلاشبہ وہ بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے۔''

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ : کارسازی اور مدد وہی کر سکتا ہے جو عجز اور بے بسی سے پاک ہو، جو عجز اور بے بسی سے پاک نہیں، نہ وہ کارسازی کر سکتے ہیں اور نہ مدد، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الأنعام : ١٧] ''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

وَ مِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَ يَعْفُ عَنْ

كَثِيْرٍ ﴿٣٤﴾ وَّ يَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿٣٥﴾

''اور اسی کی نشانیوں سے سمندر میں چلنے والے جہاز ہیں، جو پہاڑوں جیسے ہیں۔ اگر وہ چاہے ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ اس کی سطح پر کھڑے رہ جائیں۔ بے شک اس میں ہر ایسے شخص کے لیے یقیناً کئی نشانیاں ہیں جو بہت صبر کرنے والا، بہت شکر کرنے والا ہے۔ یا وہ انھیں اس کی وجہ سے ہلاک کر دے جو انھوں نے کمایا اور (چاہے تو) بہت سے لوگوں سے درگزر کر دے۔ اور (تاکہ) وہ لوگ جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں، جان لیں کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔''

اس کی قدرت، علم و حکمت اور رحمت کا ایک مظہر سمندروں میں چلنے والے پہاڑوں جیسے جہاز ہیں، جو محض اللہ کی قدرت کے سہارے ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچ جاتے ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو ہوا کو روک دیتا، پھر وہ کشتیاں بیچ سمندر سطح آب پر ٹھہری رہ جاتیں، یا اللہ چاہتا تو کشتی میں سوار لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے تیز و تند آندھی بھیج کر ان کشتیوں کو سمندر میں ڈبو دیتا، لیکن اللہ اپنے بندوں کے بہت سارے گناہ معاف کر دیتا ہے اور ان پر رحم کرتے ہوئے انھیں سمندر کی نذر نہیں کرتا۔ یہ تمام باتیں رب العالمین کے وجود، اس کی قدرت و عظمت اور حکمت و رحمت کی بڑی واضح دلیلیں ہیں، جن سے وہی لوگ مستفید ہوتے ہیں جو اپنے رب کی اطاعت و بندگی کی راہ میں تکلیفیں برداشت کرتے ہیں اور اس کی دی ہوئی نعمتوں پر زبان و عمل کے ذریعے سے شکر ادا کرتے ہیں۔ آخری آیت میں فرمایا کہ جب کوئی کشتی ہوا کی زد میں آکر ڈوبنے لگتی ہے تو اس میں سوار اللہ کی آیتوں کا انکار کرنے والے مشرکین کو خوب معلوم ہو جاتا ہے کہ اب اللہ کے عذاب سے انھیں اس کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا، اس لیے بتوں کو چھوڑ کر صرف اللہ کو پکارنے لگتے ہیں۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ : سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی بڑا تعجب خیز ہے کہ اس کے لیے اس کے ہر معاملے میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں ہوتی، بات یہ ہے کہ اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہوئی اور اس نے شکر کیا تو اس میں بھی اس کے لیے ثواب ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچا اور اس پر اس نے صبر اختیار کیا تو اس میں بھی ثواب ہے۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب المؤمن أمرهٗ كله خير : ۲۹۹۹]

فَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَ الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَ الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَ الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾

’’پس تمھیں جو بھی چیز دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا معمولی سامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب بھی غصے ہوتے ہیں وہ معاف کر دیتے ہیں۔ اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم کی اور ان کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ کہ جب ان پر زیادتی واقع ہوتی ہے وہ بدلہ لیتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اس کی نعمتوں کی بے ثباتی اور جنت کے دوام و بقا کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جنت انھیں ملے گی جو اللہ پر ایمان لاتے ہوئے صرف اسی پر بھروسا کرتے ہیں، بڑے بڑے گناہوں مثلاً شرک، قتل، ظلم، شراب نوشی، حرام کھانا اور زنا و اغلام وغیرہ سے بچتے ہیں۔ جب انھیں کسی پر غصہ آتا ہے تو اس کی غلطی کو معاف کر دیتے ہیں۔ جب ان کا رب انھیں اپنی اطاعت و بندگی کا حکم دیتا ہے تو فوراً سر تسلیم خم کر دیتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا ہے تو آپس میں مشورہ کرنے کے بعد ہی قدم اٹھاتے ہیں۔ اللہ انھیں جو روزی دیتا ہے اس کا کچھ حصہ اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جب کوئی کافر و سرکش ان پر چڑھ دوڑتا ہے تو ان کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور ظلم و تعدی کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں، اس لیے کہ مومن کی عزتِ نفس اور غیرت و خودی کا یہی تقاضا ہے اور اس لیے بھی کہ ظالم کو ظلم سے روک دینا اور اسے قبول حق پر مجبور کر دینا اللہ کے نزدیک قابل ستائش ہے۔

فَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا : دنیا کی زندگی چند روزہ ہے اور اس کا ساز و سامان عارضی اور بہت قلیل ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید : ۲۰] ’’جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی یہ (شہادت والی) انگلی سمندر میں ڈالے اور پھر دیکھے کہ وہ سمندر میں سے کتنی تری لے کر لوٹتی ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فناء الدنیا ...... الخ : ۲۸۵۸]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: ”دنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی پردیسی ہو، یا راہ چلتا مسافر۔“ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار مت کر اور جب تو صبح کرے تو شام کا انتظار مت کر (اور جو نیک کام کرنا ہے وہ کر لے، شاید صبح آئی ہے تو شام نہ آئے) اور اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے غنیمت جانو اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے (یعنی اپنی صحت و زندگی سے فائدہ اٹھا لو)۔ [بخاری، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ : كن في الدنيا كأنك غريب أو عابر سبيل : ٦٤١٦]

وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٥٨، ٥٩] ”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ہم انھیں ضرور ہی جنت کے اونچے گھروں میں جگہ دیں گے، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں، یہ ان عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے۔ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔“

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ﴾ [النجم : ٣٢] ”وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر صغیرہ گناہ، یقیناً تیرا رب وسیع بخشش والا ہے۔“

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ : یعنی ان کا اخلاق یہ ہے کہ وہ لوگوں سے درگزر کرتے اور انھیں معاف کر دیتے ہیں، ان سے انتقام نہیں لیتے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٣٣، ١٣٤] ”اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دوڑو اپنے رب کی جانب سے بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے، ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، جب بھی کوئی معاملہ پیش آیا، البتہ جب اللہ کی حرمتوں کو توڑا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے لیے بدلہ لیتے تھے۔ [بخاری، كتاب الحدود، باب إقامة الحدود والانتقام لحرمات الله : ٦٧٨٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے! آپ نے فرمایا: ”غصہ مت کیا کر۔“ اس نے بار بار یہی بات پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہر بار) یہی جواب دیا: ”غصہ مت کیا کر۔“ [بخاری، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب : ٦١١٦]

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ : یعنی وہ احکام الٰہی قبول کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٨٦] ''اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ ہدایت پائیں۔''

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ : ارشاد فرمایا: ﴿ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ١٦٢] ''لیکن ان میں سے وہ لوگ جو علم میں پختہ ہیں اور جو مومن ہیں، وہ اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف نازل کیا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا اور جو خاص کر نماز ادا کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہیں، یہ لوگ ہیں جنھیں ہم عنقریب بہت بڑا اجر عطا کریں گے۔''

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ : یعنی وہ کسی کام کا اس وقت تک قطعی فیصلہ نہیں کرتے جب تک کہ آپس میں مشورہ نہ کر لیں اور جنگوں اور دیگر اہم معاملات میں ایک دوسرے کی آراء سے مدد نہ لے لیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بھی حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ﴾ [آل عمران : ١٥٩] ''اور کام میں ان سے مشورہ کر۔''

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگوں اور دیگر اہم معاملات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر خنجر کے وار کے بعد جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم پر مشتمل چھ افراد کی ایک مشاورتی کمیٹی کو معاملے کا اختیار سونپ دیا، تاکہ آپ کے بعد وہ مسلمانوں کے لیے خلیفے کا فیصلہ کرے۔ مشاورت کے بعد کمیٹی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے اس بات پر متفق ہوئی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا جائے۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ : یعنی وہ اللہ کی مخلوق پر خرچ کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ [البقرة : ١ تا ٣] ''الٓمّٓ۔ یہ کتاب، اس میں کوئی شک نہیں، بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت ہے۔ وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے اور اس میں سے، جو ہم نے انھیں دیا ہے، خرچ کرتے ہیں۔''

وَالَّذِيْنَ اِذَاۤ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ : یعنی جو ان پر ظلم و زیادتی کرے، اس سے بدلہ لینے کی قدرت و طاقت کے باوجود اسے معاف کر دیتے ہیں، جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا: ﴿ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ [یوسف : ۹۲] ''آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمھیں بخشے۔'' حالانکہ یوسف علیہ السلام کو قدرت تھی کہ

آپ ان کا مؤاخذہ کرتے اور ان سے اسی طرح کا سلوک کرتے جیسا کہ انھوں نے کیا تھا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی مکہ کے ان اسی (۸۰) آدمیوں کو معاف فرما دیا تھا جنھوں نے حدیبیہ کے سال جبل تنعیم سے اتر کر آپ کو اور آپ کے صحابہ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا تھا مگر جب آپ کو ان پر دسترس حاصل ہوگئی تو قدرت کے باوجود ان سے انتقام نہ لیا، بلکہ انھیں معاف فرما دیا۔ [مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب قول الله تعالىٰ : ﴿هو الذى كف أيديهم عنكم﴾ : ۱۸۰۸، عن أنس رضی الله عنه]

وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

”اور کسی برائی کا بدلہ اس کی مثل ایک برائی ہے، پھر جو معاف کر دے اور اصلاح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔“

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا : یعنی وہ ظالم کو اس کے ظلم کے مطابق ہی سزا دیتے ہیں، زیادتی نہیں کرتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [البقرة : ۱۹۴] ”پس جو تم پر زیادتی کرے سو تم اس پر زیادتی کرو، اس کی مثل جو اس نے تم پر زیادتی کی ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۚ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴾ [النحل : ۱۲۶] ”اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمھیں تکلیف دی گئی ہے اور بلاشبہ اگر تم صبر کرو تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔“

فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ : یعنی عفو و درگزر سے کام لینا اور دوسروں کی غلطیوں کو نظر انداز کر جانا اللہ کو زیادہ پسند ہے اور وہ اپنے ایسے بندوں کو اچھا بدلہ دیتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت ہی میں اضافہ کرتا ہے۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو و التواضع : ۲۵۸۸]

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾

”اور بے شک جو شخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے لے تو یہ وہ لوگ ہیں جن پر کوئی راستہ نہیں۔ راستہ تو انھی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں حق کے بغیر سرکشی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

فرمایا کہ جو شخص ظلم کو قبول نہیں کرتا اور اس پر جتنی زیادتی ہوئی ہوتی ہے اتنا بدلہ لے لیتا ہے تو اس کا کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ مؤاخذہ تو ان کا ہوگا جو دوسروں پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں۔ وہ

لوگ اگر اپنے کیے پر نادم نہیں ہوں گے اور اللہ کے حضور تائب نہیں ہوں گے تو دنیاوی مؤاخذہ کے بعد آخرت میں بھی دردناک عذاب سے دو چار ہوں گے۔ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم حرام قرار دیا ہے اور اسے تم پر بھی حرام کیا ہے، لہٰذا تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں ہوگا۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۸]

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے، پھر جب اسے پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔'' اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۲] ''اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۳]

سیدنا عیاش بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری طرف اس بات کی وحی کی ہے کہ تم عاجزی اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی کسی دوسرے کے مقابلے میں فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی دوسرے پر ظلم کرے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا أهل الجنة ...... الخ : ۲۸٦۵/٦۴]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی آدمی یہ کہے کہ لوگ تباہ ہو گئے تو وہ ان میں سب سے زیادہ تباہ ہونے والا ہوتا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن قول هلك الناس : ۲٦۲۳]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنے کسی بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو تو وہ (اس دنیا ہی میں) اس سے معاف کروا لے، کیونکہ وہاں (میدان محشر میں) درہم و دینار نہیں ہوں گے، اس سے پہلے پہلے کہ اس کے بھائی کے لیے اس کی نیکیاں لے لی جائیں، اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس کے بھائی کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامة : ٦۵۳۴]

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾

''اور بلاشبہ جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں سے ہے۔''

یعنی جو شخص کسی کی اذیت کو برداشت کرے گا، اسے معاف کر دے گا اور قدرت رکھنے کے باوجود بدلہ نہیں لے گا، وہ بہر حال اللہ کے نزدیک قابل ستائش ہوگا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''درگزر

کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت اور بڑھا دیتا ہے۔" [مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب العفو و التواضع : ۲۵۸۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دو ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے والے جو کچھ کہیں گے اس سب کا بوجھ پہل کرنے والے پر ہے، جب تک کہ مظلوم بدلے کی حد سے آگے نہ نکل جائے۔" [مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهي عن السباب : ۲۵۸۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو گالی دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ تعجب کرتے رہے اور مسکراتے رہے۔ جب اس نے زیادہ ہی برا بھلا کہا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی کسی بات کا جواب دے دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آ کر (وہاں سے) اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے لپکے اور عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ جب وہ مجھے گالیاں دے رہا تھا تو آپ بیٹھے ہوئے تھے مگر جب میں نے اس کی کسی بات کا جواب دیا تو آپ غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بات یہ ہے کہ تمھارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمھاری طرف سے جواب دے رہا تھا، مگر جب تم نے اس کی کسی بات کا جواب دے دیا تو بیچ میں شیطان آ گھسا، سو میں شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا تھا۔" [مسند أحمد : ۴۳۶/۲، ح : ۹۶۳۷]

وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَ تَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾

"اور جسے اللہ گمراہ کر دے، پھر اس کے بعد اس کا کوئی مددگار نہیں اور تو ظالموں کو دیکھے گا کہ جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے کیا واپس جانے کی طرف کوئی راستہ ہے۔ اور تو انھیں دیکھے گا کہ وہ اس (آگ) پر پیش کیے جائیں گے، ذلت سے جھکے ہوئے، چھپی آنکھ سے دیکھ رہے ہوں گے اور وہ لوگ جو ایمان لائے، کہیں گے اصل خسارے والے تو وہ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں گنوا دیا۔ سن لو! بے شک ظالم لوگ ہمیشہ رہنے والے عذاب میں ہوں گے۔ اور ان کے لیے کوئی حمایتی نہیں ہوں گے جو اللہ کے سوا ان کی مدد کریں۔ اور جسے اللہ گمراہ کر دے، پھر اس کے لیے کوئی بھی راستہ نہیں۔"

اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کر دے، اسے کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا اور قیامت کے دن مشرکین جب جہنم کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر لیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش! دنیا کی طرف دوبارہ لوٹ جانے کی کوئی صورت نکل آتی، تاکہ ایمان لے آتے اور موحد بن کر عذابِ نار سے نجات پاتے اور جنت کے حق دار بن جاتے۔ انھیں جہنم کے سامنے لایا جائے گا تو ذلت و رسوائی کے نیچے دبے ہوں گے اور مارے خوف و دہشت کے اس کی طرف ادھ کھلی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ اہل ایمان اپنی کامیابی اور جہنمیوں کی ذلت و رسوائی دیکھ کر کہیں گے کہ حقیقی گھاٹا اٹھانے والے آج وہ لوگ ہیں جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے اور جنت کی دائمی نعمتوں سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیے جائیں گے اور کوئی نہیں ہوگا جو اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد کے لیے آگے آ سکے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جسے اللہ گمراہ کر دے وہ نہ تو دنیا میں راہِ حق پر چل سکتا ہے اور نہ آخرت میں جنت میں داخل ہو سکے گا۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ : یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق راہ راست کی تلاش نہیں کرتا تو وہ گمراہ ہی رہتا ہے، اسے کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴾ [الکھف : ۱۷] ”جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے گمراہ کر دے، پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی رہنمائی کرنے والا دوست نہ پائے گا۔“

وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ : ظالموں کی اسی خواہش کا ذکر کرتے ہوئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۷، ۲۸] ”اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان کے لیے ظاہر ہو گیا جو وہ اس سے پہلے چھپاتے تھے اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔“

اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ : یعنی وہ دائمی و ابدی عذاب میں مبتلا رہیں گے، اس سے کبھی نکل سکیں گے نہ خلاصی پا سکیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴾ [النحل : ۸۵] ”اور جب وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، عذاب کو دیکھ لیں گے تو نہ وہ ان سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔“

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝

’’اپنے رب کی دعوت قبول کرو، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں ،اس دن نہ تمھارے لیے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمھارے لیے انکار کی کوئی صورت ہوگی۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور اس دن کے بڑے بڑے خوفناک امور بیان کرنے کے بعد دنیا و آخرت کی رسوائیوں سے بچنے کا طریقہ بیان فرمایا کہ رب العالمین کے پیغمبر نے جو دعوت ایمان وعمل دی ہے اسے قبول کیا جائے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں نصیحت کی ہے کہ لوگو! اللہ کی دعوت کو قبول کرلو، اس روز قیامت سے پہلے جسے کوئی ٹال نہیں سکے گا، جب کافروں کو اللہ کے عذاب سے بھاگ نکلنے کی کوئی جگہ نہیں ملے گی اور نہ وہ اپنے کرتوتوں کا انکار کرسکیں گے۔ اگر مجرمین اپنے گناہوں کا انکار کربھی دیں تو ان کے اعضا ان کو جھٹلا دیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَآءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتَّىٰٓ إِذَا مَا جَآءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَٰرُهُمْ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ۝ وَقَالُوا۟ لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوٓا۟ أَنطَقَنَا اللَّهُ الَّذِىٓ أَنطَقَ كُلَّ شَىْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ۱۹ تا ۲۱] ’’اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، پھر ان کی الگ الگ قسمیں بنائی جائیں گی۔ یہاں تک کہ جونہی اس کے پاس پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ کہیں گے ہمیں اس اللہ نے بلوا دیا جس نے ہر چیز کو بلوایا اور اسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا اور اسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔‘‘

مَا لَكُم مِّن مَّلْجَإٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُم مِّن نَّكِيرٍ : یعنی تمھارے لیے کوئی قلعہ نہیں ہوگا کہ جس میں تم قلعہ بند ہو جاؤ اور نہ کوئی جگہ ہوگی جو تم کو چھپائے اور تم اس میں چھپ کر اللہ تعالیٰ سے غائب ہو سکو، بلکہ وہ تو اپنے علم، نظر اور قدرت کے ساتھ تمھارا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی، ارشاد فرمایا: ﴿ يَقُولُ الْإِنسَٰنُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ﴾ [القیامۃ : ۱۰ تا ۱۲] ’’اور انسان اس دن کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ہرگز نہیں، پناہ کی جگہ کوئی نہیں۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا ٹھہرنا ہے۔‘‘

فَإِنْ أَعْرَضُوا۟ فَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۖ إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَٰغُ ۗ وَإِنَّآ إِذَآ أَذَقْنَا الْإِنسَٰنَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَإِنَّ الْإِنسَٰنَ كَفُورٌ ۝۴۸

’’پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگران بنا کر نہیں بھیجا، تیرے ذمے پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں اور بے شک ہم، جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر انھیں اس کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی ہے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو بے شک انسان بہت ناشکرا ہے۔‘‘

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا : یعنی اے محمد (ﷺ) ! اگر لوگ آپ کی دعوتِ توحید کو قبول نہیں کرتے تو نہ کریں، آپ ان کے اوپر داروغہ بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں، آپ کا کام تو محض پیغام رسانی ہے، جو آپ کر رہے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [البقرۃ : ۲۷۲] ''تیرے ذمے انھیں ہدایت دینا نہیں اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴾ [الرعد : ۴۰] ''تو تیرے ذمے صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔''

وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ : یعنی اللہ تعالیٰ جب کافر اور ضعیف الایمان انسان کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے تو وہ مارے خوشی کے آپے سے باہر نکلنے لگتا ہے اور شکر ادا کرنا بھول جاتا ہے، مگر جب اسے اس کے برے اعمال کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ کی ساری نعمتوں اور اس کے سارے احسانات کو بھول جاتا ہے اور صرف اسی تکلیف کو یاد کر کے ناشکری کرنے لگتا ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت ! صدقہ دیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو، کیونکہ میں نے تمھیں جہنم میں زیادہ تعداد میں دیکھا ہے۔'' ان میں سے ایک عقل مند عورت نے پوچھا، یا رسول اللہ ! کیا سبب ہے کہ ہماری تعداد جہنم میں زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ لعن طعن بہت زیادہ کرتی ہیں اور خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔'' بخاری میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور (ان کے) احسان کا انکار کرتی ہیں، اگر تم ان میں سے کسی ایک کے ساتھ عمر بھر بھی حسن سلوک کا معاملہ کرو، پھر بھی تمھاری طرف سے کوئی چیز اس کے لیے ناگواری خاطر ہوئی تو کہہ دے گی کہ میں نے تو تجھ سے کبھی کوئی راحت نہیں پائی۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان نقصان الإیمان بنقص الطاعات ...... الخ : ۷۹۔ بخاری، کتاب النکاح، باب کفران العشیر ...... الخ : ۵۱۹۷]

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی بڑا تعجب خیز ہے کہ اس کے لیے اس کے ہر معاملے میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں ہوتی، بات یہ ہے کہ اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہوئی اور اس نے شکر کیا تو اس میں بھی اس کے لیے ثواب ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچا اور اس پر اس نے صبر اختیار کیا تو اس میں بھی ثواب ہے۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن أمرہ کلہ خیر : ۲۹۹۹]

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے

چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔ یا انھیں ملا کر بیٹے اور بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔‘‘

آسمانوں اور زمین کا بادشاہ صرف اللہ ہے، اس کی بادشاہت میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ وہ جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اور جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ کسی کو بیٹا دیتا ہے، کسی کو بیٹی دیتا ہے، کسی کو دونوں دیتا ہے اور کسی کو بانجھ بنا دیتا ہے، یعنی اس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔ ان تمام رازوں اور بھیدوں کو صرف وہی جانتا ہے۔ وہ ہر بات کی قدرت رکھتا ہے، اس لیے بندہ کو اللہ کی تقدیر و قسمت پر ہر حال میں راضی رہنا چاہیے، اسی میں اس کے لیے دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

مندرجہ بالا صفات صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں، لہٰذا وہی الٰہ ہے، صرف اسی کو پکارا جا سکتا ہے اور صرف اسی سے مدد مانگی جا سکتی ہے۔ دوسروں میں یہ صفات نہیں پائی جاتیں، لہٰذا وہ الٰہ نہیں ہیں، ان کو نہ پکارا جا سکتا ہے اور نہ وہ مدد کر سکتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴾ [یونس : ۳٤] ’’کہہ دے کیا تمھارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہو، پھر اسے دوبارہ بناتا ہو؟ کہہ دے اللہ ہی پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ بناتا ہے، تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟‘‘ اور فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ○ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [لقمان : ۱۰، ۱۱] ’’اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔‘‘

وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾

’’اور کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعے، یا پردے کے پیچھے سے، یا یہ کہ وہ کوئی رسول بھیجے، پھر اپنے حکم کے ساتھ وحی کرے جو چاہے، بے شک وہ بے حد بلند، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ کسی انسان کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اللہ اس سے ہم کلام ہو، البتہ اپنی پیغام رسانی کے لیے جسے اختیار کر لیتا ہے اس کے پاس اپنی وحی بھیجتا ہے، یعنی اسے الہام کرتا ہے اور اپنی بات اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ موسیٰ کو تابوت میں بند کر کے سمندر میں ڈال دیں اور

ابراہیم علیہ السلام کو الہام کیا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کریں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے رسول سے کسی پردے کی اوٹ سے بات کرتا ہے، یعنی رسول اس کی بات کو تو سنتا ہے لیکن اسے دیکھ نہیں پاتا، جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کو اپنے رسول کے پاس بھیجتا ہے اور وہ حکم الٰہی کے مطابق اپنے رب کا پیغام رسول تک پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس امر سے بہت ہی بلند و بالا ہے کہ مخلوق اس کے سامنے آ کر اس سے ہم کلام ہو، اگر ایسا فرض کر لیا جائے تو تجلی الٰہی کی روشنی اسے خاکستر کر دے گی، اس لیے ناممکن ہے کہ اس کے سامنے کوئی دوسرا ٹھہر جائے۔ وہ بڑا ہی حکمت و دانائی والا ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ اپنا پیغام اپنے رسول تک کس طرح پہنچانا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ”کبھی تو گھنٹی کی مسلسل آواز کی طرح، جو مجھ پر بہت شاق گزرتی ہے، تاہم جب وہ ختم ہوتی ہے تو (مجھے جو کچھ کہا گیا ہوتا ہے) وہ سب یاد ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی شکل میں (میرے پاس) آتا ہے، مجھ سے باتیں کرتا ہے اور میں اسے یاد رکھ لیتا ہوں۔“ [مسلم، كتاب الفضائل، باب عرق النبی ﷺ فی البرد و حین یأتیه الوحی : ۲۳۳۳/۸۷]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ سخت سردی کے دنوں میں آپ پر وحی اترتی اور پھر جب آپ سے وہ کیفیت ختم ہوتی تو آپ کی پیشانی سے پسینا بہ رہا ہوتا تھا۔ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلى رسول الله ﷺ ...... الخ : ۲۔ مسلم، كتاب الفضائل باب عرق النبی ﷺ فی البرد حین یأتیه الوحی : ۲۳۳۳]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ اس کی شدت محسوس کرتے تھے اور آپ کے چہرے کی رنگت بدل جاتی تھی اور دوسری حدیث میں ہے کہ نزول وحی کے وقت آپ اپنا سر جھکا دیا کرتے تھے اور آپ کے صحابہ بھی اپنا سر جھکا دیا کرتے تھے، پھر جب اس کی تلاوت ختم ہو جاتی تو آپ اپنا سر اٹھا لیا کرتے تھے۔ [مسلم، كتاب الفضائل، باب عرق النبی ﷺ فی البرد و حین یأتیه الوحی : ۲۳۳۴، ۲۳۳۵]

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

”اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے اور لیکن ہم نے اسے ایک ایسی روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بلاشبہ تو یقیناً سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اس اللہ کے راستے کی طرف کہ جو کچھ آسمانوں میں

ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے، سن لو! تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ تک ہم نے اپنی وحی انھی مذکورہ بالا تینوں طریقوں کے ذریعے سے پہنچائی ہے، نزول وحی سے پہلے آپ کو نہ تو قرآن کا پتا تھا اور نہ ایمان وعمل کی تفصیلات آپ جانتے تھے کہ خود آپ کو کیسے زندگی گزارنی ہے اور دوسروں کو کیا تعلیم دینی ہے؟ یہ تو وحی الٰہی کی برکت ہے کہ ہم نے آپ کو قرآن دیا ہے۔ جس کی روشنی کے ذریعے سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتے ہیں راہ حق کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور جس کی بدولت آپ لوگوں کو دینِ اسلام کی دعوت دیتے ہیں، جو آسمانوں اور زمین کے مالک اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا واحد اور سیدھا راستہ ہے اور اے میرے نبی! آپ جان لیجیے کہ آخرت میں تمام امور کا فیصلہ صرف اللہ کرے گا، جو اپنے بندوں کے درمیان پورے عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور ہر ایک کو اس کے کیے کا اچھا یا برا بدلہ دے گا۔